

امام التصوف امام حارث محاسبی کی علم تصوف میں عظیم کتاب

رسائل المسائل الشریفہ کا اردو ترجمہ و شرح بنام

رسائل المسائل الشریفہ

تصنیف

امام التصوف ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

ابوالحسن نضر حیات عطاری مدنی عفی عنہ الغنی



امام تصوف امام حارث محاسبی کی علم تصوف میں عظیم کتاب

رِسَالَةُ التَّصَوُّفِ لِمَوْلَانَا كَارِزْمِي حَرِثِ بْنِ حَاسِبٍ

تصوف حارث محاسبی

تصنیف

امام تصوف ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

ابوالحسن نضر حیات عطاری مدنی عضو عنہ الغنی

(مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا ملتان)

زبیدہ سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

(رجسٹرڈ)
شبیر برادرز



لا اظن اني اكون من الذين

يحبون ان يكونوا

من الذين

بالاهتمام: ملک شبیر حسین

بن اشاعت اپریل 2013ء، جلد 1434ء

سرورق النافع بکرافٹس لاہور

قیمت = 220 روپے



شبیر حسین پبلشرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر، ۴۴، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37246006

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
11	تقاریر	1
22	مقدمہ	2
33	پیش لفظ	3
36	نزہۃ المتقین کا مختصر تعارف	4
38	تعارف مصنف	5
41	خوف کی تعریف	6
//	عوام کا خوف	7
//	خواص کا خوف	8
//	اخص الخواص کا خوف	9
//	رجا کی تعریف	10
//	عوام کا رجا	11
//	خواص کا رجا	12
//	اخص الخواص کا رجا	13
//	خوف و رجا کی اہمیت	14
42	خوف افضل ہے یا رجا	15
45	اللہ عز و جل کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا مطلب	16
46	عقل کی تعریف	17
//	عقل سلیم کی علامات	18
47	الوداعی نصیحت	19
49	آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں	

51	کامل مسلمان	20
52	محاسبہ کی تعریف	21
54	صبر کی تعریف	22
//	عوام کا صبر	23
//	خواص کا صبر	24
//	علم تین ہیں	25
55	مسئلہ بتانے والے کے برابر ثواب	26
//	اللہ کی قسم یہ شخص عالم ہے	27
56	چہرے پر تھوکنے والے کو معاف کر دیا	28
57	عیب ٹونے کی ممانعت	39
//	کتے کی شکل میں اٹھنے والے	30
//	عیب جو رسوا ہو جاتا ہے	31
58	اللہ تعالیٰ کے بندے بندے	32
//	تو نے روم میں جہاد کیا ہے؟	33
59	غیبت کی تعریف	34
60	نیک بندے کی جانچ آزمائش کے ذریعے ہوتی ہے	35
61	سب سے بڑا غنی، متقی اور عابد	36
//	تھوڑے عمل سے راضی	37
62	فقر کی تعریف	38
65	الوداعی نماز	39
//	تقدیر کی تعریف	40

66	علماء کی مجالس	41
//	بہترین ہمنشین کون ہے	42
68	پر جلال شخصیت	43
69	دین خیر خواہی ہے	44
70	اللہ عز و جل کی خیر خواہی	45
71	کتاب اللہ کی خیر خواہی	46
//	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی	47
//	اماموں کی خیر خواہی	48
//	عام مسلمانوں کی خیر خواہی	49
72	کذاب لکھ دیا جاتا ہے	50
73	جھوٹ بولنے کی صورتیں	51
75	تورہ کی شرعی حیثیت	52
76	تورہ کے جواز کی صورت	53
77	مظلوم کی بددعا سے بچو	54
78	تین شخصوں کی دعا	55
//	یتیم کی آہ!	56
79	جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں	57
//	بڑھیا کی جھونپڑی	58
85	غفلت کی تعریف	59
//	غفلت کی مختلف اقسام اور ان کے احکام	60
86	پانچ سوال	61

87	مراقبہ کی تعریف	62
89	پہلا درجہ صدیقین کا مراقبہ	63
//	دوسرا درجہ اصحاب یمن کا مراقبہ	64
90	خواہشات کی پہچان کا ضابطہ	65
92	نرہی کی تعریف	66
93	اللہ عَزَّوَجَلَّ نرمی کو پسند فرماتا ہے	67
//	بھلائی سے محرومی	68
94	سعادت و بدبختی کی پانچ علامتیں	69
95	صدر الشریعہ کا حسن اخلاق	70
//	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نرمی	71
96	دھوکے میں مبتلا کرنے والی دو نعمتیں	72
//	پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو	73
97	سب سے بڑا دشمن	74
98	اپنے ضمیر سے فتویٰ طلب کرو	75
//	نیکی اور گناہ کی پہچان	76
100	مضطر (یعنی دکھیارے) کی دعا	77
//	ظالم کا عبرت انگیز انجام	78
102	جنت کی کیاریاں	79
103	سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے	80
105	بدترین جھوٹ	81
//	بدگمانی حرام ہے	82

106	اچھی عبادت	83
//	ظن (گمان) کی تعریف	84
107	ظن کی دو اقسام ہیں	85
//	حسن ظن کی دو اقسام	86
//	سوء ظن کی دو اقسام	87
//	بدگمانی کے جواز کی ایک صورت	88
108	بدگمانی کب حرام ہے؟	89
109	باطنی امراض کا علم سیکھنا فرض ہے	90
//	حسد کی تعریف	91
110	رشک کی تعریف	92
//	غیرت کی تعریف	93
//	حسد کے چار مراتب	94
//	حسد کی آفات	95
//	نیکیوں کی بربادی	96
111	ایمان کے لیے خطرہ	97
//	نعمتوں کا زوال	98
112	شرک کے مساوی	99
113	حسد کے اسباب	100
//	حسد کی علامات	101
114	حسد کا علاج	102
//	حسد کے مراتب و حکم	103

115	واہ کیا بات اعلیٰ حضرت کی	104
//	حاسد کا انجام	105
117	تکبر کی تعریف	106
//	تکبر کی اقسام	107
118	تکبر کی آفات	108
120	تکبر کے اسباب	109
121	تکبر کی علامات	110
124	تکبر کا علاج	111
127	شکر کے فضائل	112
132	ایک تیرا ارادہ ہے اور ایک میرا ارادہ ہے (حدیثِ قدسی)	113
133	غفور گزر کے فضائل	114
134	اعلیٰ حضرت کا غفور و درگزر	115
//	حکیم الامت مفتی احمد یار خان کا غفور و درگزر	116
135	امیر اہلسنت کا غفور و درگزر	117
137	اللہ عزوجل فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے	118
139	عُجْب (خود پسندی) کی تعریف	119
//	عُجْب (خود پسندی) کی آفات	120
143	تکبر اور عُجْب میں فرق	122
//	عُجْب (خود پسندی) کی صحیح ترین قسم	123
144	عُجْب (خود پسندی) کے اسباب	124
145	عُجْب (خود پسندی) کا علاج	125

147	ان (۳۱) بشارات کا بیان جو متقین کے حق میں بیان کی گئیں	126
156	علیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا تقویٰ و پرہیزگاری	127
//	حکیم الامت مفتی احمد یار خان کا خوف و خشیت	128
157	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کا خوف و خشیت	129
158	قاطع رافضیت حضرت علامہ مولانا محمد علی کا خوف و خشیت	130
159	حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ کا تقویٰ و پرہیزگاری	131
160	مفتی اعظم ہند کا تقویٰ و پرہیزگاری	132
//	سید ابوالبرکات کا تقویٰ و پرہیزگاری	133
161	مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی کا تقویٰ و پرہیزگاری	134
//	خلیل العلماء مفتی خلیل احمد قادری برکاتی کا تقویٰ و پرہیزگاری	135
162	فقیر زماں مفتی غلام جان ہزاروی کا تقویٰ و پرہیزگاری	136
//	برادر علیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان کا تقویٰ و پرہیزگاری	137
//	اسلاف کے تواضع و انکساری کے واقعات	138
//	محدّث سورتی کی تواضع و انکساری	139
//	علیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی تواضع و انکساری	140
163	ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیا لوی کی تواضع و انکساری	141
164	حکیم الامت مفتی احمد یار خان کی تواضع و انکساری	142
164	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کی تواضع و انکساری	143
165	قاطع رافضیت حضرت علامہ مولانا محمد علی کی تواضع و انکساری	144
//	فقیر زماں کی تواضع و انکساری	145
166	محدّث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی تواضع و انکساری	146

166	مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رضوی صاحب کی تواضع و انکساری	147
167	حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ نقشبندی کی تواضع و انکساری	148
168	مولانا حشمت علی خان رضوی صاحب کی تواضع و انکساری	149
//	فقیر اعظم بصیر پوری مفتی محمد نور اللہ نعیمی صاحب کی تواضع و انکساری	150
169	مولانا حامد رضا خان بریلوی کی تواضع و انکساری	151
170	خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ کی تواضع و انکساری	152
//	امیر اہلسنت کی تواضع و انکساری	153
171	نیکی کی دعوت کب واجب ہے	154
172	اسلاف کرام کی طلبہ پر شفقت کے واقعات	155
//	علی حضرت امام احمد رضا خان کی طلبہ پر شفقت	156
173	محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی طلبہ پر شفقت	157
//	حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین نقشبندی کی طلبہ پر شفقت	158
174	فصل امام خیر آبادی کی طلبہ پر شفقت	159
175	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کی طلبہ پر شفقت	160
//	غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کی طلبہ پر شفقت	161
176	علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی کی طلبہ پر شفقت	162
177	حافظ ملت شیخ عبدالعزیز محدث مراد آبادی کی طلبہ پر شفقت	163
179	استاد کے ادب کے واقعات	164
183	استاد کے حقوق	165
187	علم چھپانے کی وعیدات	166
//	علم چھپانے کی مختلف صورتیں	167

188	تا اہلوں کو حکمت سکھا کر ظلم نہ کرو	168
//	خزیر کے گلے میں جواہرات	169
193	خاموشی کے فضائل	170
198	دل پر لازم کیا ہو عمل	171
199	زبان پر لازم کیا ہو عمل	172
201	زبان کی آفات	173
//	زبان کے فوائد	174
202	بصر (دیکھنے) پر لازم کیا ہو عمل	175
//	آنکھ کا زنا	176
//	بد نگاہی کا وبال	177
//	سمع (سننے) پر لازم کیا ہو عمل	178
204	شم (سوچنے) پر لازم کیا ہو عمل	179
205	ہاتھوں اور پاؤں پر لازم کیا ہو عمل	180
207	توکل کے فضائل	181
211	توکل کی تعریف	182
212	عوام کا توکل	183
213	خواص کا توکل	184
//	اخص الخواص کا توکل	185
//	کیا متوکل اسباب اختیار کر سکتا ہے؟	186
214	متوکلین کے تین درجات	187
//	توکل کے ادنیٰ درجہ کی پہچان	188

215	عیال دار کا توکل	189
218	حب جاہ کی تعریف	190
//	حب جاہ کی آفات	191
223	جہالت میں مبتلا مریضوں کی چار اقسام	192
226	مقروض کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنے کے فضائل	193
227	یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت	194
230	ریاکاری کی تعریف	195
//	ریاکاری کے درجات	196
231	ریاکاری کی آفات	197
232	ریاکار کی تین علامات	198
233	ریاکاری کے علاج	199
241	صدق، صبر، قناعت میں سے ہر ایک تین چیزوں میں منحصر ہے	200
242	زہد تین اشیا میں منحصر ہے	201
//	انس تین اشیا میں منحصر ہے	202
//	رضا تین اشیا میں منحصر ہے	203
243	یقین کی صحت تین اشیا میں منحصر	204
244	خوف تین اشیا میں منحصر	205
//	محبت تین اشیا میں منحصر ہے	206
246	مراقبہ تین اشیا میں منحصر ہے	207

تقریظ (۱)

فخر المدرسین استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ ایاز احمد عطاری سَلَّمَ الْبَارِی

سینیئر مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام مدینۃ الاولیاء ملتان

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ ایاز احمد عطاری مدنی سَلَّمَ الْفَنِّی بِنْدَہ کے استاذ صاحب ہیں، آپ سے قدوری شریف، ہدایہ اول و دوم، اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، مسند امام اعظم، دروس البلاغۃ، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، شرح جامی، وغیرہ جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام (ملتان) میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ

آپ نے میری اس تالیف کے لیے ”تقریظ“ عطا فرمائی، خضر حیات عطاری (۱۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اپنے اپنے دور کے انسانوں کو راہِ حق دکھائی اور انہیں منشاءِ خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دور میں مبعوث ہوئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کائناتِ ارضی سے آسمانوں پر گئے تقریباً چھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ اس تاریکی کے دور میں نہ صرف خطِ عرب بلکہ پوری دنیا میں بد عقیدگی، گمراہی، فسق و فجور اور فحاشی و عیاشی کا دور دورہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرماتے ہوئے قوموں کو حق کی طرف بلایا اور شیطان کے راستے کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی تو اہل مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی اخلاق سے متاثر ہونے کے باوجود آپ کے دشمن بن گئے، چنانچہ جن نامساعد اور خطرناک حالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دیا تاریخ کے صفحات اس کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں۔ پھر ان مشکل حالات میں جن نفوسِ قدسیہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت و صحابیت کا بیڑا اٹھایا ان کی

عقیدت محبت اور حوصلہ کی داد نہ دینا بہت بڑی نا انصافی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دست بازو بن کر اسلام کے پرچم کو پورے خطہ ارض پر لہرانے کا عزم صمیم کر لیا اور اس عظیم مقصد کی خاطر ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، یہی وجہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تمام صحابہ علیہم الرضوان کو آسمان ہدایت کے ستارے قرار دیا ان میں سے جس کے دامن سے وابستگی ہو جائے ہدایت کا حصول ممکن ہی نہیں ضروری ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جو کچھ بھی سیکھتے اسے پورے خطہ ارض پر پہنچا دیتے اور جو کچھ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سیکھا اسی میں ”تصوف“ بھی ہے، اور ”تصوف“ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے کیونکہ اس سے بندہ اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے۔ امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاں اور کئی علوم حاصل کر کے لوگوں کے فائدہ کے لیے کتب تصنیف کیں اسی طرح انہوں نے ”تصوف“ پر ”رسالة المسترشدين“ لکھ کر لوگوں تک اسے پہنچایا تا کہ اس سے اپنے باطن کی اصلاح کریں۔ لیکن چونکہ یہ رسالہ عربی میں تھا تو صرف عربی جاننے والے ہی اس سے استفادہ کر سکتے تھے، جبکہ کثیر عوام اردو جاننے والی اس سے استفادہ نہ کر سکتی تھی لہذا ضروری تھا کہ اس کا اردو میں ترجمہ کر کے عوام و خواص کے لیے اس سے استفادہ کرنا آسان کر دیا جائے۔ تو مولانا خضر حیات عطاری مدنی نے اس رسالہ کا ترجمہ بنام ”نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ“ کر کے عوام و خواص سب کے لیے آسانی کر دی بلکہ مزید حاشیہ لگا کر اس کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دلچسپی اور بڑھادی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کی مغفرت و بخشش فرمائے، آمین۔

عبدالمصطفیٰ ایاز احمد عطاری مدنی

مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام مدینہ الاولیاء ملتان

تقریظ ﴿2﴾

مصنف کتب کثیرہ جامع العلوم رکن اسلامی نظریاتی کونسل

حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی اظہری مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوفیہ کرام روحانی معالج ہیں اور ان کے معانی جمیلہ سے امت مسلمہ کو تزکیہ قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے، تزکیہ قلب تمام ظاہری اعضا کی پاکیزگی اور اعمال صالحہ کا ضامن ہے۔ یہ نفوس قدسیہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منصب ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ کے آئین ہیں اور اسی وجہ سے ان کو مرشد کا لقب ملتا ہے۔ صوفیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے ان جلیل القدر بزرگوں نے روحانی بیماریوں کی آگاہی اور ان کے علاج کی طرف توجہ دی یہی وجہ ہے کہ جب تک حقیقی ولایت کا دور دورہ، معاشرہ میں خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ بھرپور انداز میں کار فرما رہا، اور آج جب رسمی سلسلہ اپنے پر جو بن ہے اور حقیقی ولایت معاشرے سے کوسوں دور چلی گئی، معاشرہ بگڑ گیا، اشتہارات پر نظر دوڑائیں ہر شخص کے ساتھ پیر طریقت کا لفظ جزو لازم کی طرح نظر آئے گا لیکن افسوس نہ مسترشد ہیں اور نہ ہی مرشد، تو حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں انسانی شکل کے پیر طریقت کے بجائے بزرگانِ دین کی کتب رہبر و رہنما کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ حضرت امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صوفیہ کی جماعت کے نامور فرد ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”رِسَالَةُ الْمُسْتَرَشِدِينَ“

میں پورے اخلاقی نظام کو جمع کر کے ملت اسلامیہ کو ایک مرشد عطا کیا ہے، یہ ان کی بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کی بہت بڑی علامت ہے۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زیند مجدہ جن کو علومِ دینیہ کے نور کے ساتھ ساتھ دعوتِ اسلامی کے پلیٹ فارم اور مفتی عبدالکریم سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روحانی و علمی فیض حاصل ہوا، انہوں نے اس کتاب ”رِسَالَةُ الْمُسْتَرْشِدِينَ“ کا ترجمہ کر کے اسے ”نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ“ کی شکل میں ملت اسلامیہ کو ایک ایسی سوغات پیش کی ہے جو یقیناً بے بدل ہے۔ مترجم جب کسی کتاب کا ترجمہ کرتا تو اس میں اس کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی اور روحانی کیفیت کے اثرات بھی نمایاں ہوتے ہیں اور یہ بات اس ترجمہ کے لفظ لفظ سے جھلک رہی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زیند مجدہ نے نہایت عمدہ سلیس ترجمہ کر کے راہِ ہدایت کے طلبگاروں پر احسانِ عظیم کیا اور پھر اس ترجمہ کو مزید چار چاند لگانے کے لیے اکابرِ علماءِ اہلسنت کے اخلاقی حسنہ پر بھی روشنی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کے علم و عمل میں مزید برکت پیدا فرمائے اور اس کتاب کے افادہ و استفادہ کو عام اور دائم فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی سعیدی اظہری مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۴ ہجری

11 مارچ 2013 بروز سوموار

تقریظ ﴿3﴾

الحافظ القاری حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ مفتی دارالعلوم حزب الاحناف و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق امام حارث محاسبی کی جملہ کتب کی تعداد 200 پہنچ چکی ہے، آپ شریعت طریقت کے جامع ہیں اور تصوف و احسان کے اس قدر جامع ہیں کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی شخصیت اعیاء العلوم میں ان کی مدح میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف میں امت کے امام ہیں، ان کو نفس کے عیوب اور اعمال کی آفات کے متعلق بحث کرنے والوں میں سب پر فوقیت حاصل ہے اور آپ کے کلام کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے عینہ نقل کیا جائے۔“

(احیاء العلوم، ج ۳، ص ۲۶۴، دارالمعرفة بیروت)

زیر نظر کتاب ”رِسَالَةُ الْمُسْتَرِشِدِیْنِ“ ایسی مفید اور ایمان افروز کتاب ہے جس کی محض فہرست پڑھ کر مومن کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے، تو مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زیند شرفہ اتنے بڑے امام کی کتاب کا ترجمہ کر کے اہل محبت پر بہت بڑا احسان کیا۔ عقیدے کی درستی کے ساتھ ساتھ اعمال کی صحت بھی ضروری ہے اور صوفیہ کرام کا زیادہ زور اصلاح احوال پر ہوتا ہے، لیکن یہ رسالہ تو اس سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی ہدایت حاصل کرنا چاہے تو اس کتاب میں اس کے لیے کافی سامان ہدایت موجود ہے، طالبان ہدایت کو چاہیے یہ کتاب ضرور پڑھیں، اس سے آدابِ طریقت کا کما حقہ علم حاصل ہو اور اس کے مطابق روحانی زندگی کا سفر طے کریں۔ رب تعالیٰ مصنف و مترجم کے فیوض برکات عام فرمائے اور جمیع اہلسنت علماء و عوام کو اس بابرکت کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعا گو: غلام حسن قادری

تقریظ (4)

حضرت علامہ مولانا قاری محمد میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم کاظمیہ ضیاء الاسلام پل شوالہ ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ
الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

اس پر فتن دور میں جہاں اصلاح عقائد کی اشد ضرورت ہے وہاں اصلاح اعمال کی
بھی ضرورت ہے اور جب بد عملی عروج پر ہو گناہ کو حلال سمجھا جانے لگے تب اصلاح
اعمال کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

”نَزْهَةُ الْمُتَّقِينَ شرح رسالة المُسْتَرَشِدِينَ“ جسے مولانا خضر حیات صاحب
نے نوکِ قلم سے آراستہ فرمایا، چند مقامات سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو درستی
احوال و اعمال کے لیے بالعموم اور سالکین راہِ تصوف کے لیے بہت معاون اور
متلاشیانِ حق کے لیے راستہ آسان کر دینے والا پایا۔ مولانا موصوف نے بہت محنت
اور عرق ریزی سے کام کیا، اعمال کو سدھارنے کے لیے آسانی پیدا فرمادی۔ اللہ
تعالیٰ مولانا کو تمام علمی عملی میدانوں میں ترقیاں عطا فرمائے اور ان کے زورِ قلم میں
اضافہ فرمائے اور مزید خدمتِ دینِ حق و خلقِ خدا کی خدمت کرنے کی توفیق
بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

احقر الانام

محمد میاں غفرلہ

تقریظ (۵)

فاضل جلیل، عالم باعمل، اخئی فی اللہ مولانا حافظ محمد حسن محمود عطاری مدنی سَلَّمَهُ الْغَنِي
 (فاضل درس نظامی، ایم اے عربی، اسلامیات، بی ایڈ، مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام ملتان)
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ
 وَالْمُرْسَلِينَ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”فلاح ظاہریہ کہ دل
 و بدن دونوں پر جتنے احکام الہیہ ہیں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ
 کسی صغیرہ پر مصر رہے نفس کے خصائل ذمیرہ اگر دفع نہ ہو تو معطل رہیں، ان پر کار بند
 نہ ہو، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے، حسد سے تو محسود کی
 برائی نا چاہئے۔ علیٰ ہذا القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر
 عظیم ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:
 ”(ترجمہ) تین خصلتیں اس امت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی، کیا میں
 تمہیں ان کا علاج نہ بتا دوں؟ بدگمانی آئے تو اس پر کار بند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود
 پر زیادتی نہ کر اور بدشگونی کے باعث کسی کام سے رک نہ رہو۔ (ت)

(کنز العمال، کتاب الایمان، ج ۱۶، ص ۲۷-۲۸ حدیث ۴۳۷۸۹، موسسة الرسالہ بیروت)

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ، جلد ۲۱، ص ۵۰۲-۵۰۳)

مزید فرماتے ہیں: ”امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احواء العلوم میں فرماتے ہیں:
 ”سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث وفقہ و معرفت و ولایت

سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ تاس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔
 (امام غزالی فرماتے ہیں:) جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ
 انسان اور چوپائے میں علم کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے نہ جسم کے
 باعث کہ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقت ور ہے،
 نہ بڑے جشہ کے سبب کہ ہاتھی کا جشہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس
 سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی
 غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے
 آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے۔“

(أحياء العلوم، كتاب العلم، الباب الاول، جلد ۱، صفحه ۷، مطبعة المشهد الحسيني قاهرہ)

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ، جلد ۲۱، ص ۵۳۳-۵۳۵)

”نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ ترجمہ و شرح رِسَالَةُ الْمُسْتَرَشِدِينَ“ کو بعض مقامات سے ملاحظہ
 کیا بہترین اور سہل اسلوب پر مبنی پایا، یہ ”رِسَالَةُ الْمُسْتَرَشِدِينَ“ کا محض ترجمہ اور
 نام کی شرح نہیں بلکہ کئی ایک خصائص پر مشتمل ہے، مثلاً اصل (متن) میں مذکور اسرار و
 رموز کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ جس کا اندازہ آپ کو مطالعہ سے
 ہوگا۔ کتاب ہذا شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے مدنی پھولوں کا گلدستہ ہے
 جن کی مہک سے مطالعہ کرنے والے کی طبیعت کو فرحت و سرور کا ثمرہ نصیب ہوگا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں اصلاً کوئی تضاد
 و اختلاف نہیں۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”شریعت،
 طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی مخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے

کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بددین۔

شریعت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال ہیں،

طریقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے افعال،

حقیقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے احوال،

اور معرفت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علوم بے مثال۔

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ، جلد ۲۱، ص ۳۶۰)

”رِسَالَةُ الْمُسْتَرِشِدِينَ“ کے مترجم و شارح عزیزم برادرم جناب مولانا ابوالحسن

حضر حیات عطاری مدنی صاحب جن کے ساتھ دورانِ تعلیم ایک عرصہ تک رہنے

کا شرف حاصل ہوا، ان کو سادہ، نفیس الطبع، خیر خواہ، علم دوست، صوفیانہ ذہن اور دیگر

خصائل جمیلہ و حسنہ سے مزین پایا۔ اللہ کریم ان کو صحت، عافیت اور سلامتی کے ساتھ

خدمتِ دین اور فروغِ علمِ دین کی سعادت مند یوں سے نوازے۔

امین، بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حافظ محمد حسن محمود العطاری المدنی عفی عنہ الغینی

(فاضل درس نظامی، ایم اے عربی، اسلامیات، پی ایڈ)

شرف انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کو اس عظیم ہستی کے نام کرنا قابلِ فخر سمجھتا ہے کہ جس کے کردار نے اسلافِ کرام کے مبارک دور کی "نُزْهَةٌ (سیر)" کراوی، جس کی نگاہِ ولایت نے لاکھوں افراد کو متقیین کی فہرست میں شامل کر دیا، جس کی گفتار نے ہزاروں لوگوں کو تکبر، حسد، ریاکاری، عجب، بدگمانی، حب جاہ، وغیرہ "مہلکات" سے متنفر کر کے توکل، شکر، صبر، خوف ورجاء، غفور و درگزر، خاموشی، تقویٰ، وغیرہ "منجیات" کا شائق بنا دیا اور جن کے فیض ہی کی برکت سے راقم الحروف کے اندر تحریر و تصنیف کے بحرِ ذخار میں شناوری کی ہمت پیدا ہوئی، میرے ان الفاظ کے مدلول یقیناً میرے شیخ طہ یقت امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال

محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی

دامت برکاتہم العالیہ

اس کے ساتھ میں اس کاوش کو اپنے استاذ فی التصوف حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالکریم سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام کرتا ہوں۔

مزید جملہ اساتذہ کرام، اور اپنے والدین کریمین کے نام کرتا ہوں کہ جن کے

دم قدم سے اس گناہ گار کو علم دین کی مجالس میسر آئیں۔

ابوالحسن خضر حیات عطاری

مدرس جامعہ المدینہ فیضانِ زکریا مدینہ الاولیاء ملتان شریف

نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ کو پڑھنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: "نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ" ○
مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔"

(کنز العمال، رقم: ۷۲۳۶ ج ۳، ص ۴۱۹، دار احیاء التراث العربی)

دو باتیں: (۱)..... بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲)..... جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تعوذ و (۴) تسمیہ سے آغاز کروں گا۔ (صفحہ 33

پر اوپر دی ہوئی دو عربی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیتوں پر عمل ہو جائے گا۔) (۵) رضائے

الہی عزوجل کے لیے اس کتاب کا اول تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (۶) حتیٰ اوسع اس

کا باوضو اور (۷) قبلہ رومطالعہ کروں گا (۷) قرآنی آیات اور (۸) احادیث

مبارکہ کی زیارت کروں گا (۱۰) جہاں جہاں "اللہ" کا نام پاک آئے گا وہاں

عزوجل اور (۱۱) جہاں جہاں "سرکار" کا اسم مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم پڑھوں گا۔ (اپنے ذاتی نسخے کے) اول صفحہ پر ضروری نکات لکھوں گا۔

(۱۲) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا،

(مصنف یا ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا) (۱۳) اس

کتاب کو حاصل کرنے کی دوسروں کو ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۴) اس کتاب سے جو

سیکھا اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

مقدمہ

از: محقق اہلسنت حضرت علامہ مولانا قاری محمد لقمان صاحب مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ .

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

امام ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج طوسی (متوفی رجب المرجب 378ھ، اکتوبر 988م) فرماتے ہیں: ”مجھ سے ایک سائل نے علم تصوف اور مذہب صوفیہ کی بابت (یہ) سوال کیا: لوگ ان (صوفیہ اور ان کے مذہب) کے بارے میں مختلف ہیں کوئی تو ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے غلو سے کام لیتے ہیں، تو کچھ انہیں دائرہ معقولیت سے خارج کر دیتے ہیں، بعض انہیں لہو و لعب اور جہالت سے آنکھیں بند کر لینے کا عمل سمجھتے ہیں، تو کوئی انہیں تقویٰ و درویشی، لباس صوف، بے تکلف پاکیزہ گفتگو کرنے اور پاکیزہ نفیس لباس پہننے وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کچھ ان پر یہاں تک طعن کرتے ہیں کہ انہیں زندقہ و گمراہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (معاذ اللہ)۔ الغرض (مجھ سے سوال کرنے والا) یہ چاہتا تھا کہ میں اسے ایسا جواب دوں جو مذہب صوفیہ کے اصولوں، اللہ کی کتاب کی اتباع، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء، صحابہ و تابعین کے اخلاق اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک بندوں کے آداب سے ہم آہنگ ہو۔ نیز میں اپنا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں اس طرح مدلل بیان کروں کہ حق و باطل جدا جدا نظر آئیں، تصوف کی جملہ قسمیں اپنی جگہ واضح ہو جائیں، اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ کیا علم تصوف دینی علوم میں سے ہے۔

پس اس کے جواب میں میں اللہ رب العزت کی توفیق سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں ایمان والوں کو اس سے تمسک کرنے اور مضبوطی سے تھامنے کا حکم دے کر ان کے قلوب سے شکوک و شبہات دور فرما دیے ہیں اور دین کی بنیادیں مضبوط کر دی ہیں۔ جیسا کہ وہ جَلَّ جَلَالُهُ فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
وَلَا تَفَرَّقُوا
ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی رسی
مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں
(پ ۱۲، ال عمران، آیت ۱۰۳) پھٹ نہ جانا۔

اور فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
(پ ۶، مائدہ، آیت ۲) گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

پھر (اپنے مبارک کلام میں) پروردگار جَلَّ جَلَالُهُ نے فرشتوں کے بعد اپنے بندوں میں سے افضل اور دینی اعتبار سے اعلیٰ رتبہ کے حامل افراد کا ذکر کیا اور خود اپنی وحدانیت پر فرشتوں کے بعد انہی کو گواہ ٹھہرایا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَانِمًا
ترجمہ کنز الایمان: اللہ نے گواہی دی
کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں
(پ ۳، ال عمران، آیت ۱۸) اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

تیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”العلماء ورثة الانبياء علماء انبياء کے وارث ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء ج ۱، ص ۸۱، رقم: ۲۲۳ - سنن ابو داؤد، رقم

مذکورہ آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ...﴾ میں جو لفظ ”أُولُو الْعِلْمِ“ وارد ہوا (امام ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج طوسی فرماتے ہیں:) میرے نزدیک ﴿أُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ سے مراد ”ورثۃ الانبیاء (انبیاء کے وارث)“ ہے، کیوں کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں مجاہدہ کرنے والے، صحابہ و تابعین کی پیروی کرنے والے اور اس کے متقی اولیا اور نیک بندوں کے راستے پر چلنے والے یہی لوگ ہیں۔ (واللہ اعلم)۔

پھر ان کی تین قسمیں ہیں: (1) محدثین (2) فقہا (3) صوفیہ۔ اور انہی تین اقسام کا تعلق ﴿أُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ کے ساتھ ہے اور یہی انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

اسی طرح علوم کی بھی بہت زیادہ قسمیں ہیں جن میں سے ایک قسم ”علم دین“ ہے۔ پھر علم دین کی تین قسمیں ہیں: (1) علم قرآن (2) علم سنن و بیان (3) اور علم حقائق ایمان، اور یہی علوم مذکورہ تینوں اقسام (محدثین، فقہا اور صوفیہ) میں متداول ہیں۔

الغرض جملہ علوم دین مذکورہ تین آیات مقدسہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حدیث پاک، یا اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے قلوب سے صادر ہونے والی حکمت سے خالی نہیں۔ اور اس کی اصل حدیث ایمان ہے (جو کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سمیت کئی کتب احادیث میں ہے کہ: لاجبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں تین اصولوں: اسلام، ایمان اور احسان کی بابت استفسار کیا۔

(اے سوال کرنے والے!) حقیقت میں اسلام ظاہر ہے اور ایمان کا تعلق ظاہر و باطن دونوں سے ہے۔ (باقی رہا احسان تو) احسان ظاہر و باطن کی حقیقت کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (جبریل علیہ السلام کے اس سوال: ما الاحسان؟ حضور! احسان کیا ہے؟ کے جواب میں فرمایا: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو (یہ یقین کر لے کہ) وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کی تصدیق کی۔

(میرے عزیز! جان لے کہ:) علم کا رشتہ عمل سے ہے اور عمل کا تعلق اخلاص سے، اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم و عمل سے اپنے معبود کی خوشنودی حاصل کرے۔ (اور تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ:) محدثین، فقہا اور صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللہ میں علم و عمل کے لحاظ سے تفاوت ہیں اور یہ اپنے مقاصد و درجات کے اعتبار سے فضیلت میں باہم یکساں نہیں۔ جیسا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے ان کی باہمی فضیلت و درجات کے بارے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط . ترجمہ کنز الایمان: اور ان کے جن کو علم

دیا گیا (اللہ تعالیٰ) درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸، مجادلہ، آیت ۱۱)

اور فرمایا:

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا . ترجمہ کنز الایمان: اور ہر ایک کے

لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔ (پ ۸، انعام، آیت ۱۳۲)

نیز فرمایا:

انظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى

بَعْضٍ (پ ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۲۱) میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی۔

پس اگر کسی کو دین کے اصول و فروع، حقوق و حقائق اور حدود و احکام کی ظاہر اباطناً سمجھ نہ آئے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان تینوں اصناف (یعنی محدثین و فقہاء اور صوفیہ رَحْمَتُهُمُ اللہ) کی طرف رجوع کرے کہ ان تینوں اصناف کے لوگ علم و عمل، حقیقت اور حال سے بہرہ ور ہوتے ہیں، (لیکن یہ یاد رہے کہ ان میں سے) جو جس مقام پر فائز ہوتا ہے وہ فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔“ (اللمع، باب البیان عن علم التصوف، ص ۲۱ تا ۲۳، دار الکتب الحدیثہ، مصر)

امام ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سائل کو یہ عمدہ جواب دینے کے بعد محدثین و فقہاء کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کے مبارک طریقے پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

بعد ازاں فرماتے ہیں: ”صوفیہ کرام رَحْمَتُهُمُ اللہ کے تمام طبقات عقائد میں محدثین و فقہاء سے کامل اتفاق رکھتے ہیں اور جو صوفیہ علمی لحاظ سے فقہاء و محدثین کے مرتبہ کے نہیں وہ قوانین حدود و شریعت کے مشکل مسائل کے حل کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس مسئلے پر ان کا اتفاق ہوا سے تسلیم کر لیتے ہیں اور جہاں محدثین و فقہاء میں اختلاف ہو وہاں صوفیہ (رَضِيَ اللہ عَنْ جَمِيعِهِمْ) کا طریقہ کار یہ ہے کہ احسن اولیٰ اور اتم و اکمل کو اپنایا جائے تاکہ اللہ رب العزت نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان پر انتہائی احتیاط سے عمل ہو سکے۔ نیز صوفیہ کے مذہب میں دینی معاملات میں کسی طرح کی رخصت، تاویل، آسائش ڈھونڈنے اور شبہات کو راہ دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(امام ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: ”میرے عزیز!) یہ جو کچھ بیان ہوا یہ تو صوفیہ کے اُس طرز عمل کی بابت تھا جو وہ فقہاء و اصحاب حدیث (محدثین) کے ظاہری متداول علوم کے بارے اپناتے ہیں لیکن اس کے بعد ان کے عمل کا ایک اور درجہ ہے اور وہ ہے ”درجات عالیہ کی طرف بڑھنا“ (اے حق کے طلب گار تجھے معلوم ہونا

چاہیے کہ) صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللہ تعالیٰ، انواعِ عبادت، حقائقِ طاعات، اور اخلاقِ جمیلہ کے جن بلند ترین احوال و منازل پر فائز ہوئے اور جن اسرار و رموز سے خاص ہوئے وہ ان کے علاوہ علماء و فقہاء اور محدثین کو نصیب نہیں ہوئے،

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (پ ۶، مادہ، آیت ۵۴)

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(ایضاً، باب ذکر الصوفیہ و طبقاتہم..... ص ۲۸)

اسی طرح امام ابو نصر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ صوفیہ کی تعریف و توصیف کے بعد کہتے ہیں: ”ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا: آپ نے اصحابِ حدیث (محدثین کرام) کو علمِ حدیث اور فقہاء کو علمِ فقہ کی طرف تو منسوب کیا مگر صوفیہ کو کسی حال اور علم کی طرف منسوب نہیں کیا؟ تو میں نے کہا: صوفیہ کرام کو کسی ایک صفت یا علم کی کسی قسم کی طرف منسوب نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معدنِ علوم (علوم کی کان) اور جمیع احوالِ محمودہ اور اخلاقِ شریفہ سے متصف ہوتے ہیں، ہمہ وقت منازلِ ترقی طے کرتے رہتے ہیں اور قربِ الہی میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور ہر لحظہ رب ذوالجلال سے قرب کے مشاق رہتے ہیں تو ایسی حالت میں انہیں کسی مخصوص علم یا حال سے نسبت دینا ممکن نہیں رہتا اس لیے میں نے ان کے ظاہری لباس (صوف) سے ہی انہیں منسوب کیا، کیوں کہ صوف (یعنی اُون) کا لباس انبیاء علیہم السلام زیب تن فرماتے اور یہ اولیاء و اصفیاء کا شعار رہا ہے اور اس بابت بہت زیادہ روایات و اخبار ہیں۔ نیز اگر میں نے انہیں لباسِ ظاہری کی مناسبت سے ایک نام (یعنی صوفی) سے یاد کیا ہے تو یہ بھی ان کے جمیع علوم، اعمال، اخلاق اور احوالِ شریفہ محمودہ کا پتا دیتا ہے۔

(اے سائل!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ (قرآن پاک میں) رب تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ روح اللہ

عليه الصلوة والسلام کے خواص واصحاب کا ذکر کیا تو ان کے ظاہری لباس کی مناسبت سے فرمایا: ﴿الْحَوَارِثُونَ﴾ (پ ۳، ال عمران آیت ۵۲۔ پ ۷، مائدہ، آیت ۱۱۲، پ ۲۸، صف، آیت ۱۴) اور انہیں ”حَوَارِثُونَ“ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سفید رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تو پروردگار جَلَّ جَلَالُهُ نے انہیں اسی لباس کی طرف منسوب فرمایا۔ ان کے علوم و اعمال اور احوال کی کسی قسم کی طرف منسوب نہیں کیا، (پس) میرے نزدیک صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تعالیٰ کو بھی علوم و احوال کی کسی قسم کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ لباسِ ظاہری (صوف)

کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے۔ (ایضاً، باب الکشف عن اسم الصوفیة، ص ۴۰، ۴۱)

امام ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: (پھر مجھ سے) سائل نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِينَ اور ان کے بعد کے لوگوں میں تو صوفیہ کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اگر تذکرہ ملتا ہے تو صرف عُثْبَانُ و زُبَادُ و سِیَاحِیْنُ اور فقرا و صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِينَ کا ملتا ہے، آخر کیوں؟

تو ہم اللہ پاک کی توفیق سے کہتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی اپنی حرمت اور خصوصیت ہے اور جن نفوسِ قدسیہ کو شرفِ صحبت نصیب ہوا انہیں ”صحابی“ کے علاوہ کسی نام سے موسوم کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

(اے سائل!) کیا تجھے پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ زَاهِدُونَ، عَابِدُونَ، مَتَوَكِّلِينَ، فَقَرَاءُ، رَاضِينَ، صَابِرِينَ اور مُخْتَبِتِينَ وغیرہ کے امام تھے اور ان کو جو بلند مقام ملا یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ہی کی برکت سے ملا۔ تو اس لیے ”صحابی“ ہونا خود سب احوال سے بڑھ کر ہے اور اس سے بڑی کوئی فضیلت نہیں۔“

امام ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: ”کچھ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں: صوفی بعد

کے زمانہ کی ایک خود ساختہ اصطلاح ہے جسے بغدادیوں نے ایجاد کیا حالانکہ یہ بات درست نہیں کیوں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۱۰ھ) جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا۔ فرماتے تھے: میں نے طوافِ کعبہ کے دوران ایک صوفی کو ملاحظہ کیا تو اسے کچھ دینا چاہا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دوایتیق موجود ہیں جو مجھے کافی ہیں۔

اسی طرح سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں: اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی باریکی نہ جان سکتا۔ نیز اخبار مکہ نامی کتاب میں محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہ سے مروی ہے کہ قبل از اسلام مکہ مکرمہ میں ایک ایسا دور بھی آیا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا اس وقت دور دراز سے ایک ”صوفی“ آ کر طواف کر جاتا تھا۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام سے قبل بھی لفظ ”صوفی“ معروف تھا جس کا اطلاق اہل فضل و اصلاح پر ہوتا۔“

(اللمع، باب الرد علی من قال لم نسمع بذكر الصوفية في القديم..... ص ۴۲، ۴۳)

قارئین رسالۃ المسترشدین! حضرت ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان ملفوظات کو ملاحظہ کرنے سے آپ کسی حد تک تصوف و صوفیہ اور ان کی روش سے متعارف ہو چکے ہوں گے اور یہاں ان ملفوظات کے اندراج کا مقصد بھی یہی ہے۔ کیوں کہ اس وقت جو کتاب آپ کے پیش نظر ہے اس کا موضوع ”تصوف“ ہے۔ اور ایک صوفی کو کیسا ہونا چاہیے، یہ کتاب اس سلسلہ میں راہنما ہے۔

اس کتاب کے مصنف کا نام نامی اسم گرامی ویسے تو حارث ہے لیکن ”محاسبی“ مشہور ہوئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی ذات کا کثرت سے محاسبہ کیا کرتے تھے۔“

امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ و تصوف اور علم حدیث و کلام میں مسلمانوں کے امام ہیں۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، للسبکی، ج ۲، ص ۲۷۵، رقم ۶۱، محرر للطباعة والنشر والتوزیع ۱۴۱۳ھ)

نیز آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ (وفیات الاعیان، لابن خلکان، ج ۲، ص ۵۷، مخر صادر بیروت)

حضرت ابو عبد اللہ بن خفیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے: ”شیوخ میں سے (ان)

پانچ کی پیروی کی جائے اور بقیہ کے حالات انہی کے سپرد کر دیے جائیں کیوں کہ یہ علم

و حقائق کے جامع ہیں: (1) حضرت حارث بن اسد محاسبی (2) حضرت جنید بن محمد

(3) حضرت ابو محمد رویم (4) حضرت ابو العباس بن عطا (5) اور حضرت عمرو بن عثمان

مکی رحمہم اللہ تعالیٰ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، للسبکی، ص ۲۷۶ وغیرہ)

امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف موضوعات مثلاً: فقہ، زہد اور معتزلہ و روافض

کے رد میں قابل قدر کتب یادگار چھوڑیں جن کی تعداد تقریباً 200 تک پہنچتی ہے، اور

یہ تمام ہی فوائد کثیرہ کی حامل ہیں۔ لیکن زہد و تصوف اور تزکیہ نفس پر آپ کی تصانیف

عالیہ ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان سے بعد کے اجلہ صوفیہ مثل حجۃ الاسلام امام محمد

غزالی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔

امام محاسبی علیہ رحمۃ القوی کی کتب کے متعلق اپنے زمانہ کے مالکیہ کے امام حضرت

ابو محمد عبد الحق الصقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۴۶ھ) نے بہت عمدہ بات کی ہے،

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت! بندہ کون سی کتابوں کا مطالعہ کرے؟

تو آپ نے فرمایا: جو بندہ لوگوں کا امام اور مسائل و فتاویٰ میں ان کا مرجع بننے والا ہو

اس کے لیے اہم ترین فروع کا مطالعہ اور مسائل میں تفقہ حاصل کرنا ہے، کیوں کہ اس

کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ نیز اگر وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے لیے موطا

و بخاری وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ بھی بہتر ہے۔ رہا وہ آدمی جس کی طرف لوگ

رجوع نہیں کرتے تو اسے ایسی احادیث صحیحہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو فقہ، ادب، فضائل اور دل کو نرم کرنے والی باتوں پر مشتمل ہوں جس سے اس کی اپنی ذات کو نفع پہنچے۔

(لیکن امام محاسبی نور اللہ مرقدہ کی کتب کا معاملہ مختلف ہے) جو آپ کی کتب ہیں وہ مذکورہ دونوں قسم کے لوگوں (یعنی عوام و خواص دونوں) کے لیے اہمیت رکھتی ہیں کیوں کہ ان میں اعمال کی آفات اور صدق و اخلاص کے متعلق تحقیقی امور کا بیان ہے، علاوہ ازیں امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابیں حدیث و آداب کے فوائد (اور دیگر علوم نافعہ وغیرہ) کی بھی جامع ہیں تو جو کوئی آپ کی کتب کے مطالعہ سے روکتا ہے، فہو جاہل غالط بقدرہا و معرفتہا تو وہ جاہل، غلط کار اور ان کے مقام و مرتبہ کی معرفت سے ناواقف ہے۔“ (مقدمہ رسالۃ المسترشدين، ص ۵۹)

قارئین! زیر نظر تصنیف لطیف ”رسالۃ المسترشدين“ بھی امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نافع و کثیر الفوائد کتب میں سے ایک ہے جس کا مطالعہ ہر عام و خاص کے لیے بے حد مفید ہے، یہ کتاب نصیحتوں کے انمول پھولوں کا انتہائی حسین گلدستہ ہے۔ اگرچہ حضرت مصنف قدس سرہ نے اس میں مستقل ابواب قائم نہیں کیے مگر اس کے مشمولات پر عمل حصول مغفرت و جنت کے لیے کافی ہے۔ یہ کتاب ایک مشفق و مہربان ماں کی طرح قاری کو نصیحت کرتی ہے، تنہائی کی بہترین رفیق، انجمن میں بہترین مصاحب اور قرب خدا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی جس سے عوام کے لیے استفادہ ممکن نہیں تھا پس اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا بالفضل خضر حیات مدنی عطاری سلمۃ الباری نے اس کا اردو زبان میں نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ عمدہ و مختصر شرح بھی لکھ دی تاکہ خواص کے ساتھ عوام بھی اس سے خوب خوب استفادہ کر سکیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ میں نے اس ترجمہ کو بالاستیعاب (اول تا آخر) عربی نسخہ کے ساتھ پڑھا ہے، مَا شَاءَ اللَّهُ بہت خوب ترجمانی ہے۔ اللہ ب العزت مولانا کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور انہیں اپنی جناب سے نہ ختم ہونے والا اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

حضرت مترجم زید علمہ نے ”رسالة المسترشدين“ کا ترجمہ مجھے بھجوایا اور بطور مقدمہ کچھ لکھنے کا حکم کیا، ان کے اصرار پر میں نے حامی تو بھری لیکن کچھ مصروفیات و دیگر عوارض کی بنا پر کافی تاخیر ہو گئی۔ بہر حال یہ چند الفاظ میں نے نذیر قسط اس کر دیے ہیں اگرچہ مجھے پورا پورا احساس ہے کہ میں حق ادا نہیں کر سکا؛ کہاں امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے بحر العلوم کی کتاب اور کہاں مجھ جیسے کی یہ

سعی! چہ نسبت خاک و ابا عالم پاک

لیکن اپنے پروردگار عزوجل سے قبولیت کی امید کے ساتھ دعا گو ہوں: مَا لَكَ عَزَّوَجَلَّ میری یہ کوشش قبول فرمائے، قارئین کو اس سے مستفید فرمائے اور مجھے اخلاص کے ساتھ مزید اعمالی صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اپنے پروردگار کے رحم و کرم کا محتاج

محمد لقمان عفا عنہ الرحمن

28 محرم الحرام 1434ھ، 12.12.12، شب جمعرات 9:30

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ۝
 أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ .

دُرود شریف کی فضیلت

شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے "کالے بچھو" میں نقل فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! بے شک بروزِ قیامت اس کی دہشتوں اور حساب کتاب سے جلد نجات پانے والا شخص وہ ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر دنیا کے اندر بکثرت دُرود شریف پڑھے ہوں گے۔" (فردوس الاخبار)

ترجمہ و شرح کا پس منظر: بندہ کو "رسالۃ المسترشدین" کے ترجمہ و شرح کا خیال کیسے ہوا؟ اس کا معاملہ کچھ یوں ہوا کہ دعوتِ اسلامی کے عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی میں جب دورہِ حدیث کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو دیگر اساتذہ کرام کے ساتھ ساتھ قبلہ استاذِ محترم مفتی علی اصغر عطاری صاحب مدظلہ العالی سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ ایک دن دورانِ سبق قبلہ استاذِ محترم نے امام حارث محاسبی کی تصنیفِ لطیف "رسالۃ المسترشدین" کی تعریف تو صیف فرمائی، بندہ کو چونکہ تصوف کی کتب پڑھنے کا کچھ نہ کچھ شوق ہے اس لیے اس کتاب کے حصول کے لیے ایک مکتبہ سے اس کتاب کو حاصل کیا۔ اب اس بات کا شوق ہوا کہ تصوف کی یہ اولین کتاب جس کو تصوف کی دیگر کتب کے لیے ایک متن کی حیثیت حاصل ہے، اس کو کسی صوفی کے پاس باقاعدہ سبق کے طور پر پڑھنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ لیکن اب مسئلہ یہ بنا کہ پڑھائے کون؟ اس مقصد کی تکمیل کی خاطر مولانا اطہر صاحب کے پاس پہنچا جو

کہ تصوف سے اچھا خاصہ شغل رکھتے ہیں اور انہوں نے بندہ کی اولین تالیف ”شیطان کا بڑا بھائی“ پر نظر ثانی بھی فرمائی تھی، بہر حال میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان سے ”رسالۃ المستر شدین“ پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے عاجزی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تصوف کی اس عالیشان کتاب کو پڑھانے کا اہل نہیں ہوں آپ کسی صوفی عالم دین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کو پڑھیں، اور فرمانے لگے بزرگ لائن میں مفتی عبدالکریم سعیدی صاحب رہتے ہیں آپ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں امید ہے کہ وہ پڑھانے کی حامی بھر لیں گے۔ بندہ نے عرض کی کہ مفتی صاحب بزرگ لائن میں کون سی جگہ ہوتے ہیں تو اس پر انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور فرمانے لگے بس اتنا پتہ ہے کہ بزرگ لائن میں ان کا مدرسہ ہے۔ چنانچہ واپس جامعہ پہنچا اور اس جستجو میں لگ گیا کہ کسی طرح مفتی صاحب کے مدرسہ کا مکمل پتہ مل جائے چونکہ مفتی صاحب اتنی معروف شخصیت نہ تھے اس لیے ان تک پہنچنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا، اپنے دوست احباب و دیگر افراد سے مفتی صاحب کے مدرسہ کے بارے میں پوچھا لیکن مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن دعوت اسلامی کی علمی مجلس ”المدیۃ العلمیہ“ میں اپنے ساتھ کام کرنے والے مولانا عدنان چشتی صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں اور اس طرح انہوں نے مجھے قبلہ مفتی صاحب کے مدرسہ کا مکمل پتہ سمجھا دیا۔ بندہ پہلی ہی فرصت میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے قبلہ مفتی صاحب کی مسجد میں جا پہنچا، لیکن اس وقت ان سے ملاقات مقدر میں نہ تھی ہوا یہ کہ قبلہ مفتی صاحب ان دنوں دوہی گئے ہوئے تھے، ان کی واپسی کا معلوم کر کے واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد قبلہ مفتی صاحب کی زیارت کا شوق ایک بار پھر ان کی مسجد کی طرف کھینچ کر لے گیا، خوش قسمتی کہ اس بار ان سے ملاقات ہو گئی۔ سلام و دست بوسی کے بعد عرض کی: حضور! میں آپ سے تصوف کی یہ کتاب ”رسالۃ المستر شدین“ سبقاً سبقاً پڑھنا چاہتا ہوں، قبلہ مفتی صاحب نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرف تلمذ سے نوازنے کی حامی بھری۔ راقم الحروف نے عرض کی: حضور! میں کس وقت حاضر ہو جایا کروں؟ تو فرمایا: جس

وقت آپ کو آسانی ہو، اللہ اکبر آپ کی اس قدر نوازشوں کو دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا۔ بہر حال بندہ فیضانِ مدینہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگا اور سبق کا سلسلہ بھی چل نکلا، لیکن افسوس چند مسائل کی بنا پر میں مکمل کتاب نہ پڑھ سکا۔ اسی سال میرے والد حَفِظَةُ اللہ تعالیٰ کافی علیل ہو گئے تو جامعہ سے رخصت لے کر گھر آ پہنچا اور یہ کتاب بھی ساتھ لے آیا۔ فارغ اوقات میں مطالعہ کرنے کی کوشش کی لیکن والد صاحب کی علالت کی وجہ سے دل نہ جمتا، پھر اس طرف دھیان گیا کہ کیوں نہ ”رسالۃ المسترشدین“ کا ترجمہ شروع کر دوں، لیکن مسئلہ یہ بنا کہ اس وقت گھر میں لغت کی کوئی بھی کتاب موجود نہ تھی، لیکن یہ چیز مانع نہ ہوئی اور ترجمہ کا کام شروع کر دیا جہاں کچھ زیادہ مشکل الفاظ آتے تو ان کو چھوڑ دیتا یوں کرتے کرتے متعدد عبارات کے سوا مکمل کتاب کا ترجمہ ہو گیا۔ والد صاحب کی صحت یابی کے بعد جامعہ واپسی ہوئی تو بندہ نے عزیز دوست و ہم سبق مولانا سرفراز عطاری سے عرض کی کہ آپ اس ترجمہ پر نظر ثانی فرمادیں، انہوں نے اس طرح حامی بھری کہ دونوں مل بیٹھتے ہیں اور باہم مشورہ سے اس کی نظر ثانی اور رہ جانے والی مشکل عبارات کا ترجمہ کرتے ہیں، چنانچہ ہم دونوں مل بیٹھے اور تین دن کی مختلف نشستوں میں اس کی نظر ثانی بھی ہوئی اور چند عبارات کے سوا باقی مشکل عبارات کا ترجمہ بھی ہو گیا، ان عبارات کا بندہ نے بعد میں ترجمہ کیا، جب ترجمہ مکمل ہو گیا تو یہ ذہن بنا کہ اس کے مطالب کو واضح کرنے کے لیے اس کی مختصر شرح بھی کرنی چاہیے، چنانچہ اس کی شرح کا آغاز کیا اور بالآخر اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصالی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کرم سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ پھر میں نے اپنی تالیف کی اصلاح کی نیت سے ترجمہ و شرح کا مکمل مسودہ محقق اہلسنت قاری محمد لقمان صاحب کے طرف راوانہ کر دیا، انہوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بندہ کی درخواست کو قبول کر لیا اور اپنی علمی مصروفیت کے باوجود ترجمہ و شرح کی خوب نوک پلک سنواری اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

یاد رہے کہ قبلہ مفتی عبدالکریم صاحب سعیدی صاحب ۱۴۳۲ھ کو کراچی میں وصال فرما گئے رب

تعالیٰ ان کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کروں گا کہ جنہوں نے اس کام میں بندہ کی مدد کی خصوصاً قاری محمد لقمان صاحب اور مولانا سرفراز عطاری مدنی کہ انہوں نے اس ترجمہ میں نکھار پیدا کرنے کے لیے مفید مشورے عطا فرمائے، محمد قاسم عطاری گورب تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے شرح کے مواد کے متعلق مفید مشورے عطا فرمائے، اور مولانا فاروق عامر مدنی (صادق آباد) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے تعاون سے کتاب کی کمپوزنگ کا کام آسان ہوا، نیز مولانا عامر عطاری مدنی (مظفر گڑھ) اور ان طلبہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے جانفشانی کے ساتھ اس ترجمہ و شرح کی پروف ریڈنگ کا کام سرانجام دیا۔

رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب تعالیٰ بندہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے، نیز اسے مؤلف اور قارئین کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین

نزہۃ المتقین کا مختصر تعارف

”رِسَالَةُ الْمُسْتَرِشِدِينَ“ چونکہ کسی خاص موضوع پر نہیں لکھا گیا بلکہ نصیحتوں کی صورت میں تصوف کے متعدد مدنی پھول اس میں موجود ہیں، اس لیے اس کی شرح ”نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ“ میں کوئی ایک موضوع نہیں ہے بلکہ ”رِسَالَةُ الْمُسْتَرِشِدِينَ“ میں وارد مختلف مدنی پھولوں کی اس میں مختصر توضیح ہے، لیکن بعض چیزوں کو اس میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱)..... اصطلاحات مثلاً خوف ورجا، عقل، محاسبہ، صبر، فقر، غفلت، مراقبہ، وغیرہ کی صوفیانہ تعریفات۔

(۲)..... باطنی مہلکات مثلاً تکبر، حسد، ریاکاری، عجب، بدگمانی، حب جاہ، وغیرہ پر تفصیلی کلام

کیا گیا ہے، مثلاً ان کی تعریفات، آفات، اسباب، علامات، علاج، مراتب و حکم وغیرہ۔ مبلغین ان

میں سے ہر ایک موضوع پر اس کتاب کی مدد سے ایک کھل بیان کر سکتے ہیں۔

(۳)..... مُنْجِيَاتٌ مثلاً: توکل، شکر، صبر، خوف ورجا، غنودرگزر، خاموشی، تقویٰ، وغیرہ پر بھی تفصیلی

کلام کیا گیا ہے، مبلغین ان میں سے بھی ہر ایک موضوع پر اس کتاب کی مدد سے ایک مکمل بیان کر سکتے ہیں۔

(۴)..... ہر ایک موضوع کے تحت آیات، احادیث، اقوال اور واقعات لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۵)..... متن و شرح میں سے ہر ایک میں وارد احادیث و آثار و اقوال کی حتی الامکان مکمل

تخریج کی گئی ہے۔

(۶)..... احادیث کی شرح مستند شروحات سے بعینہ نقل کر دی گئی ہے۔

(۷)..... ماضی بعید کے اسلاف کے واقعات تو ہمیں کتابوں میں مل جاتے ہیں لیکن ماضی

قریب کے اسلاف کے ایمان افروز واقعات سے شروحات خالی تھیں بندہ نے یہ کوشش کی کہ

زیادہ سے زیادہ ماضی قریب کے اسلاف کے واقعات نقل کر دیئے جائیں اور اس کوشش کو عملی

جامہ بھی پہنایا گیا جو کہ اس شرح ”نزہۃ المتقین“ کا خاصہ ہے۔

(۸)..... اس شرح میں مفصل اور مختصر جن عنوانات کے متعلق کلام نقل کیا گیا ان کی تفصیل درج

ذیل ہے: خوف ورجا، محاسبہ، صبر، عیب ٹولنے کی ممانعت، غیبت کی مذمت، فقر کے فضائل

، تقدیر کا بیان، جھوٹ کی مذمت، تور یہ کا بیان، مظلوم کی بددعا، غفلت کی مذمت، مراقبہ کا بیان،

زری کا بیان، اسلاف کرام کے زری کے واقعات، بدگمانی کی مذمت، حسد کی مذمت، تکبر کی

مذمت، غفور درگزر کے فضائل، اسلاف کرام کے غفور درگزر کے واقعات، عجب کی مذمت، تقویٰ

کے فضائل، اسلاف کرام کے تواضع و انکساری کے واقعات، نیکی کی دعوت، اسلاف کرام کی طلبہ

پر شفقت کے واقعات، علم چھپانے کی وعیدیں، خاموشی کے فضائل، زبان کی آفات، توکل کے

فضائل، حب جاہ کی مذمت، ریا کاری کی مذمت، وغیرہ وغیرہ۔

ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی ڈیروی

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا مدینۃ الاولیاء ملتان

03155952526 03006759125

khizarattari1112@gmail

کچھ امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکمل نام ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی بصری ہے۔ آپ کی ولادت ”بصرہ“ میں ہوئی لیکن آپ کا مستقل قیام ”بغداد شریف“ میں رہا۔

محاسبی لقب ہونے کی وجہ: اپنے نفس کا کثرت کے ساتھ محاسبہ کرنے کی وجہ سے آپ ”محاسبی“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ نے جن سے روایت کی اور جنہوں نے آپ سے روایت کی:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یزید بن ہارون اور ان کے ہم عصر لوگوں سے حدیث روایت کی ہے اور آپ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھی شاگرد ہیں۔ جبکہ آپ سے روایت کرنے والے ابو العباس بن مسروق، احمد بن عبد الجبار صوفی، امام الطائفہ شیخ جنید بغدادی، اسماعیل بن اسحاق سراج، ابو علی بن حسین خیران، احمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، وغیرہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت واعظ: آپ واعظ بے بدل تھے زبان کی فصاحت، بیان کی عمدگی اور قلب کی صفائی سے مزین تھے۔ جب کسی واقعہ کو ترغیباً یا ترہیباً بیان کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ سامعین آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے اور اعضا سے اسے محسوس کر رہے ہیں، بات ختم کرنے سے قبل انسان کو قائل کر کے اس کے دل کو اطمینان سے معمور کر دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت مصنف: آپ کی تصنیفات و سوانح کا قلع قمع کرنے والی اور مقام ترہیب میں صدق و یقین اور مشاہدہ کی حامل ہیں کہ اکثر سرگوشی کے انداز میں بندے کو رلا دیں۔ دوزخ اور اس کے ہولناک مناظر سے ڈرانے میں ان کا ناصحانہ انداز اور مخلصانہ نصیحت کا اظہار ہوتا ہے اور بعض اوقات کوئی بات سمجھاتے ہوئے کلام کو ایسے طویل کر دیتے ہیں کہ جیسے شفیق باپ اپنے بیٹے کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہوئے کلام کو طول دے دے حتیٰ کہ انسان فعل چھوڑنے پر تیار ہو جائے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی تصانیف کی تعداد: آپ کی تصانیف کے بارے میں امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ”ان کی کتابوں کی تعداد 200 تک ہے۔ اور ان میں اکثر زہد، تصوف و سلوک میں ہیں، بہت سی کتب عقائد میں معتزلہ، قدریہ اور روافض کے رد میں ہیں اور کچھ کتابیں فقہ و احکام میں ہیں۔ آپ کی کتب کثیر فوائد و منافع پر مشتمل ہیں، خصوصاً تصوف، تزکیہ نفس اور روحانیت میں بعد والوں کے لیے حتیٰ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے بھی اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔“

(التعلیقات علی رسالۃ المسترشدین، ص ۴۰، ۴۲، دار السلام)

امام غزالی و امام محاسبی: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”محاسبی تصوف میں امت کے امام ہیں، ان کو نفس کے عیوب اور اعمال کی آفات کے متعلق بحث کرنے والوں میں سب پر فوقیت حاصل ہے اور آپ کے کلام کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے بعینہ نقل کیا جائے۔“

(احیاء العلوم، ج ۳، ص ۲۶۴، دار المعرفۃ بیروت)

امام قناسین کی تالیفات: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند مشہور تصنیفات کے نام ملاحظہ ہوں،

(۱).....الرعاية لحقوق اللہ تعالیٰ

(۲).....التوہم

(۳).....رسالۃ المسترشدین

(۴).....رسالۃ الوصایا

(۵).....آداب النفوس

(۶).....شرح المعرفۃ

(۷).....بدامن اناب الی اللہ تعالیٰ

- (۸).....المسائل فی الزہد
- (۹).....المسائل فی اعمال القلوب والجوارح
- (۱۰).....المکاسب والورع والشبہة
- (۱۱).....ماہیة العقل ومعناه واختلاف الناس فیہ
- (۱۲).....البعث والنشور
- (۱۳).....کتاب فی الدماء
- (۱۴).....کتاب التفکر والاعتبار
- (۱۵).....رسالة المراقبہ
- (۱۶).....التنبیہ فی اعمال القلوب فی الدلالة علی وحدانیة اللہ تعالیٰ
- (۱۷).....کتاب العظمة
- (۱۸).....القصد والرجوع الی اللہ تعالیٰ .
- (۱۹).....کتاب النصائح
- (۲۰).....مختصر کتاب فہم الصلوة
- (۲۱).....کتاب الرضا
- (۲۲).....فہم القرآن
- (۲۳).....فہم السنن .

(التعلیقات علی رسالة المسترشدين، ص ۶۴، ۶۵، ۶۶، دار السلام)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۲۳۲۳ھ کو بغداد میں ہوا۔

رِسَالَةُ الْمُسْتَرْشِدِينَ

(اے طالب خیر!) یہ بات جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات و حکم کی معرفت رکھنے والے عقل مندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اپنے قرب خاص کے لیے) چن لیا، ان کا تذکرہ وفاداروں میں کیا اور ان کو اخلاقِ حسنہ اور خوف^(۱) و خشیت جیسے اوصاف سے متصف فرمایا۔

نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ

(۱)..... خوف کنی تعریف: ناپسندیدہ شے کے لاحق ہونے یا پسندیدہ شے کے فوت ہو جانے کے ڈر سے دل کا بے قرار ہونا۔

عوام کا خوف: سزا ملنے یا ثواب کے ضائع ہونے کا خوف کرنا۔

خواص کا خوف: سزا ملنے اور قرب کی دولت کے زائل ہو جانے کا خوف کرنا۔

اخص الخواص کا خوف: سوء ادب کی وجہ سے محبوب ہو جانے کا خوف کرنا۔

(رسائل لاحمد بن عحییہ برمسالة: معراج النشوف لبی حقائق التصوف، ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

صوفیہ خوف کے ساتھ رجا (رحمت کی امید) کا بھی ذکر فرماتے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رجا و خوف دونوں کے متعلق مختصر کلام یہاں نقل کر دیا جائے اولاً رجا کی تعریف و مراتب ملاحظہ ہوں۔

رَجَا کی تعریف: محبوب کی انتظار میں دل کا راحت محسوس کرنا بشرطیکہ بندہ اس کے اسباب میں سہمی بھی کرے ورنہ وہ انتظارِ رجا نہیں بلکہ تمنی و دھوکہ کہلائے گا۔

عوام کا رجا: حصولِ ثواب کے ذریعے کوئی اچھا مقام حاصل کرنے کی امید۔

خواص کا رجا: رضا و قرب کے حصول کی امید۔

اخص الخواص کا رجا: مرتبہ شہود کے حصول کی امید اور معبود عَزَّوَجَلَّ کے

اسرار میں ترقی کی امید۔ (ایضاً، ص: ۲۱۵)

خوف و رجا کی اہمیت: دل کے لیے خوف و رجا ایسے ہیں جیسے پرندے کے لیے

پر، کہ پرندہ ان کے بغیر اڑ نہیں سکتا۔ عارفین کے نزدیک اکثر اوقات رجا (رب تعالیٰ کی رحمت کی امید) کو جبکہ صالحین کے نزدیک اکثر اوقات خوف (رب تعالیٰ کے عذاب کا خوف) کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (ایضاً، ص: ۲۱۵)

خوف افضل ہے یا رجا: حالتِ صحت میں بندے کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ خائف و راجی رہے اور اس کا خوف و رجا دونوں برابر ہیں جبکہ حالتِ مرض میں افضل یہ ہے کہ صرف رجا رکھے۔ (ریاض الصالحین، ص ۱۷۹، کراچی)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی خوف و رجا کی اہمیت و افضلیت پر احیاء العلوم میں نہایت ہی نفیس بحث فرماتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کا خلاصہ یہاں نقل کر دیں، چنانچہ امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”خوف و رجا میں سے ہر ایک کی افضلیت پر بہت سی احادیث وارد ہیں اس لحاظ سے ان فضائل کو پڑھنے والا اس شک میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خوف و رجا میں سے کون سی چیز افضل ہے؟ اور کسی کا یہ سوال کرنا کہ خوف افضل ہے یا رجا؟ سرے ہی سے غلط ہے، کیونکہ یہ سوال اسی طرح ہے کہ کوئی یہ سوال کرے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی؟ تو اس کا یہی جواب ہوگا کہ بھوک کے لیے روٹی بہتر ہے اور پیاس کے لیے پانی بہتر ہے۔ اگر کسی کو بھوک و پیاس دونوں لگی ہوئی ہوں تو جو غالب ہوگی وہی بہتر، اگر بھوک غالب ہے تو روٹی اور اگر پیاس غالب ہے تو پانی بہتر ہوگا اور اگر یہ بھوک و پیاس کا غلبہ برابر ہو تو پانی و روٹی دونوں کی اہمیت برابر ہوگی۔ خوف و رجا دونوں ایسی دوائیں ہیں کہ جس کے ذریعے دلوں کا علاج کیا جاسکتا ہے تو ان کی اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی کہ جتنی دل میں بیماری موجود ہوگی۔ اگر اللہ عز و جل کے عذاب سے بے خوفی اور دھوکہ میں مبتلا ہونے کا مرض دامن گیر ہے تو اب خوف افضل ہوگا اور اگر ناامیدی کا دل پر غلبہ ہے تو.....“

..... اس صورت میں رجا افضل ہوگی، اسی طرح اگر بندے پر گناہوں کی گندگی غالب ہے تو پھر خوف افضل ہوگا۔ (مذکورہ تفصیل سے قطع نظر معتدل حالت میں اگر محض) خوف ورجا کو دیکھیں تو رجا افضل ہے کیونکہ منبع رجا بحر رحمت ہے جبکہ منبع خوف بحر غضب ہے۔ جو شخص اللہ عزوجل کی ایسی صفات کا لحاظ رکھے گا جو کہ لطف و کرم اور رحمت کی مقتضی (تقاضا کرنے والی) ہوں تو ایسے شخص پر محبت کا غلبہ ہوگا جبکہ محبت کے مقام کے بعد کوئی اور مقام نہیں ہے اور خوف کا سبب یہ بات ہوتی ہے کہ بندے کی تو جہ اللہ عزوجل کی ایسی صفات کی طرف ہو جاتی ہے جو کہ درستی (سختی) کی مقتضی (تقاضا کرنے والی) ہوتی ہیں تو اس التفات میں محبت کا میلان رجا جیسا نہ ہوگا، لیکن اکثر لوگوں پر رجا کی بہ نسبت خوف زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے اسی لیے خوف ورجا دونوں ہی معتدل حالت میں مساوی درجہ کے حامل ہیں، اسی لیے یہ قول مشہور ہے: اگر مومن کے خوف ورجا دونوں کا وزن کیا جائے تو ان دونوں کا وزن برابر نکلے گا۔

امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے کے لیے انتہائی غرض و غایت یہ ہے کہ خوف ورجا دونوں ہی یکساں ہوں۔ اکثر لوگوں میں رجا کا غلبہ مغالطے میں مبتلا ہونے اور معرفت کم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان میں خوف ورجا دونوں کا ذکر ایک ساتھ فرمایا ہے مثلاً:

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ طَمَعًا . ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کو پکارتے ہیں

(السجدۃ: ۱۶) ڈرتے اور امید کرتے۔

مگر افسوس کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے افراد آج کہاں کہ جن کے خوف ورجا دونوں ہی برابر ہوں، اس لیے آج کل کے لوگوں کے حق میں مناسب و زیادہ بہتر غلبہ خوف ہی ہے بشرطیکہ خوف کے سبب ان پر مایوسی کے بادل نہ چھا جائیں کہ.....

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

انَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝
 الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا
 يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ
 يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ
 وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ
 سُوءَ الْحِسَابِ .

ترجمہ کنز الایمان: نصیحت وہی مانتے
 ہیں کہ جو عقل والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا
 عہد پورا کرتے ہیں اور عہد باندھ کر
 پھرتے نہیں، اور وہ کہ جوڑتے ہیں اس
 کو جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور
 اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی
 برائی سے ڈرتے ہیں۔

(رعد: ۱۹، ۲۰، ۲۱)

پس جس کے دل کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایمان کے لیے کشادہ فرما دیا، یقین اس کے دل
 میں پختہ ہو گیا اور ذات باری تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے اس نے وسیلہ کی
 تلاش میں رغبت کی تو ایسا شخص کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے حاصل شدہ

..... اب تو گناہوں کی مغفرت ہو ہی نہیں سکتی لہذا عمل کرنا فضول ہے، اس خیال سے عمل
 کرنا چھوڑ بیٹھے اور گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے اس صورت حال کو قنوط (ناامیدی)
 کہا جاتا ہے۔ خوف اس کا نام نہیں ہے کیونکہ خوف تو وہ حالت ہے کہ جس سے عمل کی ترغیب
 پیدا ہو اور تمام شہوات بری معلوم ہوں۔

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: موت کے قریب رجا کا غلبہ زیادہ
 مناسب ہے اس لیے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے جبکہ قبل از موت خوف کا غلبہ زیادہ مناسب
 ہے کیونکہ خوف سے شہوت کراگ سرد ہو جاتی ہے اور دل سے دنیوی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ملخصاً، ج ۴، ص ۱۶۴، ۱۶۵، دار المعرفۃ بیروت)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی منہاج العابدین میں خود ہی ایک سوال کرتے
 ہیں اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

.....سوال: کیا اکثر احادیث میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ترغیب نہیں آئی؟

جواب: اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حسن ظن نا فرمانیوں سے پرہیز، عذابِ الہی کا خوف اور اس کے حق بندگی میں کوشش کا نام ہے۔ یہ بات بھی جان لو کہ یہاں پر ایک اصول اور بہت ہی عمدہ نکتہ ہے جس میں اکثر لوگ غلطی کر جاتے ہیں۔ وہ نکتہ رجا اور تمنا و آرزو کے درمیان فرق ہے (اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ) رجا کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے جبکہ تمنا کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو: کوئی شخص کھیتی بوتا ہے اور اس میں خوب محنت کرتا ہے اور کھیتی کو غلہ کے کھلیان میں جمع کرتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس سے سوقفیز حاصل ہوں گے، یہ رجا (امید) ہے۔ ایک دوسرا آدمی جو نہ تو کھیتی بوتا ہے اور نہ ہی کسی دن کوئی کام کرتا ہے بلکہ سارا سال خوابِ غفلت میں پڑا رہتا ہے اور جب کھیتی کو کھلیان میں جمع کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس سے سوقفیز حاصل ہوں گے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تم یہ امید کس بنا پر کر رہے ہو؟ کیونکہ یہ تو بے بنیاد آرزو ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی و عبادت میں لگا رہتا ہے اور اس کی نا فرمانیوں سے بچتا رہتا ہے پھر یہ بات کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس ادنیٰ عمل کو قبول فرمائے گا، میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا، مجھے ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا، میری لغزشوں سے درگزر فرمائے گا اور میں اس کی ذات پر حسن ظن رکھتا ہوں تو یہ رجا و امید ہے۔ اور اگر معاملہ یہ ہو کہ بندہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے غافل رہے، بندگی و عبادت بھی ترک کیے رکھے، گناہوں کا بھی مرتکب ہوتا رہے، نہ تو اس کی ناراضی کی پرواہ کرے اور نہ ہی اس کی رضا کو حاصل کرنے کی جستجو کرے، اسی طرح اس کے وعدوں و وعیدوں کی بھی کوئی پرواہ نہ کرے۔ پھر ایسا شخص جنت کے حصول اور دوزخ سے نجات کی امید رکھے تو یہ رجا نہیں بلکہ تمنا و آرزو ہے کہ جس کی کوئی بنیاد نہیں اور اس کو رجا و امید کہنا غلطی و گمراہی ہے۔“

..... حدود شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اہل عقل (۲) کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہے۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جس کی طرف اس نے اپنے بندوں کو بلایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ
فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ
وَصُكُّم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ .

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ کہ یہ ہے میرا
سیدھا راستہ (۳) تو اس پر چلو اور، اور راہیں
نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں
گی (۴) یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں

(پ: ۸، انعام: ۱۵۳) پرہیزگاری ملے۔

(۲)..... عقل کی تعریف: عقل ایسا نور ہے کہ جس کے ذریعے فائدہ مند اور نقصان دہ شے کی تمیز کی جاتی ہے اور وہ نور اپنے صاحب کو گناہوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے، یا اس سے مراد ایسا نور روحانی ہے کہ جس کے ذریعے نفس علوم ضروریہ و نظریہ کو حاصل کرتا ہے۔ اس نور کو عقل اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے صاحب کو نامناسب چیزوں سے روکتا ہے۔

عقلِ سلیم کی علامات: عقلِ سلیم کی تین علامات ہیں: (۱) تقویٰ، (۲) سچائی، (۳) ترکِ فضولیات۔ (معراج التشفوف الی حقائق التصوف، ص ۲۳۳ تا ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳)..... اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کی درستی عبادت کی ادائیگی معاملات کی صفائی اور حقوق کا ادا کرنا سیدھا راستہ ہے، جو ان تینوں میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔ عبادات اور معاملات دو بازوؤں کی طرح ہیں جن میں سے ایک کے بغیر اڑنا ناممکن ہے۔“

(نور العرفان، پ: ۸، انعام: ۱۵۳)

(۴)..... صوفیہ کرام فرماتے ہیں: معاملات کی خرابی عبادات کی خرابی تک پہنچا دیتی ہے اور عبادات کی خرابی کبھی عقائد کی خرابی کا ذریعہ بن جاتی ہے، ترکِ مستحب ترکِ سنت کا

اور رسول اکرم شاہِ نبی آدم رسولِ مختتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ”تم پر میری اور میرے بعد میں آنے والے خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم
 ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو۔“ (۵)

اور ترکِ سنت ترکِ فرض کا ذریعہ ہے، چور کو پہلے دروازے پر ہی روکو اس

آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (نور العرفان، پ: ۸، انعام: ۱۵۳)

(۵).....الوداعی نصیحت: یہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت کا ایک حصہ ہے۔ اس کو امام ترمذی و امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اپنی اپنی سنن

میں روایت فرمایا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے: حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجتسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز

پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل

خوف زدہ ہو گئے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور میری بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت

کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر

اختلافات دیکھے گا تو (اس وقت) تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کی

پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے

پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر

بدعت (مبتدعہ) گمراہی ہے۔“

(اے طالب خیر!) جان لو کہ کتاب اللہ کا حق یہ ہے: اس کے حکم پر عمل کرنا خواہ امر ہو یا نہی، اس کی وعید سے خوف اور وعدہ پر امید رکھنا، اس کے مشتبہات پر ایمان رکھنا اور اس کے قصوں اور مثالوں سے نصیحت حاصل کرنا جب تم ان باتوں پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو اس وقت تم جہالت کے اندھیروں سے نکل کر نورِ علم میں اور شکوک و شبہات کی اذیت سے نکل کر یقین کی راحت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا ترجمہ کنز الایمان: اللہ والی ہے
 يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى مسلمانوں کا نہیں اندھیروں سے نور کی
 النُّورِ (بقرہ: ۲۵۷) طرف نکالتا ہے۔ (۶)

(6)..... نو مسلموں کو کفر سے نکال کر، گمراہی سے توبہ کرنے والوں کو گمراہی سے نکال کر، دائمی صالحین کو کفر و گمراہی سے بچا کر لہذا یہ آیت سب کو عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا والی ہونا اس طرح ہے کہ وہ خود مومنوں کا والی ہے اور اس کے انبیاء، اولیا بھی ان کے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (مائدہ: ۵۵) مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

لہذا اس آیت سے نبی ولی کی مدد کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى ترجمہ کنز الایمان: کہ تم لوگوں کو اندھیروں
 النُّورِ (ابراہیم: ۱) سے اجالے میں لاؤ۔

نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ وَبَيْنَ فَلَكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ تَرْجَمُهُ حَلَالٌ وَوَاضِحٌ هُوَ أَوْ حَرَامٌ وَوَاضِحٌ هُوَ أَوْ رَانَ كَمَا بَيْنَ مُشْتَبِهَاتٍ أُمُورٌ هِيَ“ (۷) (اے طالب خیر!) ان مشتبہ امور کو اختیار کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی ان کو ترک کر دے۔

(7)..... یہ اس روایت کا ایک حصہ ہے، جسے امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مذکورہ الفاظ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں، مکمل روایت یہ ہے: ”بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ وہ مشتبہ چیزیں حلال ہیں یا حرام ہیں، تو جس نے ان مشتبہ چیزوں کو اپنے دین و عزت کی حفاظت کے لیے ترک کر دیا تو وہ محفوظ رہا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا تو قریب ہے کہ وہ حرام میں مبتلا ہو جائے، وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو چراگاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا ہے، جس کے چراگاہ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ سن لو! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب البیوع، الحدیث: ۱۲۰۵، ج ۳، ص ۵۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے جب انسان کو بحکم: ”الدنیا خضر حلوة (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ النساء، ج ۲، ص ۱۲۲۵، ت)“ اس سبزہ زار شہد نما، ہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا محض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چن کر حد مقرر فرمادی، اور نو ابھی شرعیہ (شرعی ممنوعات) کی عام منادی سنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطہ کے اندر نہ چرنا! تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے، اسی جنگل میں رہتا ہے“

..... یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوپ لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے
 مگر خبردار!..... اس میں بالکل زہر بھرا ہے..... اب اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی،
 کچھ سب کو معلوم ہے کہ اسی قطعہ (ٹکڑے) کی ہے جس میں زہر ہے..... اور کچھ اس ٹکڑے
 سے بہت دور ہے..... جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں..... اور جو کچھ
 اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہ ہے کیا جانے شاید اس میں کی ہو۔

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش و خرد کی پاسداری تھی..... انہوں نے تو اس تختہ کی اور
 کوسوں کا طرار اُبھرا..... اور بھولی بھیسٹریں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ..... ابھی تو وہ ٹکڑا
 نہیں آیا ہے ابھی تو دور معلوم ہوتا ہے..... یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی
 گھاس نے کام تمام کیا۔

آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ..... اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے
 قریب سکھیا پسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا..... اور بجائے ایک روپیہ
 کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا..... کاش! ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے،
 ... قلب کی نگہداشت میں بجالاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کر لیتے
 ہیں کہ..... رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے ”حِمْی“ کہتے ہیں..... خدا اور سول کی
 سچی سلطنت..... قاہر بادشاہت میں ”حِمْی“ محرّمات شرعیہ ہیں..... جسے اپنے دین و آبرو کا
 خیال ہے شہات سے بچے گا کہ..... مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص ”حِمْی“ میں
 پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آ جائے۔

اپنے پیٹ کو، اور ان کی عزت برباد کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھو..... ہر ایک معاملہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور ہر آن خوفِ خدا رکھو۔“ (۹)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”مشرکین کی بھوک رو یہ انہیں تیر سے زیادہ سخت ہے۔“ (نزہۃ القلری، ج ۱، ص ۳۰۸ فرید بک سٹال) (۹)..... باطنی مہلکات، ان کی آفات، نفس کی معرفت، اس کی اقسام، خواہشات کی اقسام، ان کی معرفت، مجاہدہ کے فضائل، محاسبہ نفس کے رہنما اصول اور سلف و صالحین کے محاسبہ نفس کے دقائق کا مطالعہ کرنے کے لیے راقم الحروف کی تالیف ”شیطان کا بڑا بھائی“ کا مطالعہ کریں، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

محاسبہ کی تعریف: اوقات کے ضائع ہو جانے پر اپنے نفس پر عتاب کرنا۔ مُحَاسَبَہ دن کے آخری حصہ میں ہوتا ہے جیسا کہ مُشَارَطَہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہوتا ہے۔

(رسائل لاحمد بن عحیہ برسالة: معراج النشوف الی حقائق التصوف، ص ۲۱۸، دارالکتاب العلمیہ بیروت)

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں جبکہ ان کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس معاملہ میں سستی کی اور اپنے نفس کا محاسبہ نہ کیا۔ مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے: قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی کر دی گئی ہے۔“

پھر فرمایا: بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس سے کہتا ہے: اس سستی سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس سلسلے میں تیرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اور فرمایا: مومن دنیا میں قیدی کی طرح ہے جو اپنی آزادی کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے حتیٰ کہ،

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے“..... اپنے آپ کو جانچ لو قبل اس کے کہ تمہیں جانچا جائے..... اور اس عظیم دن (قیامت) کے لیے تیار ہو جاؤ کہ جس دن کوئی بھی شے مخفی نہ رہے گی۔“ (۱۰)

..... رب تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے اور اس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سمع (سننے)، بصر (دیکھنے)، لسان (بولنے) اور تمام اعضا کے بارے میں اس سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۷۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے: ”ہمارے شیوخ اپنے ہر قول و فعل پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے اور اس کو ایک رجسٹر میں محفوظ کر لیتے۔ نمازِ عشا کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کرتے اور رجسٹر کھول کر اپنے اقوال و افعال میں غور و فکر کرتے، اگر کوئی قول یا فعل قابلِ استغفار ہوتا تو استغفار کرتے اگر کوئی قول یا فعل قابلِ توبہ ہوتا تو توبہ کرتے اور اگر کوئی قول یا فعل قابلِ شکر ہوتا تو شکر کرتے، اس کے بعد وہ آرام کرتے۔“

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۵، ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(10)..... حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان امام ترمذی نے اپنی سنن میں ابواب صفۃ القیامۃ ج ۴، ص ۶۳۸ کے تحت نقل فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ”کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنا محاسبہ اس سے بھی زیادہ کرے جتنا کہ کوئی شریک اپنے ساتھی کا کیا کرتا ہے کہ اس کا کھانا اور پینا کہاں سے آیا۔“

(ترمذی، ج ۴، ص ۶۳۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(اے طالب ہدایت!) اپنے دین کے معاملہ میں خوفِ خدا کو اپنے دل میں بسالو،
 اپنے تمام معاملات میں اس کی رحمت کے امیدوار رہو، اور مصیبت کے وقت
 صبر اختیار کرو۔ (۱۱)

حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے گناہوں کے علاوہ
 کسی شے کا خوف نہ رکھو، اپنے رب غزوّوجلّ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو، جس
 چیز کا تمہیں علم حاصل نہیں ہے اس کو سیکھنے سے نہ شرمناؤ، اور جس چیز کا تجھے علم
 نہیں اس کے بارے میں اگر کوئی سوال کرے تو ”لَا أَعْلَمُ“ (میں نہیں جانتا) کہنے سے نہ
 شرمناؤ، (یہ بات یاد رکھو کہ صبر کو ایمان میں وہی حیثیت حاصل ہے جو نر کو جسم
 میں حاصل ہے کہ اگر سر کو کاٹ دیا جائے تو پورا جسم ہی جاتا رہے گا)۔ (۱۲)۔

(۱۱)۔ صبر کی تعریف: دل کو رب تبارک و تعالیٰ کے حکم پر ثابت قدم رکھنے کا نام صبر ہے۔

عوام کا صبر: طاعات کی بجا آوری اور مخالفتِ شرع کو ختم کرنے پر صبر کرنا۔

خواص کا صبر: ریاضات و مجاہدات پر صبر کرنا۔

(رسائل لاحمد بن عجمیہ برسالۃ: معراج النشوف الی حقائق التصرف، ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲)۔ (شعب الایمان، القول فی زیادۃ الایمان برقم: ۴۰، ج ۱، ص ۱۴۶، مکتبۃ الرشید ریاض)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ہے: ”علم تین ہیں: (۱) کتاب اللہ،

(۲) سنت رسول اللہ، (۳) اور ”لَا آفِرِی“ کہنا۔ (تاریخ ابن عساکر، ج ۱۷، ص ۳۱۸، دارالفکر

بیروت۔ جامع الصغیر، رقم: ۵۷۱۰، ص ۳۵۲، دارالفکر بیروت۔ فیض القدر شرح جامع

الصغیر، ج ۴، ص ۵۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”جب کسی سے سوال کیا جائے اور وہ اس کا علم نہ رکھتا ہو تو

”لَا آفِرِی“ یا ”لَا أَعْلَمُ“ یا ”اللہ أَعْلَمُ“ کہ دے، اس کا ”لَا أَعْلَمُ“ کہنا،

..... اس کی شان و عظمت کو کم نہ کرے گا جیسا کہ بعض جہلانگمان کرتے ہیں، کیونکہ ایک اچھے عالم دین کا بعض مسائل سے لاعلم ہونا اس کو ضرر نہیں دیتا، ہاں اس کا ”لَا أَعْلَمُ“ کہنا اس کے مرتبہ و عزت کو بلند ضرور کرے گا کیونکہ اس کا یہ کہنا اس کے دین کی پختگی، تقویٰ، طہارتِ قلبی، کمالِ معرفت اور حسن نیت پر محمول ہوگا۔ یہ جملہ کہنے سے وہی انکار کرے گا جس کی دیانت داری کمزور اور معرفت قلیل ہو ایسا شخص لوگوں کی نظروں سے گرنے کا تو خوف رکھتا ہے لیکن رب تعالیٰ کی بارگاہ سے دھتکارے جانے کا خوف نہیں رکھتا یہ اس کی جہالت اور دین کی کمزوری ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اربعہ تک سے یہ جملہ یعنی ”لَا أَدْرِی“ کہنا منقول ہے۔“ (فیض القلندر، ج ۴، ص ۵۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مسئلہ بتانے والے کے برابر ثواب، امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جَوَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کی خاطر نامعلوم مسئلہ میں خاموش رہے تو اس کو اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو مسئلہ بتا دے۔“ (احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب السادس، ج ۱، ص ۶۹، دارالمعرفة بیروت)

بعض اہل علم سے منقول ہے کہ ”لَا أَدْرِی“ کہنا سیکھو! ”أَدْرِی“ کہنا نہ سیکھو کیونکہ جب تم ”لَا أَدْرِی“ کہو گے وہ لوگ تمہیں سکھائیں گے، حتیٰ کہ تم جان لو گے اور اگر تم ”أَدْرِی“ کہتے رہے (اگرچہ تمہیں اس کا علم نہ ہو) تو تم سے اتنی کثرت سے سوال کریں گے کہ تم لا جواب ہو جاؤ گے۔“

(جامع بیان العلم و فضلہ، ج ۲، ص ۵۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ کی قسم یہ شخص عالم ہے، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عامر بن شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو کہ زمانہ تابعین کے ممتاز عالم دین تھے) سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”لَا أَدْرِی“۔ اس پر حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم یہ شخص عالم ہے کہ اس سے جب ایسے مسئلہ کے بارے میں سوال ہوا کہ جس کو یہ نہیں جانتا تھا تو اس نے ”لَا أَدْرِی“ کہہ دیا۔“ (التعلیقات علی رسالة المسترشدین، ص ۸۴، دارالسلام)

حضرت سیدنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْکَرِیْمُ کا ارشاد ہے: ”میری پانچ باتیں یاد رکھو!.....“

(امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) لہذا جب تو کوئی ایسی بات سنے کہ جو تجھے اپنی ذات کے معاملے میں غصہ دلائے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے، بے شک یہ عظیم کام ہے۔ (۱۳)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: ”خوفِ خدا رکھنے والا اپنے غصے کو تقویت نہیں دیتا اور نہ ہی ہر خواہش پر عمل پیرا ہوتا ہے، اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تم دیکھتے ہو اس کے سوا معاملات دیکھتے۔“ (امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) اپنے ارادوں کی حفاظت کر اور دوسروں کے عیب ٹٹولنے کے بجائے اپنی اصلاح میں مشغول ہو جا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ”آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ

..... (اور یہ ایسی عمدہ اور نایاب ہیں کہ) اگر تم اونٹوں پر سوار ہو کر بھی ان کو تلاش کرو تو اونٹ تھک جائیں گے لیکن یہ باتیں نہ مل سکیں گی (۱) بندہ صرف اپنے رب عزوجل سے امید رکھے، (۲) اپنے گناہوں کے سبب ڈرتا رہے، (۳) جاہل علم کے بارے میں سوال کرنے سے نہ شرمائے، (۴) اگر عالم کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اللہ اعلم کہنے سے نہ شرمائے، (۵) ایمان میں صبر کی حیثیت ایسی ہے جیسے جسم میں سر کی کہ جب سر کو کاٹ دیا جائے تو جسم سڑ جائے گا، جو صابر نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔“ (شعب الایمان، باب الصبر علی الصائب، ج ۱۲، ص ۱۹۵)

(13)..... چہرے پر تھوکنے، والے کو معاف کر دیا: حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں منقول ہے کہ جہاد میں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دشمن پہلوان پر قابو پایا اور قتل کرنے لگے تھے کہ اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ ولیوں کے سردار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا اور تلوار ڈال دی۔ کافر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس عمل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا:.....

.....
 میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قابو میں تھا پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا

دیکھ لیا کہ آپ کا غصہ ختم ہو گیا؟ کون سی ایسی شے دیکھ لی کہ میری جان بخشی کر دی؟

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس کافر سے فرمایا: جب تو نے میرے

چہرے پر تھوکا تو نفس میں اشتعال پیدا ہو، آدھا جہاد اور آدھا میری خواہش نفسانی میں بٹ

گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں تو شرکت نہیں، (اس لیے تمہیں چھوڑ دیا) کافر نے یہ بات سنی تو اس

کے دل میں ایک نور پیدا ہوا اور اس نے اپنے خاندان کے پچاس افراد سمیت کفر سے توبہ کر لی۔“

(مشنوی مولانا روم، ص ۱۴۹ تا ۱۵۶، دفتر اول، ملخصاً، خدیجہ پبلی کیشنز لاہور)

عیب ٹولنے کی ممانعت: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا (پ: ۲۶، الحجرات: ۱۲) ترجمہ کنز الایمان: اور عیب نہ ڈھونڈو۔

مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے: ”یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے

نچھے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا۔“

(خزائن العرفان، پ: ۲۶، الحجرات: ۱۲)

کتے کی شکل میں اٹھنے والے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الہمازون واللمازون والمشاؤون بالنميمة الباغون للبرآء العنت يحشرهم

اللہ فی وجوہ الکلاب یعنی: غیبت کرنے والوں، چغل خوروں اور پاکباز لوگوں کے عیب

تلاش کرنے والوں کو اللہ عزوجل (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔“

(الترعیب والترہیب، کتاب الادب، رقم: ۴۲۷۷، ج ۳، ص ۳۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عیب جو رسوا ہو جاتا ہے: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ولا تتبعوا

عوراتہم، فإنه من يتبع عورات المسلمين يتبع الله عورته“.....

..... نے فرمایا: تم سے روم، سندھ، ہند اور ترک تو محفوظ رہے لیکن تیرا مسلمان بھائی تجھ سے محفوظ نہ رہا۔ سفیان بن واسطی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی بھی کسی کا کوئی عیب

بیان نہیں کیا۔“ (البدایہ والنہایہ، اباس بن معاویہ، ج ۹، ص ۳۶۷، دار احیاء التراث العربی)

کسی کا عیب بیان کرنا بعض اوقات غیبت بھی ہوتا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غیبت کی تعریف بھی بیان کر دی جائے۔

غیبت کی تعریف: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیبت کی تعریف اس طرح بیان کی: ”غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔“

(بہار شریعت، جلد ۳، حصہ ۱۶، ص ۵۳۲، مکتبۃ المدینہ)

غیبت کی مذمت، اس کے جائز و ناجائز ہونے کی صورتیں، عمومی کی جانی والی غیبت کی سینکڑوں مثالیں اور اس کے علاوہ غیبت کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے ”فیضان سنت“ جلد ۲ کا باب ”غیبت کی تباہ کاریاں“ کا از ابتدا تا انتہا مطالعہ کریں آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ اس موضوع پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

..... لوگوں کے عیب تو اس پر آشکار ہوں لیکن اپنی ذات میں پائے جانے والے اسی طرح کے عیب اس کو نظر نہ آئیں، وہ لوگوں پر ان چیزوں کی وجہ سے ناراض ہو کہ جو خود بھی کرتا ہے، یا اپنے ہم نشین کو تکلیف پہنچائے یا لوگوں کے متعلق بے مطلب بات کہے۔“

(اے طالب ہدایت!) اپنی تدبیر پر بھروسہ کرنا چھوڑ دو اور اپنی عقل کو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے استعمال کرو اور تقدیر کی تبدیلی کے لیے اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریمؑ فرمادے ہیں: ”اے ابن آدم! مالذاری پر خوش نہ ہونا، فقر و تنگدستی میں مایوس نہ ہونا، آزمائش میں غمزدہ نہ ہونا اور فراخی کی زندگی پر خوش نہ ہونا کیونکہ جس طرح سونے کی جانچ آگ سے ہوتی ہے اسی طرح نیک بندے کی جانچ آزمائش کے ذریعے ہوتی ہے۔ (۱۳)

(۱۴)..... حضرت ابوعمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل تم میں سے ہر ایک کو مصیبت میں مبتلا کر کے آزماتا ہے جیسا کہ تم سونے کو آگ میں ڈال کر اسے آزماتے ہو (یعنی اس کی جانچ کرتے ہو) تم میں سے بعض تو اس مصیبت سے سونے کی طرح صاف دستھرے ہو کر نکلتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جن کو اللہ عزوجل گناہوں سے نجات عطا فرمادے۔ تم میں سے بعض اس مصیبت سے اس سونے کی طرح نکلتے ہیں کہ جس پر کچھ میل باقی ہو، یہ وہ ہیں کہ جن میں گناہوں کا کچھ میلان باقی ہو اور تم میں سے بعض اس مصیبت سے کالے سونے کی طرح نکلتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جن کو فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔“

(المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، رقم: ۷۸۷۸، ج ۴، ص ۳۵۰، دارالکتب العلمیہ)

(اے طالب خیر!) خواہشات کو ترک کیے بغیر تو اپنی مراد کو نہیں پاسکتا اور ناپسند امور پر صبر کیے بغیر تو اپنی آرزو تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ (۱۵)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سعادت بنیاد ہے: ”اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہو تم لوگوں میں سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے، (۱۲) اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء سے پرہیز کرو تم لوگوں میں سب سے بڑے متقی بن جاؤ گے، اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی فرض کردہ عبادات بجالاؤ تم لوگوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔ (۱۴)

(اے طالب خیر!) ارحم الراحمین ذات کی شکایت لوگوں کے پاس نہ کرو بلکہ ہر حال میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو تم اس کے خاص بندوں میں سے ہو جاؤ گے۔

(15)..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”جہنم کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو نفس کی مخالفت سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ج ۵، ص ۲۳۷۹، دار ابن کثیر)

(16)..... تھوڑے عمل سے راضی: حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وَمَنْ رَضِيَ بِالْقَلِيلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللَّهُ مِنْهُ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ“ جو اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائے گا۔“

(شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ج ۱۲، ص ۳۵۵، مکتبۃ الرشیدیہ)

(17)..... یہ روایت شعب الایمان، باب القدر خیرہ وشرہ، ج ۱، ص ۳۷۷ پر موجود ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (اے بیٹے!) لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہو جاؤ یہی غنی ہے اور لوگوں سے اپنی حاجات طلب کرنے سے پہلو تہی اختیار کرو کیونکہ یہی فقیر ہے، (۱۸)

(۱۸)..... فقر کی تعریف : ہاتھ کا دنیا سے خالی ہونا اور دل کا شکوہ کرنے سے باز رہنا۔

(رسائل لاحمد بن عحیہ رسالۃ: معراج النشوف لی حقائق التصوف، ص ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”فقر کے معنی ہیں خالی ہونا، فقیر وہ ہے جو مال سے خالی ہو۔ شریعت میں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال کم ہو، طریقت میں فقیر وہ ہے جس کا دل تکبر و غرور سے خالی ہو اور اس میں تواضع و انکساری اور مساکین سے محبت ہو۔ بے صبری والا فقر رب تعالیٰ کا عذاب ہے، اس کے متعلق (سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: فقر کبھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (شعب الایمان، ج ۹، ص ۱۲) اس باب (فضل الفقراء) میں اس فقر کی تعریفیں ہیں کہ مع صبر ہو۔“ (مرآة المناجیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ج ۷، ص ۵۴، مقادری پبلی کیشنز لاہور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِلْیَةِ وَالدَّلٰیةِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُظْلَمَ اَوْ اُظْلَمَ . اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ میں تیری پناہ مانگتا ہوں فقیری، (اخلاق کی) کمی اور ذلت سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ستاؤں یا ستایا جاؤں۔“

(السنن للنسائی، کتاب الاستعاذۃ باب الاستعاذۃ من الفلۃ، ج ۲، ص ۳۱۴، مکتبہ مدنی کتب خانہ)

اس حدیث پاک کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”فقیری سے مراد دل کی فقیری ہے یا قناعت نہ ہونا یا مال کی فقیری جو کفر اور گناہوں تک پہنچا دے۔ صوفیہ فرماتے ہیں: ”فقر کے معنی ہیں پیٹھ توڑنے والی چیز، یہ چار قسم کا ہے:

(۱)..... حاجتوں اور ضرورتوں کا پیش رہنا، یہ سارے انسانوں کو ہے،.....

.....رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ“ (اور تم سب محتاج ہو، پارہ ۲۶، ج ۳۸)

(۲) ضروریات کا پورا نہ ہونا جس سے انسان زکوٰۃ لینے کے قابل ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

”إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ“ (زکوٰۃ انہیں لوگوں کے لیے ہے، محتاج.....، پارہ ۱۰، توبہ: ۶۰) (۳)..... دل

کی ہوس، (۳)..... رب تعالیٰ کی محتاجی۔ حضور علیہ السلام نے تیسرے فقر سے پناہ مانگی ہے۔ پہلے اور

چوتھے فقر میں فرق یہ ہے کہ پہلا اضطراری ہے اور چوتھا اختیاری ہے جو انبیا اور خاص اولیا کو حاصل

ہوتا ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۷۴، قادری پہلی کیشنز لاہور)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ“ (اے اللہ!

میں کفر اور فقیر سے تیری پناہ لیتا ہوں) ایک شخص نے عرض کی: کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ فرمایا: ہاں۔“

(السنن للنسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من شر الکفر، ج ۲، ص ۳۱۶، قدیمی کتب خانہ)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”کیونکہ فقیر

بے صبرے عموماً چوری، جھوٹی گواہی دے کر گناہ تو کیا ہی کرتے ہیں مگر کبھی ایسی شکایتیں کر ڈالتے

ہیں جو صریح کفر ہوتی ہیں یہاں وہی فقر مراد ہے، ”الْفَقْرُ فَخْرِي“ والا فقر کچھ اور ہے۔“

(مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۸۲، قادری پہلی کیشنز)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں ہی وہ پہلا شخص ہوں کہ جو جنت کی زنجیر کو ہلائے گا پس اللہ عزوجل

اسے میرے لیے کھولے گا، اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقرا مسلمان

ہوں گے اور میں یہ بات فخر یہ نہیں کہتا۔“

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی، ج ۵، ص ۵۸۷، دار احیاء التراث العربی)

..... اس حدیث پاک کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اس فرمانِ عالیشان کی شرح وہ حدیث ہے کہ فقرا بمقابلہ اغنیاء کے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“ (ترمذی، کتاب الزہد، باب فضل الفقراء، ج ۴، ص ۵۷۸، دار احیاء التراث العربی) خیال رہے کہ یہاں فقر سے مراد محتاج الی الخلق (مخلوق کی محتاجی) نہیں کہ یہ فقیری تو نفس کی ہے جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، بلکہ اس سے مراد محتاج الی اللہ (رب تعالیٰ کی محتاجی) ہے، جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے فخر فرمایا، ”الْفَقْرُ فَخْرِي“۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو عدم (کسی بھی شے کے نہ ہونے) کے وقت صابر اور وجود (کسی شے کے موجود ہونے) کے وقت باذل (خرچ کرنے والا) و خنی ہو، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت میں آخر میں پہنچیں گے کیونکہ وہ مال کے غنی تھے، دل کے فقروا لے۔“ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۷، ضیاء القرآن)

نوٹ: روایت، ”الْفَقْرُ فَخْرِي“ کو محدثین کی ایک جماعت نے موضوع قرار دیا ہے۔

(المقاصد الحسنیة، ص ۴۸۰)

حضرت جعفر خلدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میں نے چھ سو مشائخ کی خدمت کی لیکن چار مسائل میں مجھے تشریحی حاصل نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسائل کے بارے میں سوال کر لو!

میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! عقل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق غور و فکر نہ کرے۔ میں نے عرض کی: توحید کیا ہے؟ فرمایا: جس چیز کا وہم ہو یا فہم جس کو واضح کرے.....

اور جب تم نماز پڑھو تو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو، (۱۹) یہ بات بھی یاد رکھو کہ تم اس وقت تک حلاوتِ ایمان کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اس بات پر ایمان نہ لے آؤ کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ (۲۰) حق بات کہو اور خود بھی اس پر عمل کرو اس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری بصیرت اور نورِ ایمان میں اضافہ فرمادے گا۔ اس شخص کی طرح نہ ہونا جو لوگوں کو توہین کی کا حکم کرے لیکن خود اس پر عمل پیرا نہ ہو ورنہ تمہیں اس کے وبال اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

..... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ماسوا ہے۔ میں نے عرض کی: تصوف کیا ہے؟ فرمایا: دعووں کو ترک کر دینا۔ میں نے عرض کی: فقر کیا ہے؟ فرمایا: فقر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جس نے اس کو پوشیدہ رکھا تو اس کا اہل ہے اسے اس میں ترقی عطا فرمائے گا۔ جس نے اس کو ظاہر کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس فقر کو سلب فرمائے گا۔ (رسائل لاحمد بن عیہ: معراج المشرف لی حقائق تصوف، ص ۲۲۷-۲۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(19)..... الوداعی نماز: ہمارے اسلاف اس قول کے بہترین نمونہ تھے، چنانچہ علامہ

ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں: ”مشہور تابعی بزرگ حضرت عبدالرحمن بن ابونعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اگر یہ کہا جاتا کہ ملک الموت آپ کی روح قبض کرنے آرہے ہیں تو وہ (کثرتِ عبادت کے سبب) اپنی عبادت پر کچھ بھی زیادتی نہ کر سکتے۔“ (تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۱۸۸، دارالفکر بیروت)

(20)..... تقدیر کی تعریف: ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدر فرما

دی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔“ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۱۱، مکتبۃ المدینہ)

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا

لَا تَفْعَلُونَ (صف: ۳) ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ (۲۱)

نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو دوسروں کو تو نصیحت کرے اور خود نصیحت نہ پکڑے، لوگوں کو ڈرائے اور خود نہ ڈرے اور لوگوں کو تو برے کاموں سے روکے اور خود نہ روکے تو وہ خسارے میں ہے۔“

(اے طالب خیر!) عاقل و متقی کے سوا کسی سے میل جول نہ رکھو اور صاحب بصیرت عالم کے سوا کسی کے پاس مت بیٹھو! (۲۲) کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی ہمارے ہم نشینیوں میں سے بہترین ہم نشین کون ہے؟

(21)..... اس سے ما قبل آیت میں ارشاد فرمایا: ترجمہ: کنز الایمان: ”اے ایمان والو! کیوں

کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔“ ان آیات کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اس آیت میں بہت سی صورتیں داخل ہیں لوگوں کو اچھی باتیں بتائے مگر خود عمل نہ کرے۔ یعنی بے عمل واعظ مزید آگے چل کر فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ عالم واعظ کو باعمل ہونا چاہیے۔“ (نور العرفان: ص ۸۸۰)

اسلاف میں ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا: ہمیں حدیث سنائیے! تو انہوں نے فرمایا: کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں وہ کہوں جو میں نہیں کرتا اور اس طرح میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضی کا سامان کروں۔ (روح البیان، ج ۹، ص ۴۹۴، کولتہ)

(22)..... علما کی مجالس، حضرت حسن بصری علیہ رحمۃ القوی کا ارشاد گرامی ہے: ”دنیا تمام

کی تمام تاریک ہے سوائے علما کی مجالس کے۔“

..... تو ارشاد فرمایا: جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، جسے دیکھ کر تمہیں

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی یاد آ جائے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔“ (۲۳).....

(23)..... یہ روایت علامہ سیوطی علیہ رَحْمَةُ الْقَوِي نے جامع الصغیر (حدیث: ۳۹۹۵) میں نقل کی ہے۔

اس فرمان کی شرح کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیض القدر میں

فرماتے ہیں: ”حکیم ترمذی فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں ظاہر ہوتی

ہیں، ان سے قرب خداوندی کی رونق، عظمتِ باری تعالیٰ کی ہیبت اور انس و وقار ظاہر ہوتا

ہے۔ ان پر اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و قدرت کے آثار کے سبب جب کوئی ان کی زیارت کرتا ہے تو

اس کے دل میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ انسان کا دل ان تمام اشیا کا سرچشمہ ہے اور

نور کی جائے قیام ہے، آدمی کا چہرہ دل سے فیض حاصل کرتا ہے پس جب دل پر ذاتِ باری تعالیٰ

کے نور کی جلوہ پاشی ہوگی تو یہی نور چہرہ سے ظاہر ہوگا لہذا جب کبھی تمہاری نظر کسی مردِ باکمال

پر پڑے گی تو تمہارا دل تقویٰ و نیکی کی جانب مائل ہوگا۔ اسی طرح جب سلطانِ حق کا نور دل پر

پڑتا ہے تو چہرے سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور جب تم ایسے مردِ قلندر کی زیارت کرو گے تو تمہارا دل

حق و صداقت کی طرف مائل ہو جائے گا اور تم پر حق و استقامت کی ہیبت چھا جائے گی۔ اسی طرح

دل پر جب اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے نورِ عظمت اور جلال کی جلوہ گری ہوگی تو یہ چہرے سے ظاہر ہوں گے

اور جب تمہاری نظر ایسے صالح مرد پر پڑے گی تو تمہیں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و جلال اور بادشاہت

کی یاد آئے گی۔ اور جب دل پر رب تعالیٰ کے نور جو کہ منبعِ انوار ہے اس کی بارش ہوگی تو اس کی

زیارت آپ کو نقائص سے بچائے گی۔ دل کی تو یہی شان ہے کہ وہ چہرے کو اوصافِ حمیدہ سے

رونق بخشتا ہے اور آبِ حیات سے سیراب کرتا ہے اور چہرے سے وہی چیز ظاہر ہوتی ہے کہ جو دل

میں ہوتی ہے تو ان انوار میں سے ہر ایک نور دل میں ہے اور چہرہ اس سے فیض حاصل کرتا ہے۔“

.....حق بات کے سامنے پست ہو جاؤ اور اس کی اتباع کرو، اللہ عزوجل کی یاد پر ثابت قدم رہو تم اس کے قرب کی دولت سے سرفراز ہو جاؤ گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عاجزی کرنے والوں، تواضع کرنے والوں، خوفِ خدا رکھنے والوں اور کثرت سے ذکر کرنے والوں کو بروز قیامت قربِ خداوندی کی نعمت نصیب ہوگی۔“ (۲۳) (اے طالبِ رشد و ہدایت!)

اپنے معاملات کے بارے میں خوفِ خدا رکھنے والے افراد سے مشاورت کر (۲۵)، پر جلال شخصیت: حضرت زکریا انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جلال شخصیت کے مالک تھے، اس کے باوجود جب کوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو اس کا دل سکون و راحت سے معمور ہو جاتا اور یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت کی علامت تھی۔

(الطبقات الصغری، ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(24)..... یہ روایت الزهد لابن مبارک، باب فی صفة الجنة، ج ۱، ص ۸۰، (دارالکتب العلمیہ)

اور حلیۃ الاولیاء، وہیب بن ورد، ج ۸، ص ۱۳۳، (دارالکتب العربی بیروت) میں موجود ہے۔

(25)..... مشاورت کے متعلق یہ ناصحانہ قول حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، مکمل فرمان یہ ہے: فضول کاموں سے اجتناب کرو، اپنے دشمن سے دور رہو، امانت داروں کے سوا اپنے دوستوں سے اپنی حفاظت کرو، لوگوں میں امانت دار کی طرح کوئی نہیں ہو سکتا اور امانت دار وہی ہے جو خوفِ خداوندی سے مالا مال ہو۔ فاسق و فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو کہ اس کی صحبت تمہیں گناہوں پر اکسائے گی اور نہ ہی ایسے شخص کے سامنے اپنا کوئی راز بیان کرو، اور اپنے معاملات میں مشاورت ان لوگوں سے کرو جن کو شہیدِ خداوندی حاصل ہے۔“

(الزهد لابن مبارک، باب فی ذکر اللہ عزوجل، ج ۱، ص ۴۹۱، دارالکتب العلمیہ)

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین سے خیر خواہی کر،
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ
عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ۲۸) میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (۲۶)

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“ (۲۷)

(26)..... اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

”اس سے معلوم ہوا کہ علماء دین بہت مرتبہ والے ہیں کہ رب نے اپنی خشیت و خوف کو ان میں
منحصر فرمایا جسے بھی خوف الہی نصیب ہو گا وہ سچے عالموں کے ذریعے سے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (پ: ۲۳، الزمر: ۹) جاننے والے اور انجان۔

مگر مراد علم والوں سے وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں۔ (نور العرفان، ص ۶۹۸)

(27)..... یہ حدیث ”صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدین نصیحة، ج ۱ ص ۷۳،

(دار احیاء التراث العربی) میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ مکمل روایت یہ

ہے: حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کس کے لیے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ، اس کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم، مسلمانوں کے اماموں اور عام مسلمانوں کے لیے۔“

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یہ عظیم الشان حدیث

مبارک ہے اور اسی پر دین اسلام کا مدار ہے۔ بعض نے جو یہ فرمایا ہے کہ یہ ان چار احادیث میں

سے ایک ہے کہ جن میں دین اسلام کے تمام امور جمع ہیں تو ایسی بات نہیں ہے.....“

..... بلکہ صرف اسی حدیث میں اسلام کے تمام امور جمع ہیں۔

(کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں) **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کی خیر خواہی، اس کا معنی ہے: اس کی ذات پر ایمان لانا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا..... اس کی صفات میں الحاد کو ترک کر دینا..... اس کو صفات کمال و جلال کے ساتھ موصوف جاننا..... تمام نقائص سے اس کو پاک جاننا..... اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر بستہ رہنا..... اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچنا..... اس کی خاطر کسی سے محبت یا بغض رکھنا..... اس کے فرمانبرداروں کو دوست رکھنا..... اس کے نافرمانوں سے بغض رکھنا..... کافروں سے جہاد کرنا..... **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کی نعمتوں کا اعتراف کرنا..... ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا..... تمام معاملات میں اخلاص کو اپنا شعار بنانا، مذکورہ اوصاف کی ترغیب دلانا اور ان پر برا بھینچتہ کرنا..... تمام لوگوں کے ساتھ یا جس قدر ممکن ہو اس قدر لوگوں پر نرمی سے پیش آنا۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: ”(دین اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت ہے) اس میں نسبت حقیقتاً بندے کی طرف ہے کہ وہ اپنے آپ کو نصیحت کرے کیونکہ **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کو کسی ناصح (نصیحت کرنے والے) کی نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔

کتاب اللہ کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: اس بات پر ایمان لانا کہ وہ **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کا کلام اور اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے..... اس بات پر ایمان لانا کہ مخلوق کے کلام میں سے کوئی بھی شے اس کے کلام کے مشابہ نہیں ہے..... اور مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس کی مثل پر قادر نہیں ہو سکتا..... اس کی تعظیم کرنا..... اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا..... اچھے انداز میں اور خشوع خضوع کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا..... تلاوت میں اس کے حروف کو درست طریقہ پر ادا کرنا..... تحریف کرنے والوں کی فاسد تاویلات سے کتاب اللہ کو بچانا..... جو کچھ اس سے اس کی تصدیق کرنا..... اس کے احکامات سے باخبر ہونا.....

.....
 اس کے علوم و امثال کو سمجھنا..... اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرنا..... اس کے عجائبات میں غور و فکر کرنا..... اس کی محکم آیات (جن کی مراد واضح ہو) پر عمل کرنا..... اس کے متشابہات کو تسلیم کرنا..... اس کے ساتھ کسی کو اس کے عام و خاص اور ناسخ و منسوخ میں غور و خوض کرنا، اس کے علوم کو پھیلانا..... کتاب اللہ اور جو اشیا ہم نے ذکر کیں ان کی طرف بلانا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خیر خواہی ہے، اس کا معنی یہ ہے: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنا..... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو کچھ لائے اس پر ایمان لانا..... اوامر و نواہی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرنا..... قبل از وصال و بعد از وصال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت اور محبت کرنے والوں سے مودت رکھنا..... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حق کو اہم جاننا..... مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرنا..... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت کو پھیلانا..... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شریعت کی ترویج و اشاعت کرنا..... تمہتوں کو شریعت سے دور کرنا..... شریعت کے علوم میں بحث مباحثہ کرنا..... اس کے معانی کو سمجھنا..... اس کی طرف بلانا..... اس کے سیکھنے اور سکھانے میں نرمی کرنا۔

اماموں کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: حق بات پر ان کی اعانت کرنا..... حق بات میں ان کی اطاعت کرنا..... حق بات کا ان کو حکم دینا..... نرمی کے ساتھ ان کو تنبیہ و نصیحت کرنا، جو اس سے غافل ہوں ان کو بتانا..... ان پر خروج نہ کرنا..... لوگوں کے دلوں کو ان کے لیے مانوس کرنا..... ان کے پیچھے نماز پڑھنا..... ان کے ساتھ جہاد کرنا..... صدقات ان کے حوالے کرنا۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: ان کو تکلیف نہ پہنچانا..... دین کی سمجھ بوجھ نہ رکھنے والوں کو سکھانا..... قول و فعل سے ان کی اعانت کرنا..... ان کی پردہ پوشی کرنا.....

(اے طالب ہدایت!) یہ بات بھی جان لو کہ جو تمہیں نصیحت کرے تو وہ تمہارا خیر خواہ ہے، جو تمہاری چاپلوسی کرے وہ تمہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جو تمہاری نصیحت قبول نہ کرے وہ تمہارا دوست نہیں ہو سکتا۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد حقیقت بنیاد ہے: ”جس قوم میں نصیحت کرنے والے نہ ہوں اس قوم میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور جو قوم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہ کرے ان میں بھی کوئی بھلائی نہیں ہے۔“

(اے طالب خیر!) ہر مقام پر سچائی اختیار کر اس میں تیرے لیے بھلائی ہے اور فضولیات کو ترک کر ڈے سلامت رہے گا کیونکہ سچائی آدمی کو نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی بندے کو رضائے الہی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ جھوٹ آدمی کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ بندے کو رب تعالیٰ کی ناراضی کی طرف لے جاتا ہے۔ (۲۸)

..... ضرر ریساں چیزوں کو ان سے دور کرنا..... فائدہ مند چیزیں ان تک پہنچانا..... نرمی اور اخلاص کے ساتھ ان کو نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا..... ان پر شفقت کرنا..... بڑوں کی عزت کرنا..... چھوٹوں پر شفقت کرنا..... نصیحت کے ساتھ ان کی نگہداشت کرنا..... ان سے بغض و حسد نہ کرنا..... جو شے اپنے لیے پسند کرے وہی ان کے لیے پسند کرنا..... جو اپنے لیے پسند نہ ہو تو وہ ان کے لیے بھی پسند نہ کرنا..... ان کے مال و عزت کی حفاظت کرنا۔

(شرح النووی علی مسلم، ج ۱، ص ۱۴۴، دار احیاء التراث العربی)

(28)..... کذاب لکھ دیا جاتا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ آدمی کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ بندے کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ عز و جل کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچ بندے کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے.....“

..... اور نیکی بندے کو جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔“

(سنن لابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، ج ۴، ص ۴۵۴، دارالکتاب العربی)

جعفر بن سلمان ضبعی فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: سچ اور جھوٹ دل میں ایک دوسرے کے ضد ہیں حتیٰ کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے، اور فرمایا: سچ دل میں آہستہ آہستہ پرورش پاتا رہتا جس طرح کچھور کا پودا ابتدا میں بہت ہی کمزور ہوتا ہے کہ اگر بچہ اس کو اکھیڑ ڈالے یا بکری اس کو کھالے تو وہ بالکل ہی ختم ہو جائے، لیکن اگر اس کی سیرابی ہوتی رہے تو وہ پرورش پاتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی ایسی جڑ بن جاتی ہے جس سے نفع حاصل کیا جاسکے ایسا سایہ بن جاتا ہے کہ جس کے نیچے بیٹھا جاسکے اور ایسا پیڑ بن جاتا جس کا پھل کھایا جاسکے۔ اسی طرح سچ کی دل میں ابتدا بہت کمزور ہوتی ہے بندہ مومن اس کی نگہبانی کرتا رہتا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کو تقویت عطا فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ آدمی پر اس کی برکات ظاہر فرما دیتا ہے اور اس کا کلام گناہ گاروں کے لیے دوا بن جاتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کیا تم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے؟ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور وہ حسن بصری اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح کے لوگ ہیں ان کے مبارک کلام سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ لوگوں کو زندہ فرما دیتا ہے۔“

جھوٹ بولنے کی صورتیں: صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جھوٹ کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(۱)..... تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔ ایک جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے بھی جائز ہے۔“.....

..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”فضول کلام نہ کرو بلکہ کام کی باتوں سے بھی (حتی الامکان) پرہیز کرو، کسی بھی آدمی سے جھگڑانہ کرو خواہ بے وقوف ہو یا عقلمند، اپنے بھائی کے متعلق صرف وہی بات کرو کہ جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو اور اس شخص کی طرح عمل کرو کہ جو یہ بات جانتا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور گناہوں پر مواخذہ کیا جائے گا۔“

..... دوسری صورت یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہہ دے کہ وہ تمہیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمہیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بی بی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات خلاف واقع کہہ دے۔

(بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۷، مکتبۃ المدینہ)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ”(۲)..... حرام، اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہو معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں، جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔“

(بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۸، مکتبۃ المدینہ)

(۳)..... واجب، جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی حاصل کر سکتا ہو، اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل کر سکتا ہو، سچ بولنے میں حاصل نہ ہو سکتا ہو تو بعض صورتوں میں کذب بھی مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے، جیسے کسی بے گناہ کو ظالم شخص قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا دینا.....

..... چاہتا ہے وہ ڈر سے چھپا ہوا ہے، ظالم نے کسی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کہہ سکتا ہے مجھے معلوم نہیں اگرچہ جانتا ہو یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے کوئی اسے چھیننا چاہتا ہے پوچھتا ہے کہ امانت کہاں ہے؟ یہ انکار کر سکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اس کی امانت نہیں۔

(بہار شریعت، ج ۳، ص ۵۱۸، مکتبۃ المدینہ)

تور یہ کی شرعی حیثیت: تور یہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ تور یہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا، وہ کہتا ہے: میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔“

(بہار شریعت، ج ۳، ص ۵۱۸، مکتبۃ المدینہ)

تور یہ کے جواز کی صورت: مزید ارشاد فرماتے ہیں: ”احیائے حق کے لیے تور یہ جائز ہے مثلاً شفیع کورات میں جائدِ مشفقہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت لوگوں کو گواہ نہ بنا سکتا ہو تو صبح کو گواہوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا اس وقت علم ہوا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ لڑکی کو رات کو حیض آیا اور اس نے خیار بلوغ کے طور پر اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو صبح کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔“

ہمیشہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے رہو، اپنی امیدوں کو کم کرو، حضور قلبی کے ساتھ قبروں کی زیارت کرو یہ عمل تمہیں موت کی یاد دلائے گا اور تصور باندھ کر میدان حشر میں گھوما پھرا کرو۔ (۲۹)

(29)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے: ”اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ ہوتے تو ضرور وہ آپ کو اپنا پیارا بنا لیتے میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں مجھے عاجزی و انکساری کرنے والے یاد آجاتے ہیں۔“ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۰۶، مدارالکتب العلمیہ)

حضرت ربیع بن خثیم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے پر جا رہے تھے، وہاں ان کا گزر کچھ لوہاروں کے پاس سے ہوا جب حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوہاروں کی جلانی ہوئی آگ کی شدت کو دیکھا تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ . ترجمہ کنز الایمان: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی۔

(ب: ۱۸، فرقان: ۱۲)

جیسے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی غش کھا کر نیچے تشریف لے آئے اسی حالت میں نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا: اے ربیع! مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے اور لوگوں کو نمازِ ظہر پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو دوبارہ ان کو بلایا: اے ربیع! لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے اور لوگوں کو نمازِ عصر پڑھائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ تشریف لائے اور ان کو صدا دی کہ اے ربیع!.....

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ”عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ عزوجل کو دیکھ رہے ہو اور خود کو مردوں میں شمار کرو، جان لو کہ برائی کو بھلایا نہیں جائے گا اور بھلائی کو فنا نہیں کیا جائے گا اور یہ بات بھی جان لو کہ بقدر کفایت قلیل مال اس کثیر مال سے بہتر ہے کہ جو تمہیں سرکش بنا دے اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔ (۳۰)..... اے ربیع لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز مغرب پڑھانے کے بعد پھر تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر صدا دی: اے ربیع! اے ربیع! لیکن کوئی جواب نہ ملا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غش ہی کی حالت میں رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور صبح کی ٹھنڈک کے سبب آپ ہوش میں آ گئے۔“ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۱۰، دارالکتب العربی بیروت)

(30)..... یہ روایت علامہ سیوطی علیہ رحمۃ القوی نے جامع الصغیر (حدیث: ۱۱۳۲) میں نقل کی ہے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کے الفاظ ”تم اللہ عزوجل کو دیکھ رہے ہو۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”کیونکہ بندے کے دل میں جب یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ اللہ عزوجل اس کی عبادت پر مطلع ہے تو پھر بندہ اس عبادت کو اخلاص کے ساتھ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اور ”خود کو مردوں میں شمار کرو۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی دنیا اور اہل دنیا سے امیدیں نہ رکھو، خود کو گنہگار کر لو، اپنی شان و عزت کو چھپاؤ جیسا کہ مردوں کی امیدیں دنیا و اہل دنیا سے ختم ہو جاتی ہیں۔ خود کو اپنے گھر میں ایک مہمان کی طرح تصور کرو اور اپنی روح کو اپنے بدن میں عارضی سمجھو۔ اور ”مظلوم کی بددعا سے بچو۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی اس کی بددعا اور بددعا کا سبب بننے والے کاموں سے بچو کیونکہ مظلوم کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ اس کی دعا اور قبولیت کے درمیان کوئی رکاوٹ حاصل نہیں ہوتی اور یہ آسمان کی جانب اس طرح بلند ہوتی ہے جیسے آگ کی چنگاری۔“

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مظلوم کی بددعا سے بچو! بے شک اس کی دعا اور قبولیت کے درمیان کوئی رکاوٹ حاصل نہیں ہوتی۔“ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب دعوة المظلوم، ج ۴،

ص ۳۶۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تین دعائیں بیشک مقبول ہیں: مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو کوشنا۔“ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب دعوة المظلوم رقم: ۱۹۰۵، ج ۴، ص ۳۱۴، دار احیاء

التراث العربی بیروت)

تین شخصوں کی دعا: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی:“ (۱)..... روزہ دار یہاں تک کہ وہ افطار کر لے (۲)..... انصاف پسند بادشاہ اور (۳)..... مظلوم کی دعا کو اللہ عزوجل بادل سے اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرورت کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد۔“ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب دعوة المظلوم، رقم: ۲۵۲۶، ج ۴، ص ۶۷۲،

دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مظلوم کی بددعا مقبول ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا کفر تو اسکی اپنی جان پر ہے۔“ (الترغیب والترہیب، کتاب القضاء، باب من الظلم، ج ۳، ص ۱۳۰)

یتیم کی آہ! حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں.....

..... نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہذا عظیم دہی ہے جو عبادت کے دن کے لیے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کر دے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ **اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ** کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لیے غفور و درگزر سے کام لیا کرو **اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ** تمہیں عزت عطا فرمادے گا اور تیمم کی آہ اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دلوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔“

(بحر الدموع، ص ۲۷۲، مکتبۃ المدینہ)

حضرت علامہ مولانا تقی علی خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نے جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان میں دوسرے نمبر پر لکھا ہے: ”قَوْمٌ : مظلوم اگر چہ فاجر ہو، اگر چہ کافر ہو اس کے تحت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حدیث میں ہے: ”اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے: ”وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ“ ترجمہ: مجھ اپنی عزت کی قسم بیشک ضرور میں تیری مدد کروں گا اگر چہ کچھ دیر کے بعد۔“ (احسن الوعاء، ص ۲۱۸، مکتبۃ المدینہ)

بڑھیا کی جھونپڑی

حضرت سیدنا عبدالکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد سے اور وہ حضرت سیدنا وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں: کسی ملک میں ایک ظالم و مغرور بادشاہ رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک عظیم الشان محل بنوایا اور اس کی تعمیر پر کافی مال خرچ کیا، جب تعمیر مکمل ہو چکی تو اس نے ارادہ کیا کہ میں سارے محل کا دورہ کروں اور دیکھوں کہ یہ میری خواہش کے مطابق بنا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے چند سپاہیوں کو ساتھ لیا اور محل کو دیکھنے چل پڑا۔ اندر سے دیکھنے کے بعد اس نے محل کے بیرونی حصوں کو دیکھنا شروع کیا اور محل کے ارد گرد گرد چکر لگانے لگا۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گیا اور ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: ”یہ ہمارے“.....

.....
 محل کے ساتھ جھونپڑی کس نے بنائی ہے؟ سپاہیوں نے جواب دیا: چند روز سے یہاں ایک مسلمان بوڑھی عورت آئی ہے، اس نے یہ جھونپڑی بنائی ہے اور وہ اس میں اللہ عزوجل کی عبادت کرتی ہے۔

جب بادشاہ نے یہ سنا تو بڑے مغرورانہ انداز میں بولا: اس غریب بڑھیا کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ ہمارے محل کے قریب جھونپڑی بنائے، اس جھونپڑی کو فوراً گرا دو۔“ حکم پاتے ہی سپاہی جھونپڑی کی طرف بڑھے، بڑھیا اس وقت وہاں موجود نہ تھی اور سپاہیوں نے آن کی آن میں اس غریب بڑھیا کی جھونپڑی کو ملیا میٹ کر دیا۔ بادشاہ جھونپڑی گروانے کے بعد اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنے نئے محل میں چلا گیا جب بڑھیا واپس آئی تو اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی کو دیکھ کر بڑی غمگین ہوئی اور لوگوں سے پوچھا: ”میری جھونپڑی کس نے گرائی ہے۔“ لوگوں نے بتایا: ابھی کچھ دیر قبل بادشاہ آیا تھا، اسی نے تمہاری جھونپڑی گرائی ہے۔ یہ سن کر بڑھیا بہت غمگین ہوئی اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئی: اے میرے پاک پروردگار عزوجل! جس وقت میری جھونپڑی توڑی جا رہی تھی میں موجود نہ تھی لیکن میرے رحیم و کریم پروردگار عزوجل تو ہر چیز دیکھتا ہے، تیری قدرت تو ہر شے کو محیط ہے، میرے مولیٰ عزوجل! تیرے ہوتے ہوئے تیری ایک عاجز بندی کی جھونپڑی توڑ دی گئی۔“

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس بڑھیا کی آہ و زاری اور دعا مقبول ہوئی۔ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پورے محل کو بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت تباہ و برباد کر دے۔ حکم پاتے ہی حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور سارے محل کو اس ظالم بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت زمین بوس کر دیا۔“ (عمون المحکمات، ص ۲۹۰ مکتبہ المدینہ)

..... حضرت سیدنا مصعب بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”خليفة ہارون الرشيد کا دور خلافت تھا، حضرت سیدنا عبید بن ظبیاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقبہ (یعنی شہر) کے قاضی تھے اور اس شہر کا امیر (یعنی گورنر) عیسیٰ بن جعفر عباسی تھا، حضرت سیدنا عبید بن ظبیاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک باہمت عادل اور رحم دل قاضی تھے، کسی پر ظلم برداشت نہ کرتے اور حق دار کو حق دلوا کر ہی دم لیتے۔ ایک مرتبہ ان کی عدالت میں ایک شخص آیا اور اس نے گورنر ”عیسیٰ بن جعفر“ کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے پانچ لاکھ درہم لیے تھے اور اب دینے سے انکار کر رہا ہے، خدا را! مجھے میرا حق دلوا یا جائے، جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بات سنی تو فوراً کاتب کو بلایا اور فرمایا: ”امیر شہر کے نام پیغام لکھو، کاتب نے پیغام لکھا، جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: اے ہمارے امیر! اللہ عزوجل آپ کو سلامت رکھے، اپنی نعمتیں آپ پر نچھاور فرمائے، آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آج میرے پاس ایک شخص نے دعویٰ درج کرایا ہے کہ ”امیر شہر نے مجھ سے پانچ لاکھ درہم لے کر واپس نہیں کیے لہذا مجھے میرا حق دلوا یا جائے۔“

اے ہمارے امیر! اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ یا تو آپ خود تشریف لائیں یا اپنا کوئی وکیل بھیجیں تاکہ فریقین کی گفتگوں کر میں فیصلہ کر سکیں اور حق واضح ہو جائے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام

قاضی صاحب نے خط پر مہر ثبت فرمائی اور ایک شخص کو وہ خط دے کر امیر (یعنی گورنر) کے پاس بھیج دیا، جب قاصد نے جا کر بتایا کہ قاضی کی طرف سے آپ کو خط آیا ہے تو گورنر نے اس خط کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے خادم کو بلا کر وہ خط اس کے حوالے کر دیا۔ جب قاصد نے دیکھا کہ قاضی کے خط کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تو وہ واپس لوٹ آیا اور سارا واقعہ قاضی صاحب کو بتایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ خیر خواہی کے جذبے کے تحت خط لکھا اور.....

..... اس میں بھی یہی کہا: آپ کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے لہذا آپ یا تو خود عدالت میں تشریف لائیں یا اپنے کسی وکیل کو بھیج دیں تاکہ شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جاسکے۔ اللہ عزوجل آپ کو سلامت رکھے، پھر آپ نے خط پر مہر لگائی اور دو قاصدوں کو خط دے کر عیسیٰ بن جعفر کے پاس بھیجا۔ جب وہ دونوں قاصد اس کے پاس پہنچے تو اس نے خط دیکھ کر بہت غیض و غضب کا اظہار کیا، خط کو زمین پر پھینک دیا اور قاصدوں کو بھی ڈانٹا۔ چنانچہ دونوں قاصد شرمندہ ہو کر واپس قاضی عبید بن ظبیان آپ پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے اور انہیں سارا واقعہ کہہ سنایا۔

آپ پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاصدوں کی بات سن کر تیسری مرتبہ پھر خط بھیجا اور اس میں لکھا: اے ہمارے امیر! اللہ عزوجل آپ کی حفاظت فرمائے آپ کو نعمتوں سے مالا مال کرے آپ کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا ہے بار بار آپ کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یا تو آپ خود عدالت میں آئیں یا اپنے کسی وکیل کو بھیجیں تاکہ فیصلہ کیا جاسکے، اگر اس مرتبہ بھی آپ یا آپ کا وکیل نہ آیا تو میں یہ معاملہ خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کروں گا لہذا آپ جلد از جلد اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ والسلام

پھر آپ پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو آدمیوں کو وہ خط دے کر عیسیٰ بن جعفر کے پاس بھیجا، جب دونوں قاصد دربار میں پہنچے تو انہیں باہر ہی روک دیا گیا۔ کچھ دیر بعد عیسیٰ بن جعفر باہر آیا تو قاصدوں نے اسے قاضی صاحب کا خط دیا اس نے خط کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اسے پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور پڑھے بغیر پھینک دیا۔ قاصد بیچارے شرمندہ ہو کر قاضی صاحب کے پاس آئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا، جب آپ پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیکھا کہ عیسیٰ بن جعفر اپنے عہدے اور طاقت کے گھمنڈ میں آ کر قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور میں حق دار کو اس کا حق نہ دلواسکا تو آپ پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی سوچ کی بنا پر اپنے تمام کاغذات وغیرہ.....

..... ایک تھیلے میں بھرے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور عدالت میں آنا چھوڑ دیا۔

جب معاملہ طول پکڑ گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عدالت میں نہ آئے تو لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کو بتایا کہ ہمارے قاضی صاحب دل برداشتہ ہو کر عہدہ قضا سے برطرف ہو گئے ہیں اور انہوں نے عدالت میں آنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پاس بلوایا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہاں پہنچے تو خلیفہ نے پوچھا: ”بتاؤ! تم دل برداشتہ کیوں ہو گئے اور کیوں اس عہدہ سے برطرف ہونا چاہتے ہو؟ حضرت سیدنا عبید بن ظہیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ میں نے کئی مرتبہ انتہائی نرمی اور باادب طریقے سے عیسیٰ بن جعفر کو پیغام بھجوایا لیکن اس نے بالکل توجہ نہ دی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے جب قاضی صاحب کی یہ درد بھری داستان سنی تو اسی وقت ابراہیم بن اسحاق سے فرمایا: فوراً عیسیٰ بن جعفر کی رہائش گاہ پر جاؤ اور اس کے گھر کے تمام راستے بند کر دو کوئی شخص بھی نہ تو پھر آسکے اور نہ ہی اندر جاسکے، جب تک عیسیٰ بن جعفر اس مظلوم حق دار کا حق ادا نہیں کریگا وہ اسی طرح نظر بند رہے گا۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اسے اس مصیبت سے آزادی مل جائے تو وہ خود چل کر قاضی کی عدالت میں جائے یا پھر اپنے کسی وکیل کو بھیج دے تاکہ عدالت میں شرعی فیصلہ ہو سکے اور حق واضح ہو جائے۔

حکم پاتے ہی ابراہیم بن اسحاق نے پچاس شہسواروں کو نلے کر عیسیٰ بن جعفر کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا، تمام راستے بند کر دیئے، کسی کو بھی آنے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ جب عیسیٰ بن جعفر نے یہ حالت دیکھی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ مجھے اس طرح کیوں قید کیا جا رہا ہے؟ شاید ہارون الرشید مجھے قتل کروانا چاہتا ہے لیکن کیوں؟ آخر میں نے ایسا کون سا جرم کیا ہے؟ عیسیٰ بن جعفر بہت پریشان تھا، دوسری طرف اہل خانہ پریشان تھے،

..... وہ چیخ و پکار کر رہے تھے اور رو رہے تھے۔ عیسیٰ بن جعفر نے ان کو خاموش کرایا اور ابراہیم بن اسحاق کے ساتھ آئے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک کو بلایا اور اس سے کہا: ابراہیم بن اسحاق کو پیغام پہنچا دو کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

جب ابراہیم بن اسحاق اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: خلیفہ نے ہمیں اس طرح قید کیوں کروا دیا ہے۔ اس نے بتایا: یہ سب قاضی عبید اللہ بن ظہیر بن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وجہ سے کیا گیا ہے، انہوں نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے، اور ایک شخص پر ظلم کیا ہے۔ جب عیسیٰ بن جعفر کو سارا معاملہ معلوم ہو گیا تو اسے احساس ہو گیا کہ مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے، میں نے طاقت و عہدے کے نشے میں ایک مظلوم کی بددعا کی جس کی وجہ سے مجھے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، واقعی ظلم کا انجام برا ہوتا ہے اور مظلوم کی مدد ضرور کی جاتی ہے مجھے میرے جرم کی سزا مل گئی ہے۔ پھر عیسیٰ بن جعفر نے اس شخص کو بلوایا جس سے پانچ لاکھ درہم لیے تھے، اسے وہ درہم واپس کیے، اس سے معذرت کی اور آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اب معاملہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ جب خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید کو اطلاع ملی کہ عیسیٰ بن جعفر نے مظلوم کا حق ادا کر دیا ہے اور اس سے معافی بھی مانگ لی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اب محاصرہ ختم کر دیا جائے اور تمام راستے کھول دیئے جائیں۔ پھر آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ کبھی کسی پر ظلم نہ کرنا۔ یہ عہدہ و منصب سب عارضی چیزیں ہیں، ان کے نکل بوتے پر کسی کو تنگ کرنا بہادری نہیں۔ ہمیشہ خوف خدا عز و جل کو پیش نظر رکھو، انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو، اللہ رب العزت مظلوموں کو بہت جلد ان کا حق دلوادیتا ہے، اچھا ہے وہ شخص جو اللہ عز و جل کی مخلوق کو خوش رکھے اور اس کی وجہ سے کسی بھی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔“

(اے طالب خیر!) آخرت کے لیے اپنا زاویہ تیار کر، اپنے نفس کو وصیت کر اور لوگوں کو اپنا وصی نہ بنانا، اپنے معاملے کی اہمیت کو سمجھ اور اس غفلت (۳۱) سے بیدار ہو جا!

(31)..... غفلت کی تعریف: علامہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے غفلت کی تعریف ان الفاظ میں کی: "نفس کی خواہشات کی پیروی کرنا غفلت ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اپنے وقت کو فضولیات میں برباد کرنا غفلت ہے۔"

(کتاب التعریفات، ص ۲۰۹، دارالکتاب العربی بیروت)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "غفلت یا دالھی کی ضد ہے۔"

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلوٰۃ، بیان اشراط الخشوع، ج ۱، ص ۱۵۹، دارالمعرفۃ بیروت)

غفلت کسی مختلف الاسم اور ان کے احکام: غفلت مطلقہ کفر ہے اور

غفلت غالبہ فسق اور بزرگ غالب ولایت اور بزرگ مطلق نبوت پھر بزرگ غالب میں بھی مراتب ہیں:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ بَيْعَةٌ وَلَا بَيْعٌ ترجمہ کنز الایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةِ وَ کرنا کوئی سود اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد
اِتِّبَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے،
تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ . ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ

(النور: ۳۷) جائیں گے دل اور آنکھیں۔۔

یہ وہی بزرگ غالب ہے اور غفلت مطلقہ یہ ہے جسے حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اہل دنیا کافران مطلق اند روز و شب درز قزق و دربق بق اند
اہل دنیا چہ کہیں و چہ مہیں لَفَنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ
چیت دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(الملفوظ، ص ۴۹۶، مکتبۃ المدینہ)

..... کیونکہ تجھ سے تیری عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (۳۲) حضرت ابوعمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ”اگر بندے کو معرفت باری تعالیٰ کی دولت نصیب ہو جائے تو یہ اس کے لیے راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔ (اے طالبِ ہدایت!) یہ بات یاد رکھو کہ جس نے آخرت کو اپنا مقصود بنا لیا..... دنیا کے معاملات میں اللہ عزوجل اس کی کفایت فرمائے گا..... جیسا کہ مروی ہے: ”جہاں تک ہو سکے دنیا کے معاملات سے پہلو تہی اختیار کرو..... کیونکہ جس کا سب سے بڑا غم دنیا کی فکر ہوئی اللہ عزوجل اس کی مشغولیات میں اضافہ فرمادے گا..... اور تنگدستی اس کا مقدر بنا دے گا اور جس کا سب سے بڑا غم آخرت کی فکر ہوئی..... اللہ عزوجل اس کی حاجات پوری فرمائے گا..... اور اس کے دل میں غمی پیدا فرمادے گا۔ جب بھی کوئی بندہ صدقِ دل کے ساتھ اللہ عزوجل کی رحمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے..... اللہ عزوجل مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔“ (۱)

(32)..... پانچ سوال، حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن بندہ اس وقت تک قدم نہ اٹھائے گا جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: (۱)..... عمر کن کاموں میں گزاری؟ (۲)..... جوانی کن کاموں میں صرف کی؟ (۳)..... مال کہاں سے کمایا؟ (۴)..... کہاں خرچ کیا؟ اور (۵)..... اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟“ (ترمذی، کتاب صفہ

القیامۃ، باب فی القیامۃ، ج ۴، ص ۶۱۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱)..... جامع الصغیر مع فیض القدیر، رقم ۳۳۴۳، ج ۳، ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت.

(اے طالب خیر!) قرآن میں شک کرنے، دین میں جھگڑا کرنے اور تحدید (یعنی اللہ عزوجل کے لیے حد بندی کرنا) میں کلام کرنے سے پہلو تہی اختیار کر اور تو ان لوگوں میں سے ہو جا کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا (فرقان: ۶۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔ (۳۳)

(اے طالب ہدایت!) ادب کو لازم پکڑ لو، خواہشات کی پیروی اور غصہ سے دور رہو اور غفلت سے بیداری کے اسباب اختیار کرو، یاد رکھو کہ مراقبہ تیرے مقصود کا انتہائی درجہ ہے۔ (۳۳)

(33)..... حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اس سلام سے مراد ”مُتَارَكْتُ“ کا سلام ہے نہ کہ ”نَحِيْتُ“ کا جیسے کہا جاتا ہے کہ: ”تجھے دور ہی سے سلام ہے۔“ اور یہ نرم گفتگو اپنے نفس کے معاملہ میں ہے، اگر اللہ ورسول (عزوجل وصلى الله تعالى عليه واله وسلم) کی عظمت کا معاملہ آ پڑے تو پھر سختی کرنی لازم ہے رب (تعالی) فرماتا ہے:

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ کنز الایمان: کافروں پر سخت ہیں۔

(نور العرفان، ص ۵۸۲)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ ای مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: یہ ”سلام مُتَارَكْتُ“ ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ ”مُجَادَلَه“ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔“

(34)..... مراقبہ کی تعریف: علامہ جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”رندے کا

ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ رب تعالیٰ میرے تمام احوال سے باخبر ہے۔“

..... شیخ احمد بن عجمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”خلوت و جلوت میں رب تعالیٰ

کے حقوق کی حفاظت کرنے کا نام مراقبہ ہے۔“ (رسائل لاحمد بن عجمیہ رسالۃ معراج لشرف لی حقائق

التصوف، ص ۲۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیدنا عبداللہ بن محمد نیشاپوری مرتعش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مراقبہ یہ ہے کہ

ہر لمحہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھنا۔“

(احیاء العلوم، کتاب المراقبہ والمحاسبہ، المقام الاول من المرابطۃ، ج ۴، ص ۳۹۷، دارالمعرفۃ بیروت)

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”اُس شخص کا مراقبہ مضبوط ہوتا ہے جو اپنے

رب غز و جل سے حاصل ہونے والے انعام کے فوت ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔“ (ایضاً)

حضرت سیدنا محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

فرمایا: اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا علم ہو۔“ (ایضاً)

ابوحامد محمد بن محمد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ نگرانی

کرنے والے کا لحاظ کیا جائے اور اپنی توجہ کو مکمل طور پر اسی کی طرف پھیرا جائے۔ جو شخص کسی

دوسرے کی وجہ سے کسی بات سے پرہیز کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے

اور یہاں اس مراقبہ سے مراد دل کی کیفیت ہے جو معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت

کے حاصل ہونے کے بعد اعضا اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ہونا یہ چاہئے کہ

مراقبہ میں دل نگران ہو یعنی رب تعالیٰ کا خیال کرتا رہے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔ اس

حالت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے اس سے اس بات کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کی باتوں پر مطلع ہے اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بندوں کے اعمال اس کے سامنے ہیں،

ہر ایک بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے واقف ہے اس کے حق کے واسطے.....“

..... دل کاراز کھلا ہے جس طرح مخلوق کے لیے جسم کا ظاہر کھلا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اور جب شک زائل ہو جائے اور یہ معرفت یقین میں بدل جائے تو اسے نگران حقیقی کا خیال رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس معرفت کا نام یقین رکھتے ہیں وہ مقررین کہلاتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک صدیقین ہیں اور دوسرے اصحاب یمین، لہذا ان کے مراقبہ کے بھی دو درجے ہیں۔

پہلا درجہ صدیقین کا مراقبہ: یہ صدیقین مقررین کا مراقبہ ہے اور یہ رب ذوالجلال کی تعظیم اور بڑائی کا مراقبہ ہے یعنی دل اس کی بزرگی و عظمت کے مشاہدے میں گم ہو اور اسکی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہو اور کسی دوسری طرف توجہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

دوسرا درجہ اصحاب یمین کا مراقبہ: یہ ان لوگوں کا مراقبہ ہے جو اصحاب یمین اور متقی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے لیکن ملاحظہ جلال سے وہ مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کا دل حد اعتدال پر رہتا ہے۔ لیکن وہ اعمال کے ساتھ کھل تعلق کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے البتہ ان پر **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** سے حیا کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ثابت قدمی اختیار کرتے ہیں اور ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے باعث قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو۔ وہ یوں سمجھتے ہیں کہ **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ان کے تمام احوال پر مطلع ہے۔

ان دونوں درجوں میں اختلاف ایک مثال کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے: مثلاً جب آپ علیحدگی میں کوئی عمل کر رہے ہوں اور کوئی دوسرا آجائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کے کام سے آگاہ ہو چکا ہے تو آپ کو اس سے حیا آتی ہے اور آپ اس کے ساتھ اچھی طرح بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے حالات کا خیال رکھتے ہیں لیکن اس احتیاط کا سبب بزرگی اور تعظیم نہیں ہے.....

..... بلکہ حیا و مروت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، اس لیے کہ اس کا مشاہدہ اگرچہ آپ کو مدہوش نہیں کرتا اور نہ ہی آپ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن اس کے آنے سے آپ تکلف محسوس کرتے ہیں اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا خیال رکھتے ہیں۔

جبکہ بعض اوقات آپ کے پاس کوئی آفیسر یا کوئی بزرگ شخصیت آتی ہے تو آپ اس کی تعظیم کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ دیتے ہیں اور یہ چھوڑنا محض حیا کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام حرکات و سکنات بلکہ دلی جذبات کی بھی نگرانی کرے بلکہ تمام اختیارات کی حفاظت کرے اور ان امور میں دو پہلوؤں سے نگرانی کی ضرورت ہے ایک عمل سے پہلے اور دوسرا عمل کے دوران۔ عمل سے پہلے یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہوا یا دل میں عمل کی خواہش پیدا ہوئی ہے کیا وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے تو اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرے حتیٰ کہ نور حق کے ذریعے یہ بات اس پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ اگر وہ کام اللہ عزوجل کے لیے ہو تو اسے کر لے اور اگر غیر خدا کے لیے ہو تو اللہ عزوجل سے حیا کرتے ہوئے اس کام سے رک جائے۔ پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اس نے کیوں اس کام میں رغبت کی اور کیوں اس کا قصد کیا اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھائے اور بتائے کہ اس (نفس) نے اپنی رسوائی کے لیے یہ کوشش کی ہے اور اگر اللہ عزوجل سے محفوظ نہ رکھتا تو وہ خود اپنے آپ سے دشمنی کر چکا ہوتا۔ (احیاء العلوم، کتاب المراقبہ و المحاسبہ، المقام الاول من المرابطۃ، ج ۴، ص ۹۸)

..... ملخصاً، دار المعرفۃ بیروت)

خواہشات کسی پہچان کا ضابطہ: بندہ مومن پکے دل میں عمل کی خواہش پیدا

ہوئی کیا وہ خالص اللہ عزوجل کے لیے ہے یا نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے؟

..... یہ بات کیسے معلوم ہو؟ کیونکہ دل میں نفس، شیطان اور فرشتے کی طرف سے خواہشات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

جواب: دراصل خواہشات کی تین اقسام ہیں۔ (۱) خواہشِ رحمانی، (۲) خواہشِ نفسانی، (۳) خواہشِ شیطانی۔

(۱)..... خواہشِ رحمانی: جو خواہش فرشتے کی جانب سے پیدا ہو۔

(۲)..... خواہشِ نفسانی: جو خواہش شیطان کی جانب سے پیدا ہو۔

(۳)..... خواہشِ شیطانی: جو خواہش شیطان کی جانب سے پیدا ہو۔

یہاں پر یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ خواہشِ رحمانی اور خواہشِ شیطانی میں التباس نہیں ہو سکتا کیونکہ خواہشِ رحمانی ہمیشہ نیکی پر مشتمل ہوگی جبکہ خواہشِ شیطانی ہمیشہ بالواسطہ یا بلاواسطہ برائی کی جانب لے جانے والی ہوگی۔ لیکن خواہشِ نفسانی یہ کبھی خواہشِ رحمانی اور کبھی خواہشِ شیطانی کے ساتھ مُلتَبِس ہو جائے گی، کیونکہ نفس جس طرح برائی کی جانب بندے کو مائل کرتا ہے تو اسی طرح یہ کبھی نیکی کی جانب بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اب اگر نفس برائی کی جانب مائل کرے تو اس کی یہ خواہش، خواہشِ شیطانی سے مُلتَبِس ہو جائے گی، اور اگر نیکی کی جانب رہنمائی کرے تو اس کی یہ خواہش، خواہشِ رحمانی سے مُلتَبِس ہو جائے گی۔ اس التباس سے بچنے کے لیے ان خواہشات میں جو وجہ امتیاز ہے اس کو جان لینا نہایت ضروری ہے۔

اگر خواہشِ نفسانی کو خواہشِ شیطانی سے ممتاز کرنا ہو تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہوگا: اعلیٰ حضرت امام ابو رضا خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ فرماتے ہیں: ”اس قسم (برائی) کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی جس کے دو امتیاز سہل (یعنی آسان) ہیں، ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا رُفْقَا ضَا ہوتا ہے کہ ابھی گرو (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے): الْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ.....“

..... نرمی کو اپنا ساتھی، (۳۵) غور و فکر کو اپنا رفیق، سلامتی کو اپنا ٹھکانا،

..... عجلت (یعنی جلدی) شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب البر، باب ما جاء فی غانی
والعجلۃ، الحدیث: ۴۰۱۲، ج ۴، ص ۳۶۷، دار احیاء التراث العربی) اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ نفس
اپنی خواہش پر جمار ہوتا ہے جب تک پوری نہ ہو اُسے بدلتا نہیں، اُسے واقعی اُسی شے کی خواہش ہے
۔ اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی، وہ نہ ملی، دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی
ہوگئی، اس واسطے کہ اُس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔“ (المفروض، ص ۱۵۸، مکتبۃ المدینہ)

اگر خواہش نفسانی کو خواہشِ رحمانی سے ممتاز کرنا ہو تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہوگا: اگر وہ خواہش کسی
بڑے نیک کام کے مقابلے میں نہ ہو تو وہ خواہشِ رحمانی ہوگی اور اگر اپنے سے کسی بڑے نیک کام
کے مقابلے میں ہو تو وہ خواہشِ نفسانی ہوگی۔ مثلاً وضو کر کے دو نفل ادا کرنے کی خواہش کے مقابلے
میں وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر اللہ کی خواہش اگرچہ نیکی کی خواہش ہے مگر ایک بڑی نیکی کے مقابلے میں
ہونے کی وجہ سے یہ نفسانی خواہش ہے۔“ (شیطان کا بڑا بھائی، ص ۷۱-۷۲، میلاد پبلی کیشنز)

(35)..... نرمی کی تعریف: ”نرمی سختی کی ضد ہے۔“

(لسان العرب، ج ۱۰، ص ۱۱۸، دار صادر بیروت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ترجمہ: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی
نکل جاتی ہے اُسے عیب دار کر دیتی ہے۔“

(مسلم، کتاب البر، باب فی فضل الرفق، ج ۴، ص ۲۰۰۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ مَذْكُورَه حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی
حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو عزیز بن جائے گا، عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر بن
جائے گا۔“ (مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۲۸، مقاری پبلشرز)

اللہ عزوجل نری کو پسند فرماتا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”بیشک اللہ عزوجل رفق ہے اور نری کو پسند فرماتا ہے اور نری پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو نری کے علاوہ کسی شے پر عطا نہیں فرماتا۔“ (ایضاً)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی نری سے دنیا و آخرت کے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں، بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں۔ نری سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، ترجمہ: سختی سے روزی نہ کماؤ! عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے، شہد کی مکھی نری کی وجہ سے پھول چوستی ہے۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحياء، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۲۸، نقادری پبلشرز)
بھلائی سے محرومی: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب رب العزت، حسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”جو نری سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔“ (ایضاً)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”جس پر رب تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے، جس پر رب تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے، سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحياء، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۲۸، نقادری پبلشرز)
حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش نصیب، میکبر حسن و جمال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

..... جیسے نزمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نزمی کے

حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔“ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب

فی الرفق، رقم ۲۰۱۲، ج ۴، ص ۳۶۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہِ نبوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَزَمِيْ بِرُوحِ الْاَنْعَامِ عَطَا فَرَمَاتَا هِيَ جَوْجِهَالْت وَحَمَالْت پَر عَطَا نَهِيْس فَرَمَاتَا هِيَ اُوْر جِبِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كَسِيْ بِنْدِيْ سِيْ مَحَبْت فَرَمَاتَا هِيَ تُوَا سِيْ نَزَمِيْ عَطَا فَرَمَاتَا هِيَ اُوْر جُوْ كَر نَزَمِيْ سِيْ مَحْرُوْم رِهَا وُه مَحْرُوْم هِيَ هِيَ۔“

(الفردوس بما نورا الاخبار، ج ۱، ص ۱۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عائشہ! نزمی اختیار کرو جب اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کسی خاندان سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں نزمی عطا فرماتا ہے۔“ (کنز العمال فی سنن الاقوال بالکتاب الثالث فی الاعمال، الباب الاول بالفصل

الثانی برقم: ۵۱۵۰، ج ۳، ص ۵۲، مؤسسة الرسالة)

سعادت و بدبختی کی پانچ پانچ علامتیں: شقیق بلخی نے فرمایا سعادت کی پانچ علامتیں ہیں: (۱)..... دل کی نزمی، (۲)..... کثرتِ گریہ (۳)..... دنیا سے نفرت، (۴)..... امیدوں کا کوتاہ ہونا، (۵)..... حیا۔

اور بدبختی کی علامت بھی پانچ چیزیں ہیں: (۱)..... دل کی سختی، (۲)..... آنکھ کی خشکی یعنی عدم گریہ، (۳)..... دنیا کی رغبت، (۴)..... دراز امیدیں، (۵)..... بے حیائی۔“

(بخاری، کتاب العرفان، باب: ۱۲، ۱۰۵)

صدر الشریعہ کا حسن اخلاق: صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حسن اخلاق کے متعلق مفتی خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”تقریباً نو سال کی مدت تک میں نے حضرت (صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جوتیاں سیدھی کی ہیں لیکن اس عرصہ میں بد اخلاقی کی ایک بھی مثال اس فقیر گناہ گار کی نظروں میں نہ گذری۔“

(سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۰۴، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نرمی: املفو ظ شریف میں ہے: ”مؤلف: اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنہوں نے اس وہابی خیال شخص کو پیش کیا تھا جس نے علم غیب میں کچھ دریافت کیا تھا۔

عرض: حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستے ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مُذْطَبْہ کی باتیں میرے دل نے قبول کیں اور اب میں اِنْ شَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی اُن کا مرید ہوں گا۔

ارشاد: دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذْطَبْہ (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداء بہت نرمی کی گئی۔ مگر چونکہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہو گئی تھی اور مصداق ”نُبْمٌ لَا یَعُوذُونَ“ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا، اس وقت سختی کی گئی۔“

(الملفوظ، ص ۹۰، مکتبہ المدینہ)

..... فراغت کو غنیمت (۳۶)، دنیا کو سواری اور آخرت کو اپنی منزل بنا لو۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ”اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ نے مومن کے لیے جنت کے سوا کوئی راحت پیدا نہیں فرمائی۔“

(36)..... دھوکے میں مبتلا کرنے والی دو نعمتیں، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محرو
بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر
لوگ دھوکے میں ہیں: (ایک) صحت اور (دوسری) فراغت۔“

(بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الصحة والفراغ، رقم: ۴۹۶۰، ج ۵، ص ۲۳۵۷، دار ابن کثیر)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی
تندرستی اور عبادت کے لیے موقع مل جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں مگر تھوڑے لوگ ہی اس سے
فائدہ اٹھاتے ہیں، اکثر لوگ انہیں دنیا کمانے میں صرف کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے
کہ محنت سے جوڑنا، مشقت سے اس کی حفاظت کرنا، حسرت سے چھوڑنا۔ خیال رہے کہ فراغت
اور بیماری میں فرق ہے، فراغت اچھی چیز ہے بیماری بری چیز۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
والہ وسلم نے: جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے سوائے ان ساعتوں کے جو انہوں نے دنیا
میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے بغیر صرف کر دیں، (مرقات)۔“

(مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۱۳، قادری پبلیشرز لاہور)

پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
والہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو! جوانی کو
بڑھاپے سے قبل، صحت کو بیماری سے قبل، مالداری کو محتاجی سے قبل، فراغت کو مصروفیت سے قبل
اور زندگی کو موت سے قبل۔“ (الزهد لابن مبارک، ج ۱، ص ۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

..... ”اپنے ضمیر سے فتویٰ طلب کروا کر چہ فتویٰ دینے والے (کسی شے کے جواز کا)

فتویٰ دیں۔“ (۳۸)

(38)..... جامع الصغیر میں یہ حدیث حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”تم میرے پاس اس لیے آئے ہو کہ مجھ سے نیکی

اور گناہ کے بارے میں پوچھو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تو فرمایا: اپنے ضمیر سے فتویٰ طلب کرو

اگر چہ فتویٰ دینے والے (کسی شے کے جواز کا) فتویٰ دیں۔“ (جامع الصغیر مع شرح فیض

القدیر، ج ۱، ص ۶۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن مرآة المناجیح میں فرماتے ہیں: ”یعنی آج

سے اے وابصہ! گناہ اور ان کی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا نفس مطمئنہ جمے وہ نیکی ہوگی اور

جسے تمہارا دل اور نفس مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا، یہ حکم حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے لیے آج سے ہو گیا۔ یہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا، ہم

جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الثانی، ج ۴، ص ۲۵۸، قادری پبلشرز لاہور)

نیکی اور گناہ کی پہچان، حضرت نو اس ابن سمان سے مروی ہے: ”فرماتے ہیں کہ میں نے

تاجدار مدینہ سرور قلب سینہ فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے

میں پوچھا، تو فرمایا: ”نیکی اچھی عادت ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں چبھے اور تو یہ ناپسند

کرے کہ اس پر لوگ خبردار ہوں۔“

(مسلم، کتاب البر، باب تفسیر البر والائتم، رقم: ۲۵۵۳، ج ۴، ص ۱۹۸۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن مرآة المناجیح میں مذکورہ حدیث کی شرح

میں فرماتے ہیں: ”یہ فرمان کامل مسلمان کے لیے ہے جیسے ہم کو کبھی ہضم نہیں ہوتی.....“

..... فوراً تے ہو جاتی ہے یونہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ عام لوگوں کا یہ حال نہیں ہے بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں (مَعَاذَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)۔ حضور حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دوا عطا فرماتے ہیں یوں ہی (حدیث میں مذکور) ”النَّاسُ“ سے مراد مقبول بندے ہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۳۰، نقادری پبلشرز لاہور)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”بعض علما فرماتے ہیں: اگر اس حدیث میں خطاب کو عام کیا جائے تو یہ کلام اس شخص کے بارے میں ہوگا جس کا سینہ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نے نور یقین کے ساتھ کھول دیا ہو، تو وہ محض تجربہ یادی میلان سے بغیر کسی دلیل شرعی کے مسئلہ بتا سکتا ہے۔ لیکن جو ایسا نہ ہو اس کے لیے دلیل کا اتباع لازم ہوگا۔“ (فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۱، ص ۶۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”دل سے پوچھنا اس مقام پر ہے کہ جہاں مفتی جواز بتائے اور اگر مفتی نے حرام کہہ دیا تو اس سے احتراز ضروری ہوگا۔ پھر ہم ہر ایک دل کو یہ اختیار بھی نہیں دے سکتے، بہت سے دل تو ایسے وہم اور دوسوہ والے ہوتے ہیں جو ہر کام (خواہ جائز ہو یا ناجائز) کی طرف لپکتے ہیں لہذا ان کا اعتبار نہیں۔ ہاں اس عالم کے دل کا اعتبار ہے جو اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے باتوفیق ہو اور حالات کی باریکی کو سمجھتا ہو تو یہ کسوٹی ہے جس کے ذریعے سے معاملات کی حقیقت کو پہچانا جاسکتا ہے اور اس طرح کے دل بہت کم ہیں۔“

(احیاء علوم الدین، کتاب تفریق الصلقات، باب الثالث فی البحث والسؤال، ج ۲، ص ۱۱۸، دارالمعرفة بیروت)

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دل سے فتویٰ پوچھ!۔ اس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہوتا ہے،

(اے طالب ہدایت!) اپنے اعضا کو احکامِ علم کے تحت کر دے، اپنے ارادے کی حفاظت کر یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ **أَلَا تَعَزَّوَجَلَّ** تم سے تمھاری شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور اس کی بارگاہ میں فریادی غلام کی طرح کھڑا ہو تو اس کو رؤف ورحیم پائے گا۔“ (۳۹)

..... زندہ کے منہ میں اگر ایک تنکا آجائے تو اس کو چھین اسی وقت آئے گا جب وہ اسے نکال لے گا۔ ہزار لقموں میں سے جب ایک چھوٹا سا تنکا آیا تو زندہ کو فوراً پتہ چل گیا۔“

(مشوٰی روم، ص ۶۸، دفتر اول، حدیجہ پبلی کیشنز لاہور)

(39)..... حضرت علامہ مولانا تقی علی خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نے اپنی کتاب مستطاب **”أَحْسَنُ الْوَعَاءِ لِأَدَابِ الدُّعَاءِ“** پر جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان میں سب سے پہلے نمبر پر لکھا ہے:

اول: مُضْطَرٌ (یعنی دکھیارا) اس کے حاشیہ میں سرکارِ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”اس کی طرف (یعنی دکھیارے اور لاچار و ناشاد کی دعا کی قبولیت کی طرف) تو خود قرآنِ کریم میں ارشاد موجود ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ
يَكْشِفُ السُّوءَ (پ: ۲۰، النمل: ۶۲) جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔

(احسن الوعاء لأداب الدعاء، ص: ۲۱۸، مكتبة المدینہ)

ظالم کا عبرت انگیز انجام

ایک شخص کا بیان ہے: میں ”دمشق“ سے ”زبدانی“ تک نجر کرایہ پر چلایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص میرے ساتھ نجر پر سوار ہوا، دورانِ سفر ایک غیر معروف راستے سے گزرے تو اس شخص نے مجھے کہا: اس راستے سے چلو! میں نے کہا: میں تو اس راستے کے بارے میں نہیں جانتا۔.....

..... تو اس نے کہا: یہ راستہ قریب پڑے گا، پس ہم نے وہ راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ ہم ایک خوف ناک وگہری وادی میں پہنچے جس وادی میں بہت سارے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھے کہا: خچر کو روکوتا کہ میں نیچے اتر سکوں۔ میں نے خچر کو روکا تو اس نے نیچے اترتے ہی مجھ پر چاقو تان لیا۔ میں اس سے ڈر کر بھاگا اور اس نے میرا پیچھا کیا، میں اس کو اللہ کی قسم دے کر کہا: میرا خچر ساز و سامان کے ساتھ لے لو، اس نے کہا وہ تو میرا ہی ہے مگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے اَللّٰهُمَّ عَزِّدْ جَلَّ سے اور قتل کے انجامِ کار سے ڈرایا، لیکن وہ نہ مانا، آخر کار میں نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور اس سے کہا: مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دے دو! اس نے کہا: جلدی سے پڑھ لو۔ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو مارے خوف کے مجھے سارا قرآن بھول گیا حتیٰ کہ اس کا ایک حرف بھی یاد نہ رہا میں اسی حالت میں حیران و پریشان کھڑا رہا ادھر سے وہ شور مچا رہا تھا کہ جلدی کرو! جلدی کرو! اچانک میری زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

اَمِنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ
 يَكْشِفُ السُّوْءَ (ب: ۲۰، النمل: ۶۲) جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار وادی کے دہانے سے نیزہ ہاتھ میں لیے نمودار ہوا، اس نے وہ نیزہ اس شخص کو مارا تو وہ ٹھیک اس کے دل پر جا کر لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں اس گھوڑے سوار کو چٹ گیا اور اس کو اَللّٰهُمَّ عَزِّدْ جَلَّ کی قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا مجھے اس ذات نے بھیجا ہے کہ جو لا چار کی دعا کو قبول فرماتا ہے کہ جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس سے برائی کو دور کر دیتا ہے۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنے خچر اور سامان کو لیا اور سلامتی

کے ساتھ واپس پلٹ آیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ب: ۲۰، النمل: ۶۲، ج: ۶، ص: ۲۰۵، دار طیبہ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بندے کو اسی مرتبہ میں رکھتا ہے جتنی بندے نے اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی۔“ اور یہ معاملہ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی معرفت اور اس کے خوف کی مقدار پر ہے۔

(اے طالب خیر!) یہ بات جان لو کہ جو شخص اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت کو اپنے نفس کی خواہش پر مقدم رکھے اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اسے اپنا قرب عطا فرمائے گا، جو اس کی فرمانبرداری کرے وہ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا اور جو شخص اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی شے کو ترک کر دے گا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اس کو عذابِ جہنم سے محفوظ فرمائے گا۔ (۴۰)

(40)..... جنت کی کیاریاں: یہ شعب الایمان میں موجود حدیث مبارک کا ایک حصہ ہے، مکمل حدیث ملاحظہ ہو: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا: اے لوگوں! بے شک اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کے کچھ فرشتے زمین پر گھوم پھر کر ذکر کی مجلسوں میں ٹھہرتے ہیں لہذا جب تم جنت کی کیاریوں کے قریب سے گزرو تو ان میں سے کچھ پھول چن لیا کرو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ”ذکر کی مجالس۔ اور فرمایا: صبح و شام اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر میں مشغول رہو اور اس کا تنہائی میں بھی ذکر کیا کرو۔ جو شخص اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک اپنا مرتبہ جانا چاہے تو وہ دیکھے کہ اسکے نزدیک اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کا مرتبہ کیا ہے، کیونکہ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بندے کو اسی مرتبہ میں رکھتا ہے جتنی بندے نے اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی۔“ (شعب الایمان، کتاب

الایمان، باب محبة الله، فصل فی اداة ذکر الله رقم: ۵۲۵، ج ۲، ص ۶۵، مکتبة الرشد، باض)

مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا ذکر اللہ روحانی غذا ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سبزہ زار، جب انسان باغِ کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے، لہذا جب ذکر اللہ پر گزرے تو کچھ ذکر کر لے یا سن لے۔“ (مرآة، کتاب الادب، باب الرفق، ج ۶، ص ۴۲۸، غامدی پبلشرز)

جیسا کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے، ادھر رجوع کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔“ (۴۱)

کیونکہ جس کو تم رضائے الہی عَزَّوَجَلَّ کی خاطر ترک کرو گے اسے ضرور پاؤ گے۔

..... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”جہنم کو نفسانی شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو تکالیف سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجت النار بالشہوات، ج ۵، ص ۲۳۷۹، دار ابن کثیر)

(41)..... یہ ترمذی شریف میں موجود حدیثِ مبارک کا ایک حصہ ہے، مکمل حدیث ملاحظہ ہو:

امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ایک بات یاد رکھی، کہ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے، ادھر رجوع کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے، کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے۔“

(ترمذی، کتاب صفة القيامة مرقم: ۲۵۱۸، ج ۴، ص ۶۶۸، دار احیاء التراث العربی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

”یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال، اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو۔ مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی قوتِ قدسیہ اور علمِ لدنی والے ہوں، جن کا فیصلہ قلب، کتاب و سنت کے مطابق ہو عام لوگ یا نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے لہذا حدیث واضح ہے۔

حدیثِ مبارک کے حصے ”کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے“ کے تحت فرماتے ہیں:

..... یعنی مومنِ کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا: جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور اگر حدیث بھی متعارض نظر آئیں تو اقوالِ علما کو تلاش کرو، اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان اور گناہ سے خوشی ہو، نیکوں سے دل گھبرائے، تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفسِ امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو **سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ** یہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیریں حکم دل یزدانی است

جو زدل آزاد شد شیطانی است

دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔ آمین

(اے طالب ہدایت!) اچھی تاویل کر کے اپنے دل کو بدگمانی سے بچا (۴۲).....
(42)..... اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ -
گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو

(الحجرات: ۲۶) جاتا ہے۔

بدترین جھوٹ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یخطب علی خطبۃ اخیہ، الحدیث: ۴۸۴۹، ج ۵،

ص ۱۹۷۶، دار ابن کثیر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”یہاں ظن سے مراد مجتہدین علما کا قیاس نہیں بلکہ بلا دلیل بلا ثبوت مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کر لینا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو پنا دشمن سمجھ لینا، اس کے ہر قول ہر کام کو اپنی دشمنی قرار دے دینا یہ برائی ہے کہ یہ لڑائی فساد کی جڑ ہے۔ بعض عورتوں کو بلا وجہ شبہ ہوتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر جادو کر لیا ہے، اگر گھر میں اتفاقاً کسی کو بخار آ گیا یا جانور نے دودھ کم دیا تو اپنے پڑوسیوں پر جادو، تعویذ، گنڈے کی بدگمانی کر کے دل میں گرہ رکھ لی، یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسی بدگمانیاں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں اور شیطان بڑا جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ بھی بڑے ہوتے ہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۱۰، قادری پبلشرز)

بدگمانی حرام ہے

سرکار مدینہ قرآن قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان کا خون،،،،،“

..... مال اور اس سے بدگمانی (دوسرے مسلمان پر) حرام ہے۔“ (شعب الایمان، باب فی

تحریم اعراض الناس، الحدیث: ۶۲۸۰، ج ۹، ص ۷۵، مکتبۃ الرشیدیہ)

اچھی عبادت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حسن الظن من حسن العبادة یعنی: اچھا گمان اچھی عبادت سے ہے۔“

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، رقم: ۴۹۹۵، ج ۵، ص ۴۵۵، دارالکتاب العربی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اچھا گمان، اس سے امید وابستہ رکھنا عبادت میں سے ایک اچھی عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ عزوجل سے امید اچھی عبادت سے حاصل ہوتی ہے، جو عبادت کرے اسے یہ امید نصیب ہوگی۔“

تیسرے یہ کہ عبادت کے ذریعے اللہ عزوجل سے اچھی امید رکھو، عبادت سے غافل رہ کر امیدیں باندھنا حماقت ہے، جیسے کوئی جو بو کر گندم کاٹنے کی امید کرے۔“

چوتھے یہ کہ اللہ عزوجل کے بندوں یعنی مسلمانوں سے اچھا گمان کرنا، ان پر بدگمانی نہ کرنا، یہ بھی اچھی عبادت میں سے ایک عبادت ہے۔ اس فرمان کے اور معانی بھی ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر اچھا گمان اچھی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، جو عابد ہوگا وہ نیک گمان ہوگا جو خود برا ہوگا دوسروں کو بھی برا سمجھے گا۔“

(مرآة المناہج، کتاب الادب، باب ما ینہی عنہ من النہاجر والتضایع، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۴۱۸، نقاری پبلشرز)

ظن (گمان) کی تعریف: علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اسم لما یحصل عن امارۃ یعنی: ظن اس اعتقاد کا نام ہے، جو کسی.....“

.....، ظاہری علامت سے حاصل ہوتا ہے۔“ (المفردات للراغب، ص ۵۳۹، دارالعلم دمشق)

ظن کی ابتداء دو اقسام ہیں، (۱)..... حسن ظن (اچھا گمان)، (۲)..... سوء ظن (بدگمانی)۔

پھر حسن ظن کی دو اقسام ہیں، (۱)..... واجب، (۲)..... مستحب۔

چنانچہ صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے

ہیں: ”گمان کی کئی قسمیں ہیں، ایک واجب ہے، وہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا، ایک

مستحب وہ مومن صالح کے ساتھ نیک گمان۔“ (خزائن العرفان، پ ۲۶، المحررت، تحت الآية ۱۲)

سوء ظن کی بھی دو اقسام ہیں، (۱)..... حرام، (۲)..... جائز۔

چنانچہ صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک ممنوع حرام وہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے

ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز، وہ فاسق معطن کے ساتھ ایسا گمان

کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔“ (خزائن العرفان، پ ۲۶، المحررت، تحت الآية ۱۲)

جواز کی ایک اور صورت: جب نقصان میں مُجھلا ہونے کا قوی احتمال ہو۔ مثلاً کسی کے ساتھ

کاروباری شراکت کی یا خرید و فروخت کی اور سامنے والے کی کسی مشکوک حرکت کی وجہ سے دل

میں بے اختیار بدگمانی پیدا ہوئی اور اس نے اس بدگمانی کی بُنیاد پر ایسی احتیاطی تدابیر اختیار

کیں جس سے سامنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے۔“

(بدگمانی، ص ۱۹، مکتبۃ المدینہ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”احترسوا من الناس بسوء

الظن یعنی: لوگوں سے سوء ظن کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔“

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ یعقوب، رقم: ۹۴۵۸، ج ۹، ص ۱۷۵، دارالحرین قاہرہ)

آرزوں کو کم کر کے اپنے دل سے حسد کو دور کر (۴۳).....

باطنی امراض کا علم سیکھنا فرض ہے۔

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ فِی رِضْوِیۃ جلد ۲۳ صفحہ ۶۲۴ پر لکھتے ہیں:
 ”مَحْرَمَاتِ بَاطِنِیۃ (یعنی باطنی منوعات مثلاً) تَكْتُمُ وِیَا وَعُجْبٍ وَحَسَدٍ وَغَیْرَهَا اَوْرَانُ كِی مَعَالِجَاتِ (یعنی علاج) كِه اِن كَا عِلْمُ (یعنی جاننا) بھي ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔ لہذا باطنی گناہوں میں سے چند کے متعلق ہم تفصیل کے ساتھ کلام کریں گے۔ اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا
 حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ
 مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴿۱۰۹﴾ البقرة، ۱۰۹
 ترجمہ کنز الایمان: بہت کتابیوں نے چاہا
 کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف
 پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے، بعد اس
 کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”اسلام کی حقانیت جاننے کے بعد یہود کا مسلمانوں کے کفر و ارتداد کی تمنا کرنا اور یہ چاہنا کہ وہ ایمان سے محروم ہو جائیں حسد تھا حسد بڑا ہی عیب ہے، حدیث شریف میں ہے: ”سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو وہ نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔ (مسئلہ) حسد حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے مال و دولت یا اثر و جاہت سے گمراہی و بے دینی پھیلاتا ہو تو اس کے فتنے محفوظ رہنے کے لیے اس کے زوال نعمت کی تمنا حسد میں داخل نہیں اور حرام بھی نہیں۔“

(خزائن العرفان پ: ۱، البقرة، ۱۰۹)

(43)..... حسد کی تعریف: امام محمد بن محمد غزالی علیہ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَالِیۃ فرماتے ہیں:

”اپنے مسلمان بھائی سے اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ کسی ایسی نعمت کے چھین.....“

.....“جانے کی تمنا کرنا جس میں اس کے لیے بہتری ہو۔“

رشک کی تعریف: اگر نعمت کے جانے کا ارادہ تو نہ ہو لیکن ویسی ہی نعمت کا اپنے لیے بھی طالب ہو تو اسے رشک کہتے ہیں۔

غیرت کی تعریف: اگر اس نعمت میں اس کے لیے بہتری نہ ہو تو ایسی نعمت کے چھن جانے کے ارادے کو غیرت کہتے ہیں۔ (منہاج العابدین، ص ۸۸، مکتبۃ ابن القیم دمشق)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”حسد کے چار مراتب ہیں،
اول: کسی کی نعمت کی زوال کی تمنا کرنا، اگرچہ اس کو وہ نعمت نہ ملے۔

ثانی: یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔

ثالث: اس نعمت کی تمنا نہ کرنا بلکہ اس کی مثل کی تمنا کرنا اور اگر وہ اس کی مثل حاصل کرنے سے عاجز رہے تو پھر اس کے زوال کی تمنا کرے تاکہ ان کے مابین تفاوت نہ رہے۔

رابع: اپنے لیے اس نعمت کی مثل کی تمنا کرنا، اگر اس کی مثل حاصل نہ ہو تو اپنے بھائی سے چھن جانے کی تمنا نہ کرنا۔

آخری قسم اگر دنیاوی معاملات میں ہو تو معاف اور دینی معاملات میں ہو تو مستحب ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الغصب والحقد والحسد، بیان حقیقۃ الحسد وحکمہ واحکامہ، ج ۳، ص ۱۹۲، دارالمعرفۃ بیروت)

حسد کی آفات

﴿۱﴾..... نیکیوں کی بربادی: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: **إِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ**

النَّارُ الْحَطَبُ: ”حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، رقم ۴۹۰۵، ج ۴، ص ۴۲۷، دارالکتاب العربی بیروت)

..... حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”یعنی بغض و حسد ذریعہ بن جاتے ہیں نیکیوں کی بربادی کا، یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جائیں، حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب بہاب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۱۵۰ بقادری پبلشرز)

﴿2﴾..... ایمان کے لیے خطرہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”الحسد یفسد الإیمان کما یفسد الصبر العسل“ ترجمہ: حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلو (یعنی ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس) شہد کو خراب کر دیتا ہے۔“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۷۴۴۰، ج ۳، ص ۶۱، مؤسسة الرسالة)

رسول اکرم، شہنشاہِ نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”تم میں پھیلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض و حسد ہے جو کہ استرے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض و حسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو۔“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۷۴۴۳، ج ۳، ص ۶۲، مؤسسة الرسالة)

﴿3﴾..... نعمتوں کا زوال: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کاد الحسد أن یغلب القدر“ یعنی: حسد قریب ہے کہ تقدیر پر غالب آجائے۔“

(شعب الایمان، باب الحث علی ترک الغل والحسد، رقم: ۶۱۸۸، ج ۹، ص ۱۲، مکتبۃ الرشیدیہ)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”یعنی قریب ہے کہ حسد تقدیر کو بدل دے، کیونکہ حاسد خود محسود کی تقدیر کو بدلنا چاہتا ہے، اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کا تو کچھ نہیں بگڑتا حاسد کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر الخ.....، الفصل الثالث، ج ۶، ص ۱۵، غادری پبلشرز)

﴿4﴾..... مجھ سے کوئی تعلق نہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لیس منی ذو حسد، ولا نمیمة، ولا کھانة، ولا انا منہن حسد کرنے والے، چغلی کھانے والے اور کاهن کے پاس جانے والے کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔“

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ما جاء فی الغیة والنمیمة بالحلیث: ۱۳۱۲۶، ج ۸، ص ۵، دار الفکر بیروت)

﴿5﴾..... خیر کے زوال کا سبب: حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا

یزال الناس بخیر ما لم یتحاسدوا“ ترجمہ: لوگ جب تک آپس میں حسد نہ کریں گے ہمیشہ

بھلائی پر رہیں گے۔“ (مجمع الزوائد، الحدیث: ۱۳۰۴۵، ج ۷، ص ۴، دار الفکر بیروت)

﴿6﴾..... شرک کے مساوی: حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ

رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان ابلیس

یقول: ابغوا من بنی آدم البغی والحسد، فانہما یعدلان عند اللہ الشرکین

ترجمہ: ابلیس (اپنے چیلوں سے) کہتا ہے: انسانوں سے ظلم اور حسد کے اعمال کراؤ کیونکہ یہ دونوں

عمل اللہ عزوجل کے نزدیک شرک کے مساوی ہیں۔“ (کنز العمال، کتاب الاعلاق قسم الاقوال، باب

الاول فصل الثانی بالحیث ۷۲۵، ج ۳، ص ۴۰۰، مؤسسة الرسالة)

﴿7﴾..... رب تعالیٰ کی نعمت کی دشمنی: حدیث قدسی ہے: ”الحاسد عدو نعمتی،

متسخط لقضائی، غیر راض بقسمتی التي قسمت بین عبادی“ ترجمہ: حاسد میری

نعمت کا دشمن، میرے فیصلے پر ناخوش اور میری تقسیم پر ناراض رہتا ہے جو میں نے اپنے بندوں کے

درمیان فرمائی ہے۔“ (شعب الایمان، باب لعنت علی نزل لعل ولحدوفہم: ۶۲۱۳، ج ۹، ص ۲۸، مکتبہ شریعتیہ)

﴿8﴾..... حکم نبوی سے روگردانی: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا تباعضوا ولا تحاسدوا“

..... ترجمہ: آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے حسد کرو۔“ (ترمذی، کتاب

الادب، باب فیمن یبغض اخاه المسلم، رقم: ۴۹۱۲، ج ۴، ص ۴۳۰، دار احیاء التراث العربی)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جو میری کسی نعمت سے حسد کرتا ہے میں اس کے سوا ہر شخص کو راضی کر سکتا ہوں کیونکہ حاسد اسی وقت راضی ہوگا جب وہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے گی۔“ (الزواج، مترجم، ج ۱، ص ۱۹۹، مکتبۃ المدینہ)

حسد کے اسباب

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”حسد کے اسباب کثیر ہیں لیکن یہ سب سات اسباب میں منحصر ہیں، (۱)..... دشمنی، (۲)..... غیر کو اپنے سے بلند ہونے کو ناپسند کرنا، (۳)..... تکبر، (۴)..... خود پسندی، (۵)..... پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، (۶)..... نفس کی خباثت اور (۷)..... اس کا بھل۔“ (احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد،

بیان اسباب الحسد والمنافسة، ج ۳، ص ۱۹۲، دار المعرفۃ بیروت)

حسد کی علامات

یاد رہے کہ باطنی گناہوں کی جو علامات بیان کی جاتی ہیں وہ اپنے اندر اس مرض کی پہچان کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ دوسروں کے اندر جاننے کے لیے، لہذا اگر کوئی علامت کسی میں نظر آئے تو اس کے متعلق بدگمانی نہ کی جائے۔

امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”مَقَاصِدُ الرَّعَايَةِ“ میں فرماتے ہیں: ”حسد کی بہت سی قبیح علامات ہیں، مثلاً اقوال و افعال کے ذریعے محسود (جس پر حسد ہو) کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرنا اور اس سے نعمت کے زوال کی کوشش کرنا۔“

(مقاصد الرعاية، فائدة الخیری فی آثار الحسد، ص ۱۵۴، دار الفکر بیروت)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”حسد کی علامات یہ ہیں: (۱)..... محسود پر طعن و تشنیع کرنا،

..... (۲) اس پر بڑائی چاہنا، (۳) اس کو فائدہ پہنچانے سے باز رہنا۔“

(مأخوذ من احیاء العلوم، کتاب ذم النصب والحقد والحسد بیان الدواء الذی ینفی، ج ۳، ص ۱۹۲، دار المعرفۃ بیروت)

مزید علامات: (۱)..... محسود کے ساتھ سلام و مصافحہ ترک کر دینا، (۲)..... اس کے لیے بددعا کرنا، (۳)..... اس کی غیبت کرنا، (۴)..... اس کی مصیبت پر خوش ہونا، (۵)..... اس کی خوشی پر غمگین ہونا، (۶)..... اس کو حقارت سے دیکھنا، (۷)..... لوگوں کو اس کی مذمت پر ابھارنا، (۸)..... اس کی تعریف کرنے اور سننے سے باز رہنا۔

حسد کا علاج

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”بندے کو چاہیے کہ ہر وہ قول یا فعل جس پر حسد ابھارے، نفس پر جبر کرتے ہوئے ہوئے اس کی ضد کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ مثلاً اگر حسد طعن و تشنیع پر ابھارے تو کوشش کر کے اس کی (جائز) تعریف بیان کرے، اگر حسد محسود پر بڑائی چاہنے پر ابھارے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے، اگر حسد محسود کو فائدہ پہنچانے سے باز رہنے پر ابھارے تو اس پر مزید انعام و اکرام کرے۔“ (احیاء العلوم، کتاب ذم النصب والحقد والحسد، بیان الدواء

الذی ینفی مرض الحسد، ج ۳، ص ۱۹۲، دار المعرفۃ بیروت)

حسد کے مراتب و حکم

حاسد کے حسد میں جتلا ہو جانے کے بعد تین حالتیں ہو سکتی ہیں، (۱) حسد کے مقتضی (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل نہ کرے بلکہ دل سے اس کو برا سمجھے اور اس کو ختم کرنے کی کوشش میں مشغول ہو جائے۔ یہ قسم معاف ہے کیونکہ بندے پر اتنا ہی لازم ہے۔ (۲) حسد کے مقتضی (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل نہ کرے، لیکن دل سے اس کو برا بھی نہ سمجھے، اس پر مواخذہ ہے۔ (۳) حسد کے مقتضی (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل کرے اور دل سے اس کو برا بھی نہ جانے.....

.....

 اس پر مواخذہ ہے اور یہ قطعاً حرام ہے۔ (ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب ذم الغصب

والحقد والحسد، بیان القدر الواجب فی نفی الحسد، ج ۳، ص ۲۰۰، دارالمعرفۃ بیروت)

والہ کیا بات اعلیٰ حضرت کی: اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ

رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف و انضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حملتِ دین پر دیکھا اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لیے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے جس پر میری کتاب ”المعتمد المستند“ وغیرہ شاہد ہیں، حسد شہرتِ طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریمہ کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دوروں سے دور رہتا نہیں دو وجہ پر تھا۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۵۹۸، رضا فاؤنڈیشن)

حاسد کا انجام

ایک نیک شخص کسی بادشاہ کے پاس نصیحت کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا اور وہ اس سے کہا کرتا: اچھے لوگوں کے ساتھ ان کی اچھائی کی وجہ سے اچھا سلوک کرو کیونکہ برے لوگوں کے لیے ان کی برائی ہی کافی ہے۔ ایک جاہل کو اس نیک شخص کی (بادشاہ سے) اس قربت پر حسد ہوا تو اس نے اس کے قتل کی سازش تیار کی اور بادشاہ سے کہا: یہ شخص آپ کو بدبو دار سمجھتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ اس کے قریب جائیں گے تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا تاکہ آپ کی بدبو سے بچ سکے۔ بادشاہ نے اس سے کہا: تم جاؤ میں خود اسے دیکھ لوں گا۔.....

..... یہ سازشی وہاں سے نکلا اور اس نیک شخص کو اپنے گھر دعوت پر بلا کر لہسن کھلا دیا، وہ نیک آدمی وہاں سے نکل کر بادشاہ کے پاس آیا اور حسب عادت بادشاہ سے کہا: اچھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ برے کو اس کی برائی ہی کافی ہوگی۔ تو بادشاہ نے اس سے کہا: میرے قریب آؤ! وہ قریب آیا تو اس نے اس خوف سے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں بادشاہ لہسن کی بو نہ سونگھ لے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ فلاں آدمی سچ کہتا تھا۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ کسی کے لیے اپنے ہاتھ سے صرف انعام دینے کا ہی فرمان لکھا کرتا تھا، لیکن اب کی بار اس نے اپنے ایک گورنر کو اپنے ہاتھ سے لکھا کہ: جب میرا خط لانے والا یہ شخص تمہارے پاس آئے تو اسے ذبح کر دینا اور اس کی کھال میں بھوسہ بھر کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس نیک شخص نے وہ خط لیا اور دربار سے نکلا تو وہی حاسد شخص اسے ملا، اس نے پوچھا: یہ خط کیسا ہے؟ نیک شخص نے جواب دیا: بادشاہ نے مجھے انعام لکھ کر دیا ہے۔ سازشی شخص نے کہا: یہ مجھے ہبہ کر دو۔ تو اس نیک شخص نے کہا: تم لے لو۔ پھر جب وہ شخص خط لے کر عامل کے پاس پہنچا تو اس عامل نے اس سے کہا: تمہارے خط میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر دوں اور تمہاری کھال میں بھوسہ بھر کر بادشاہ کو بھیج دوں۔ اس نے کہا: یہ خط میرے لیے نہیں ہے میرے معاملہ میں اللہ عزوجل سے ڈرو تا کہ میں بادشاہ سے رابطہ کر سکوں۔ تو عامل نے کہا: بادشاہ کا خط آنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا عامل نے اسے ذبح کر کے اور اس کی کھال بھوسے سے بھر کر بادشاہ کو بھیج دی، پھر وہی نیک شخص حسب عادت بادشاہ کے پاس آیا اور اپنی بات دہرائی: اچھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ تو بادشاہ نے حیرت زدہ ہو کر اس سے پوچھا: تم نے خط کا کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: مجھے فلاں شخص ملا تھا، اس نے مجھ سے وہ خط مانگا تو میں نے اسے دے دیا۔ تو بادشاہ نے کہا: اس نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم کہتے ہو کہ میرے جسم سے بو آتی ہے۔ تو اس نیک شخص نے جواب دیا:.....

یہ بات جانتے ہوئے اپنے دل سے تکبر کو دور کر! کہ اللہ عز و جل تجھ پر حاکم حقیقی ہے۔ (۳۳)

..... میں نے تو ایسا نہیں کہا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا: تم نے اپنی ناک پر ہاتھ کیوں رکھا تھا؟ اس نے بتایا: اسی شخص نے مجھے لہسن کھلا دیا تھا اور میں نے پسند نہ کیا کہ آپ اس کی بوسوٹھیں۔ بادشاہ نے کہا: تم سچ ہو اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ، برے آدمی کی برائی اسے کفایت کر گئی۔“

(الزواج، مترجم، ج ۱، ص ۱۹۷-۱۹۸، مکتبۃ المدینہ)

(44)..... تکبر کی تعریف: نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تکبر کی تعریف ان الفاظ میں ارشاد فرمائی: ”الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ“ یعنی تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔“ (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب

تحریم الکبر و بیانہ برقم: ۱۴۷، ج ۱، ص ۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ مرغاب صفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تکبر کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی: ”وذلك ان يرى الانسان نفسه اكبر من غيره“ یعنی: انسان اپنی ذات کو دوسرے سے افضل گمان کرے۔“ (المفردات المرغاب، ص ۶۹۷، دار العلم دمشق)

تکبر کی اقسام: (۱)..... کفر، (۲)..... حرام، (۳)..... جائز۔

(۱)..... کفر: اللہ و رسول کے سامنے غرور (تکبر) کرنا کفر ہے۔ (مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب و الکبر، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۴۳، قادری پبلشرز) نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مقابلے میں تکبر کفر ہے، جیسے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلے میں تکبر کیا کافر ہوا۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب و الکبر، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۴۱، قادری پبلشرز)

(۲)..... حرام: مسلمان بھائی سے اپنے کو بڑا سمجھنا سے ذلیل و حقیر سمجھنا یہ برا ہے۔ (ایضاً)

(۳)..... جائز: مسلمان کا اپنے کو کفار سے اچھا جاننا انہیں حقیر سمجھنا کہ ان کی ہیبت ہمارے دل

میں نہ آئے، یہ اچھا تکبر ہے۔ (ایضاً)

تکبر کی آفات

﴿1﴾..... اللہ عزوجل کی ناراضی: چنانچہ رب کائنات عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝
ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہ مغرور

(پ: ۱۴، النحل: ۲۳) وں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿2﴾..... سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی: چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے قابلِ نفرت

اور میری مجلس سے دور وہ لوگ ہوں گے جو واہیات بکنے والے، لوگوں کا مذاق اڑانے والے اور

مُتَفَيِّهِق ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے

ہودہ بکواس بکنے والوں اور لوگوں کا مذاق اڑانے والوں کو تو ہم نے جان لیا مگر یہ مُتَفَيِّهِق کون

ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد ہر تکبر کرنے والا شخص ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، الحدیث: ۲۰۱۸ ج ۴، ص ۳۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

﴿3﴾..... قیامت کی رسوائی: چنانچہ دو جہاں کے تاجدار، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں جھونٹیوں کی

مانداٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے ”بؤئیس“ نامی قید

خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیکر ان پر غالب آ جائے

گی، انہیں ”طینۃ الخبال“ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔“ (جامع الترمذی، کتاب

صفة القيامة، باب ما جاء في شدة... الخ، الحدیث: ۲۴۹۲ ج ۴، ص ۶۵۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

﴿4﴾..... جنت سے محرومی: حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے

ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ.....“

.....
 "..... فی قلبہ مقال حبة خردل من کبریا عن یعنی: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا
 (یعنی تھوڑا سا) بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر
 ویانہ ملحدیث: ۱۴۸، ج ۱، ص ۹۳، دلرا حیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اس فرمان عالی کے چند معانی
 ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہوگا وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا،
 کبر (تکبر) سے مراد اللہ رسول کے سامنے غرور کرنا ہے یہ کفر ہے، دوسرے یہ کہ دنیا میں جس
 کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا، تیسرے یہ کہ جس کے دل میں
 رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا، پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور
 کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب والکبر، الفصل الاول، ج ۶، ص ۴۴۳ بخاری پبلشرز)

﴿5﴾..... نظرِ رحمت سے محرومی: اللہ کے محبوب، دانائے عُیُوب، صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: "من جر ثوبه منعیلة لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامة" جو تکبر کی وجہ
 سے اپنا تہ بند لٹکائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔" (صحیح

البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه، من الخیلاء، ملحدیث: ۵۴۵۵، ج ۵، ص ۲۱۸۳، دار ابن کثیر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "پاچھوں کا گُغْثِیْن (یعنی دونوں ٹخنوں) سے نیچا ہونا
 جسے عربی میں "اِسْبَال" کہتے ہیں اگر براہِ عُجْب و تکبر (یعنی خود پسندی اور تکبر کی وجہ سے) ہے تو
 قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اُس پر وعیدِ شدید وارد، اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو حکمِ ظاہر احادیث
 مردوں کو بھی جائز ہے۔ مگر عُلْمًا در صورتِ عدم تکبر (یعنی تکبر کے طور پر نہ ہونے کی صورت میں) حکم
 کراہتِ تنزیہی دیتے ہیں۔ ہاں جملہ (غلامیہ کہ) اِسْبَال اگر براہِ عُجْب و تکبر ہے، حرام....."

..... ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۶۴-۱۶۷، ملخصاً)

﴿6﴾..... غضب الہی کا استحقاق: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ما من رجل يتعاطم في نفسه و يفتال في مشيته الا لقي الله وهو عليه غضبان یعنی: جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور چلنے میں اتراتا ہے، وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا۔“ (المستدرک، کتاب الایمان، باب من يتعاطم في نفسه،

الحدیث: ۲۰۱ ج ۱، ص ۱۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿7﴾..... تکبر نے ہی شیطان کو رسوا کیا: رسول اکرم، شہنشاہ نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”ایاکم والكبر فان ابليس حمله الكبر على ان لا يسجد لآدم یعنی: تکبر سے بچتے رہو کیونکہ اسی تکبر نے ہی شیطان کو اس بات پر ابھارا تھا کہ وہ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سجدہ نہ کرے۔“ (کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الثالث فی

الاحلاق، الباب الاول، بالفصل الثاني، رقم: ۷۷۳۴۰، ج ۳، ص ۵۲۵، مؤسسة الرسالة)

﴿8﴾..... جہنم کا استحقاق: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الا

اخبرکم باهل النار؟ کل عتل جواظ مستکبر۔ کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر سرکش، جواظ، مستکبر اور بڑھائی چاہنے والا جہنمی ہے۔“ (بعلری، کتاب الادب، باب الکبر، رقم: ۵۷۲۳، ج ۵، ص ۱۲۵۵، درابن کثیر)

چلنے والا یا پھر زیادہ کھانے والا ہے۔ (الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۲۳۳، مکتبۃ المدینہ)

تکبر کے اسباب: (۱)..... علم، (۲)..... عمل، (۳)..... حسب و نسب، (۴)..... حسن،

(۵)..... قوت و طاقت، (۶)..... مال، (۷)..... حامیوں کی کثرت۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم العہاء والریاء، بیان ماہہ التکبر، ج ۳، ص ۳۴۷، دارالمعرفۃ بیروت)

تکبر کسی علامات: (۱)..... اس بات کو پسند کرنا کہ لوگ مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو

جائیں تاکہ دوسروں پر میری شان و شوکت کا اظہار ہو۔“ (الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۳، مکتبۃ

الحقیقة ترکی۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الحیاء والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۴،

دارالمعرفة بیروت)

(۲)..... یہ چاہتا کہ لوگ مرے ساتھ بیٹھنے کے بجائے میری تعظیم کی خاطر میرے سامنے

باادب کھڑے رہیں تاکہ لوگوں میں میرا مقام و مرتبہ ظاہر ہو۔ (ایضاً، ایضاً،)

(۳)..... کہیں آتے جاتے وقت یہ خواہش رکھنا کہ میرا کوئی شاگرد، مرید، عقیدت مند یا کوئی

رفیق برابر یا پیچھے پیچھے چلے تاکہ لوگ مجھے معزز سمجھیں۔ ہاں اگر دشمن کے خوف کی وجہ سے اس کی

خواہش ہو کہ میرا کوئی شاگرد یا مرید یا عقیدت مند میرے پیچھے چلتا رہے تو اس میں حرج نہیں۔

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۴، مکتبۃ الحقیقة ترکی۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الحیاء والریاء، بیان اخلاق

المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۴، دارالمعرفة بیروت)

(۴)..... کسی سے ملاقات کے لیے خود چل کر جانے میں ذلت سمجھنا، اگرچہ کہ اس کے پاس

جانے کی صورت میں اسے علمی و دنیوی فوائد حاصل ہوں۔ ہاں اگر کسی سے ملاقات کے لیے نہ

جانے کی وجہ یہ ہو کہ علمی مصروفیات یا عبادات میں مشغول رہتا ہے، یا کسی کے پاس جانے کی

صورت میں نخبیت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الحدیقة

الندیة، ج ۱، ص ۵۸۴، مکتبۃ الحقیقة ترکی۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الحیاء والریاء، بیان اخلاق المتواضعین

الخ، ج ۳، ص ۳۵۴، دارالمعرفة بیروت)

(۵)..... کسی کا برابر میں آ کر بیٹھ جانا اس لیے ناگوار گزرنا کہ میں اس سے افضل ہوں، بلکہ

خواہش یہ ہو کہ لوگ میرے سامنے باادب ہو کر بیٹھیں۔ (الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۵، مکتبۃ الحقیقة

ترکی۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الحیاء والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۴، دارالمعرفة بیروت)

(۶)..... مریضوں اور معذوروں کو حقیر جانتے ہوئے ان کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا۔

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۵، مکتبۃ الحقیقة ترکئی۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الحماہ والرہاء، بیان اخلاق

المواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۵، دار المعرفۃ بیروت)

(۷)..... مسکینوں اور غریبوں کو حقیر جانتے ہوئے ان کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا۔ (بعض)

(۸)..... مال یا مرتبہ میں اپنے سے کم مسلمان بھائی سے اس کو حقیر جان کر سلام و مضافی کرنے کو

ناپسند کرنا۔ (موسوعہ فقہیہ کویتیہ، ج ۳۶، ص ۱۶۹، وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، الكويت)

(۹)..... کسی معظّم دینی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کو گوارا نہ کرنا۔

(۱۰)..... اپنے لباس، اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو میں امتیاز چاہنا تا کہ دوسروں کو نیچا دکھاسکے۔

(۱۱)..... روٹی کا درمیانی حصہ کھا لینا اور کنارے چھوڑ دینا۔

(الاختیار للتعلیل المختار، کتاب الکراہیة، ج ۴، ص ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲)..... نماز میں کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا، تکبر کی ایک قسم

ہے، (ایسا کرنا نماز میں مکروہ تحریمی ہے)۔ (المبسوط للسرخسی، ج ۱، ص ۶۱، دار الفکر، بیروت)

(۱۳)..... تکبر کی نیت سے چارزانو (آلتی پاتی مارکر) بیٹھنا، اگر کسی حاجت سے ہو تو اس میں حرج

نہیں۔ (الاختیار للتعلیل المختار، کتاب الکراہیة، ج ۴، ص ۱۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۴)..... تکبر کی نیت سے ٹیک لگا کر کھانا کھانا۔ (ردالمحتار بمسائل شنی، ج ۶، ص ۷۵۶،

دار الفکر بیروت)

(۱۵)..... ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانا۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۲۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۶)..... یہ بات واضح ہو جانے کے بعد بھی کہ میں غلطی پر ہوں اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنا۔

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۸، مکتبۃ الحقیقة ترکئی)

(۱۷)..... کسی کی نصیحت یا مشورہ قبول کرنے میں ذلت محسوس کرنا۔

(۱۸)..... اگر کسی کو نصیحت کی یا کوئی مشورہ دیا اور اُس نے کسی معقول وجہ سے قبول نہ کیا تو آپ

سے باہر ہو جانا۔ (تکبیر، ص ۳۳، مکتبۃ المدینہ)

(۱۹)..... مناظرہ و مباحثہ میں غلطی پر ہونے کے باوجود مددِ مخالف کی حق بات کو بھی تسلیم نہ کرنا۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۸۸، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

(۲۰)..... کسی کو حقیر جان کر اُس کے حقوق ادا نہ کرنا اور اُس سے حق کی ادائیگی کا مطالبہ

کیا جائے تو اسے تسلیم نہ کرنا۔ (تکبیر، ص ۳۴، مکتبۃ المدینہ)

(۲۱)..... ہر وقت دوسروں کے مقابلے میں اپنی برتری کے پہلو تلاش کرتے رہنا۔

(تکبیر، ص ۳۴، مکتبۃ المدینہ)

(۲۲)..... اپنے گھر کے کام کاج کرنے میں عار محسوس کرنا۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الحماہ والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۵، دارالمعرفۃ بیروت)

(۲۳) اپنے عزیز واقربا کے لیے بازار سے سودا سلف خاص کر کم قیمت اشیا اٹھا کر لانے کو کسر

شان سمجھنا۔ (احیاء العلوم، کتاب ذم الحماہ والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۵، دارالمعرفۃ

بیروت۔ الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۸۵، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

(۲۴)..... کم قیمت لباس پہننے میں شرم محسوس کرنا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں میری شان

و عظمت کم نہ ہو جائے۔ (الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۸۶، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

(۲۵)..... یہ بات ناپسند کرنا کہ ہم عصر وہم مرتبہ لوگ بیٹھنے یا چلنے میں اس سے آگے ہوں۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۸۶، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

(۲۶)..... غریبوں کی دعوت میں شرکت سے اجتناب کرنا جبکہ امیروں اور عہدہ داران کی

دعوت میں خوش ہو کر شرکت کرنا، حالانکہ فقیر امیروں سے افضل ہیں اور ان کے.....

..... کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ (الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۶، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

تکبر کا علاج: (۱)..... بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے کیونکہ نبی کریم

رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدعاء سلاح المؤمن

و عاموسن کا ہتھیار ہے۔" (المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، رقم: ۱۸۱۲، ج ۱،

ص ۶۶۹، دارالکتب العلمیہ)

(۲)..... تکبر علم یا عمل کی وجہ سے ہو تو خود کو شیطان کے حال سے ڈرائے کہ وَمُعَلِّمِ مَلَكُوتِ

(فرشتوں کا استاذ) اور بہت بڑا عابد تھا لیکن تکبر کی آفت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔

(۳)..... تکبر مال و دولت کی وجہ سے ہو تو بندہ اس بات کا یقین رکھے کہ ایک دن ایسا آئے گا

کہ اُسے یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ دُنیا سے جانا ہے، کفن میں تھیلی ہوتی ہے نہ قبر میں

تجوری، پھر قبر کونیکیوں کا نور روشن کرے گا نہ کہ سونے چاندی کی چمک دمک۔ الغرض یہ دولت

فانی ہے اور چلتی پھرتی چھاؤں ہے کہ آج ایک کے پاس تو کل کسی دوسرے کے پاس اور پرسوں

کسی تیسرے کے پاس، آج کا صاحب مال کل کا کنگال اور آج کا کنگال کل مال مال ہو سکتا ہے، تو

ایسی ناپائیدار شے کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیوں ناراض کیا جائے۔

(تکبر، ص ۵۷، مکتبۃ المدینہ)

(۴)..... حسب و نسب کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اَللّٰهُ غَزُوْجَلُّ

کے نزدیک عزت دار حسب و نسب والا نہیں بلکہ متقی ہے۔ چنانچہ اَللّٰهُ غَزُوْجَلُّ پارہ 26 سورۃ

الحجرات، آیت 13 میں ارشاد فرماتا ہے: "بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں

زیادہ پرہیزگار ہے۔"

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: رَحْمَةُ اللهِ اِدْعُهُ كَوْرَهُ آیت.....

..... کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ مدار عزت و فضیلت کا پرہیز گاری ہے، نہ کہ نسب۔“

(۵)..... حسن و جمال کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی تخلیق ایک ایسے قطرے سے ہوئی ہے کہ جس کے جسم سے خارج ہونے سے غسل کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اس کی انتہاء قبر کے کیڑوں کی غذا بننا ہے تو پھر اکڑنا کس بات پر۔ نیز ان حسینوں کو بھی یاد کرے کہ جو اپنی ناک پر کبھی تک نہ بیٹھنے دیتے تھے لیکن موت نے ان کی ناک کو خاک سے ملا دیا۔

(۶)..... قوت و طاقت کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات سوچنی چاہیے کہ یہ قوت و طاقت کب تک میرے ساتھ رہے گی؟ نہ جانے کب موت کا پیغام آ پہنچے اور اس قوت و طاقت کا نام و نشان نہ رہے، یا پھر بڑھا پا آ کر اس قوت و طاقت کو رخصت کر دے، جب یہ بات یقینی ہے تو پھر اس عارضی کمال پر اکڑنا کیسا؟ اور یہ بات بھی سوچنی چاہیے کہ یہ وصف (قوت و طاقت) تو جانوروں میں مجھ سے کہیں زیادہ ہے پھر ایسا وصف کہ جو جانوروں میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے، اس پر تکبر کیسا؟

(۷)..... حامیوں کی کثرت کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فرعون کے حامی اس کے حامیوں نے کہیں زیادہ تھے لیکن اس کو اس کے حامی عذابِ خداوندی سے نہ بچا سکے اور وہ پانی میں غرق ہو کر جہنم واصل ہوا اور ان بادشاہوں، وزیروں، اپنے فن کے ماہر افراد کے حالات پر غور کرے کہ ان کے حامیوں کی کثرت ان کو موت کی گھاٹی سے نہ بچا سکی، لہذا حامیوں کی کثرت پر اکڑنا عقلمندی نہیں ہے۔

(۸)..... تکبر سے بچنے کے لیے یہ عمل بہت ہی فائدہ مند ہے کہ تکبر کی جو علامات.....

..... بیان کی گئی ان کا خلاف کرے، مثلاً عاجزی والے افعال کو اپنے اوپر لازم کر لے
 مثلاً صاف ستھرا سادہ لباس، سادہ نشست گاہ، گھر کا سودا سلف لانا، گھر کے کام کاج کر دینا۔
 شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من حمل بضاعته فقد برئ من
 الکبر“ جس نے اپنا سامان خود اٹھا لیا وہ تکبر سے آزاد ہو گیا۔ (شعب الایمان، مقارنہ اهل الدین
 وموادنہم برفقہ: ۷۸۵۳، ج ۱۰، ص ۴۹۰، مکتبہ الرشیدیہ) کسی سے ملاقات کے لیے خود چل کر جانا،
 سلام و معافی میں خود بڑھ کر ابتدا کرنا حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”البادی بالسلام برئ من
 الکبر“ جو شخص پہلے سلام کرتا ہے، وہ تکبر سے بری ہے۔ (شعب الایمان مقارنہ اهل الدین وموادنہم،
 ج ۱۱، ص ۲۰۱، مکتبہ الرشیدیہ) معظم دینی کا کھڑے ہو کر استقبال کرنا، اپنا قصور ہوتے ہوئے
 غلطی تسلیم کر لینا اور معافی مانگ لینا، کسی کی نصیحت یا مشورہ قبول کر لینا، اگر کسی کو نصیحت کی یا کوئی
 مشورہ دیا اور اس نے کسی معقول وجہ سے قبول نہ کیا تو غصہ نہ کرنا، ہر ایک سے بحث کر کے غالب
 آنے کی کوشش کرنے سے باز رہنا، کسی کو حقیر جان کر اس کے حقوق ادا نہ کرنے سے گریز کرنا،
 غریبوں کی دعوت میں بھی شرکت کرنا۔

ہر اس کام کو ترک کر دے جس کی وجہ سے تجھے معذرت کرنی پڑے،،،،، ہر اس کام سے پہلو تہی اختیار کر جو تجھے تکلف میں مبتلا کر دے۔ اقتدا کے ذریعے اپنے دین کی،،،،، اہل علم کی سیرت کے ذریعے اپنی عقل کی اور طلب علم کے ذریعے اپنی امانت کی حفاظت کر۔ ہر مقام پر صبر اختیار،،،،، ذکر اللہ کے لیے خلوت کو اپنا مشرب بنا لے **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کا شکر بجلا کر نعمتوں کی حفاظت کر۔ (۴۵)

(45)،،،،، شکر کے فضائل: **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ارشاد فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ
إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (پ: ۱۳ ابراہیم: ۷)

ترجمہ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

صدقہ الفاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے اور حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم (نعمت عطا فرمانے والے) کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خوگر (عادی) بنائے۔ یہاں ایک باریکی ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ منعم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقیوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔“ (خزائن العرفان، پ: ۱۳ ابراہیم: ۷)

مزید ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ
مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (پ: ۲ البقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری
دی ہوئی سھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم
اسی کو پوجتے ہو۔

صدالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر واجب ہے۔“

(خزائن العرفان، پ: ۲، البقرة: ۱۷۲)

اور ارشاد فرمایا:

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ . ترجمہ کنز الایمان: اور میرا حق مانو اور میری

ناشکری نہ کرو۔ (پ: ۲، البقرة: ۱۵۲)

اس آیت کے تحت تفسیر خازن میں ہے: ”یعنی: اطاعت کر کے میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی کر کے ناشکری نہ کرو، پس جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی تو اس نے اس کی ناشکری کی۔“

(خازن، پ: ۲، البقرة: ۱۵۲، ج ۱، ص ۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

صابر و شاکر لکھ دیا جاتا ہے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں بھی ہوں گی اللہ عزوجل اسے صابر و شاکر لکھ دے گا اور جس میں نہیں ہوں گی نہ اسے شاکر لکھے گا اور نہ ہی صابر (وہ خصلتیں یہ ہیں): (۱) جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھ کر اس کی پیروی کرے اور دنیوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور اللہ عزوجل نے اسے اس شخص پر جو فضیلت دی ہے اس پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے تو اللہ عزوجل اسے صابر و شاکر لکھ لیتا ہے۔ (۲) جو دین میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور دنیوی معاملہ میں اوپر والے کو دیکھے پھر اپنی محرومی پر افسوس کرے تو اللہ عزوجل نے اسے صابر لکھتا ہے اور نہ ہی شاکر۔ (ترمذی، ابواب صفة القيامة،

رقم: ۲۵۱۲، ج ۴، ص ۶۶۵، دار احیاء التراث العربی)

شکر کرنے والا دل: رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا.....

..... ہے: ”سب سے افضل مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایماندار بیوی ہے جو اس کے ایمان میں مددگار ہو۔“

(ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبہ، رقم: ۳۰۹۴، ج ۵، ص ۲۷۷، دار احیاء التراث العربی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ”قَبِدُوا نِعْمَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالشُّكْرِ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، یعنی: شکر الہی عَزَّ وَجَلَّ بجالا کر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمتوں کی حفاظت کرو۔“

(شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ج ۶، ص ۳۰۲، مکتبۃ الرشیدیہ)

شکر گزار ہو تو ایسا: ایک صاحب دل بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بادشاہ نے قید کر لیا، ان کے پاس ان کے ایک دوست نے اپنے قاصد کو بھیجا کہ ان کی خیریت دریافت کر لائے۔ وہ قاصد ان کے پاس پہنچا اور ان کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا شکر ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مجوسی قیدی کو لایا گیا جو کہ مرضِ اسہال میں مبتلا تھا اور اس کو ان کے ساتھ ایک ہی جھکڑی میں باندھ دیا گیا۔ اب جب کبھی وہ مجوسی حاجت کے لیے جاتا تو اس کے ساتھ مجبوراً ان کو بھی جانا پڑتا، اس کے ساتھ آنے جانے اور اس کے پاخانے کی بدبو کی وجہ سے ان کو انتہا درجہ کی تکلیف ہوتی۔ جب ان کی اس حالت کا علم ان کے دوست کو ہوا تو اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے قاصد کو بھیجا کہ ان کی خیریت دریافت کر لائے۔ (جب قاصد نے ان کے پاس حاضر ہو کر ان کی خیریت دریافت کی تو) انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا شکر ہے۔ (جب ان کے دوست تک ان کی یہ بات پہنچی تو) ان کے دوست نے ان سے (بذریعہ قاصد) کہا: کس چیز پر شکر ادا کرتے ہو؟ جس مصیبت میں تم مبتلا ہو اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: اگر مجوسی کی کمر سے زنار (وہ دھاگہ یا ڈوری جو عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں) کھول کر میری کمر پر باندھ دیا جاتا (یعنی میں مجوسی ہو جاتا) تو یہ اس سے بڑھ کر مصیبت ہوتی۔ اے میرے بھائی!.....

..... میں تو اس سے بھی بڑی مصیبت کا حقدار تھا اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے اس مقدار پر اکتفا فرمایا ہے، تو کیا مجھ پر اس کا شکر ادا کرنا واجب نہیں؟ کیا آپ نے نہیں سنا کہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر پر راکھ کا طشت ڈال دیا گیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں تو یہ خوف کرتا تھا کہ (میرے اعمال کے سبب) کہیں مجھ پر آگ کا طشت نہ ڈال دیا جائے تو جب مجھ پر آگ کے طشت کے بجائے راکھ کا طشت ڈالا گیا تو کیا مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر لازم نہیں؟۔ (کتاب القلوبی حکایت: ۱۱۵، ص ۹۱ بیچ ایم سعید کمپنی)

چٹائی والا شکر گزار: حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: ”ایک شخص کو دنیا کی دولت سے بہت نوازا گیا اور پھر سب کچھ جاتا رہا تو وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کرنے لگا یہاں تک کہ اس کے پاس بچھانے کے لیے صرف ایک چٹائی رہ گئی، مگر وہ پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا میں مصروف رہا۔ ایک دوسرے مالدار شخص نے اس چٹائی والے شکر گزار سے کہا: اب تم کس بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کر رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: میں ان نعمتوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی دے دوں تو وہ نعمتیں مجھے نہ ملیں۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ جواب دیا: کیا تم اپنی آنکھ، زبان، ہاتھوں اور پاؤں کو نہیں دیکھتے۔“ (شعب الایمان، باب تعدید نعم اللہ برفقہ: ۴۱۴۸، ج ۶، ص ۲۶۶، مکتبۃ الرشیدیہ)

سب سے بڑا عبادت گزار: حضرت سیدنا محمد بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ہمیں ہمارے شیخ نے بتایا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی، حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے فرمایا: مجھے کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جو زمین میں سب سے بڑا عبادت گزار ہو۔ چنانچہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام آپ علیہ السلام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جو جذام کا مریض تھا اور.....“

..... اس بیماری کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں گل سر کر جسم سے جدا ہو گئے تھے، اور وہ صابر و شاکر شخص کہہ رہا تھا: اے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! جب تک تو نے چاہا ان اعضا سے مجھے فائدہ بخشا اور جب تو نے چاہا لے لیا، تیرا شکر ہے کہ تو نے میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میرا مطلوب تو بس تو ہی تُو ہے (یعنی میں تیری رضا پر راضی ہوں) اس شخص کو دیکھ کر حضرت سیدنا یونس علیہ السلام نے حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! میں نے تو تجھے ایسے شخص کے بارے میں کہا تھا جو، بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور خوب روزے رکھنے والا ہو۔ یہ سن کر جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ان مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے یہ خوب روزے رکھتا اور خوب نمازیں پڑھتا تھا اور اب مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ یہ کہہ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس شخص کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو اس کی دونوں آنکھیں باہر اُمنڈ آئیں۔ عابد پھر وہی الفاظ دہرانے لگا: اے میرے مالک حقیقی عَزَّوَجَلَّ! جب تک تو نے چاہا مجھے ان آنکھوں سے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور اپنی ذات میں میری محبت کو باقی رکھا (اے مولیٰ تیرا شکر ہے) میرا مطلوب تو بس تو ہی تو ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس عظیم صابر و شاکر شخص سے کہا: آؤ، ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے تیری آنکھیں، اور ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تجھے اس بیماری سے شفاء عطا فرمائے تاکہ تم پہلے کی طرح عبادت کرو اور روزے رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: آخر کیوں تم اس بات کو پسند نہیں کرتے؟ وہ عابد بولا: اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا اسی میں ہے کہ میں بیمار رہوں تو پھر مجھے تندرستی و صحت نہیں چاہیے، میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی ہوں، وہ مجھے جس حال میں رکھے میں اسی میں راضی ہوں۔

..... ہر معاملہ میں اللہ عزوجل سے مدد طلب کر..... ہر حال میں اللہ عزوجل سے بھلائی کی بھیک مانگ..... تیرے متعلق اللہ عزوجل نے جو ارادہ فرمایا ہے اس پر اعتراض مت کر (۴۶)..... جس عمل کے ذریعے تو قرب الہی عزوجل پانے کا آرزو مند ہے اس کو اپنے نفس پر لازم کر لے..... دوسرے شخص کی جو بات تجھے بری لگے اسے اپنے اخلاق سے جدا کر دے..... جس دوست کی صحبت سے تیری نیکیوں میں اضافہ نہ ہو تو اس کی صحبت کو ترک کر دے.....

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی میں سکھ نوں چلھے پاواں

اس عابد کی یہ گفتگو سن کر حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! واقعی میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: "یہ ایسا عظیم راستہ ہے کہ رضائے الہی عزوجل کے حصول کے لیے اس سے افضل کوئی اور راستہ نہیں۔ (عبون الحکات، حصہ اول، ص ۱۷۳، ۱۷۴، مکتبہ المدینہ)

(46)..... ایک تیرا ارادہ ہے اور ایک میرا ارادہ ہے: حدیث قدسی میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "اے بندے ایک تیرا ارادہ ہے اور ایک میرا ارادہ ہے، ہو گا وہی جو میرا ارادہ ہے۔ اگر تو اپنے ارادے کو میرے ارادے کے حوالے کر دے تو میں تجھے وہ بھی دوں گا جو تیرا ارادہ ہے۔ اگر تو نے اپنے ارادے کو میرے ارادے کے حوالے نہ کیا تو میں تمہیں تمہا دوں گا اس میں جو تیرا ارادہ ہے، اور ہو گا وہی جو میرا ارادہ ہے۔"

اور عفو و درگزر میں سے اپنا حصہ اکٹھا کر لے۔ (۴۷)

(47)..... عفو و درگزر کے فضائل: **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ارشاد فرماتا ہے:
 فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ . ترجمہ کنز الایمان: تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔
 (پ: ۱۴، المحر: ۸۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
 وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ
 أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ . (پ: ۱۸، النور: ۲۲)
 ترجمہ کنز الایمان: اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
 إِنْ تُبَدُّوْا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوْهُ أَوْ
 تَعْفُوْا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا
 قَدِيْرًا (پ: ۶، النساء: ۱۵۶)
 ترجمہ کنز الایمان: اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”(یعنی) تم اس کے بندوں سے درگزر کرو وہ تم سے درگزر فرمائے گا۔“

(خزائن العرفان، پ: ۶، النساء: ۱۵۶)

عزت میں اضافے کا سبب: سلطان نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد لله الا رفعه الله“ یعنی: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ بندے کے عفو و درگزر کے سبب اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔“ (مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب

العفو والتواضع، رقم: ۲۵۸۸، ج: ۴، ص: ۲۰۰۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حساب میں آسانی کے تین اسباب: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں جس شخص میں ہوں گی.....

..... اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے لے گا اور اُس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَانُ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو اور جو تم سے قطع تعلق کرے (یعنی تعلق توڑے) تم اُس سے ملاپ کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اُس کو مُعَاف کر دو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۵، ص ۱۹۶، حدیث ۵۰۶۴، دارالحریمین قاہرہ)

غلام آزاد کرو یا: امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کپڑوں پر بھی جاگرا، امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے تیز نظروں سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظِ﴾ (اور غصہ پینے والے) ﴿(ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے) ﴿آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے عرض کی: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔) ﴿(پ ۴، آل عمران ۱۳۴) تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔“

(البحر الدموع، ص ۱۰۴، مکتبۃ الشاملۃ)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صفو و ورگزر: امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی خدمت میں ایک بار جب ڈاک پیش کی گئی تو بعض خطوط مُغَلَّطَات (یعنی گندی گالیوں) سے بھر پور تھے۔ مُعْتَبِدِینِ بَرِّہِم (غصے) ہوئے کہ ہم ان لوگوں کے خلاف مُقَدَّمہ دائرہ کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”جو لوگ تعریفی خطوط.....“

..... لکھتے ہیں پہلے ان کو جاگیریں تقسیم کر دو، پھر گالیاں لکھنے والوں پر مُقَدَّمہ دائر کر دو۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۴۳، مُلْتَمَع) مطلب یہ کہ جب تعریف کرنے والوں کو تو انعام دیتے نہیں پھر بُرائی کرنے والوں سے بدلہ کیوں لیں۔ (غیت کی تباہ کاریاں، ص ۴۸۴، مکتبۃ المدینہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عفو و درگزر: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میری ایک غیر مقلد سے رکعات تراویح کے سلسلے میں خط و کتابت ہوئی، چند خطوط کے بعد ان صاحب نے تحریر میں تلخ کلامی شروع کر دی اور آخر میں خط و کتابت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد مجھے ملنے گجرات آ گئے، بیٹھک میں جہاں سبق پڑھاتا ہوں آ کر بیٹھ گئے میں پہچانتا نہ تھا، خود ہی تعارف کرایا۔ میں نے دل میں سوچا مخالف میرے گھر میں خود چل کر آیا ہے اب اس کے ساتھ خلق محمدی کے مطابق کریمانہ برتاؤ ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے فوراً چائے تیار کرائی اور ساتھ میں عمدہ قسم کی مٹھائی منگوا کر رکھی اور اصرار سے کھلایا پلایا۔ جب وہ صاحب اٹھے تو میں چند قدم ساتھ چلا گیا۔ کہنے لگے: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ حدیث اور سنت کے مطابق مشایعت کر رہا ہوں، آپ اہل حدیث ہو کر مجھے عمل بالحدیث سے روکتے ہیں۔ جاتے ہوئے بولے: ہم یہ سمجھتے تھے کہ حنفیوں میں حدیث کسی کو نہیں آتی مگر آپ اس سے مستثنیٰ نکلے۔ میں نے جواب میں کہا: صاحب یہ بات نہیں بلکہ دراصل حدیث حنفیوں ہی کو آتی ہے۔“

(حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۴۳، نعیمی کتب خانہ گجرات)

امیر اہلسنت کا عفو و درگزر: امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام لینے کی بجائے اسے معاف کر دیتے ہیں۔ جب امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ موسیٰ لین باب المدینہ (کراچی) میں ایک فلیٹ میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پڑوس میں رہنے والی خاتون کی آپ کے گھر والوں سے کچھ بد مزگی ہو گئی۔ اس خاتون نے.....

..... اسی وقت گھر میں موجود اپنے شوہر کو سارا قصہ اپنے انداز میں جاسنایا۔ وہ اس کی بات سن کر بھڑک اٹھا اور خطرناک تیور لیے آپ کے دروازے پر پہنچا اور آپ سے ملنے کا تقاضا کیا لیکن آپ اس وقت راہِ خدا عزوجل میں سفر کرنے والے مدنی قافلے میں سفر اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہاں سے ناکام ہونے کے بعد وہ اس مسجد میں جا پہنچا جہاں آپ امامت فرماتے تھے اور آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے خلاف واویلا مچانا شروع کر دیا اور مختلف قسم کی دھمکیاں دے ڈالیں۔ جب آپ مدنی قافلے سے واپسی پر مسجد میں پہنچے تو آپ کو اس کے بارے میں بتایا گیا۔ آپ نے تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی انتقامی کارروائی نہ کی بلکہ اس کو منانے کی فکر میں لگ گئے۔ چند دن بعد مسجد سے گھر کی طرف جاتے ہوئے وہی شخص اپنے گھر کے باہر کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا مل گیا۔ آپ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھ گئے اور سلام کیا۔ آپ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمودار ہوئے لیکن آپ نے اس کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نہایت نرمی اور شفقت سے کہا: بھائی! آپ تو بہت ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا پیار بھرا انداز دیکھ کر اس کا دل تسبیح گیا اور اس کی ناراضی دور ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ باصرار آپ کو اپنے گھر لے گیا اور ٹھنڈے مشروب سے آپ کی خاطر داری کی۔“

(تعارف امیر اہلسنت، ص ۱، ۲، ۴، ۵، مکتبۃ المدینہ)

(اے طالب خیر!) یہ بات یاد رکھو کہ مومن کے سچے ہونے کا ہر حالت میں امتحان لیا جاتا ہے اور اس کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، مومن اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا محافظ ہوتا ہے،..... پس حق کے راستے پر ثابت قدم رہو..... مخلوق کے دل میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔ (۴۸) اپنی طلب میں صادق ہو جا تو علم البصائر کو پالے گا..... اور معرفت کے راستے تیرے لیے ظاہر ہو جائیں گے۔

(48)..... سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو اور زمین و آسمان والوں میں اعلان کر دو کہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو، پھر اس کی محبت زمین میں اتاری جاتی ہے۔" (صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب باب اذا احب اللہ عبدا حبیبہ الی عبادہ رقم: ۲۶۳۷، ج ۴، ص ۲۰۳۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذکورہ حدیثِ شریفہ کی روشنی میں حضرت سیدنا ثابت بنانی قدس سرہ، النورانی کے متعلق ایک حکایت منقول ہے: "ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے پوچھا: آپ کے دوست صالح یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا دعائیں لگتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اُن کی دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِي اِلَى قُلُوْبِ عِبَادِكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ خلیفہ نے اس دعا کو کم تر سمجھتے ہوئے کہا: یہ اُن کی دعا ہے؟ تو حضرت سیدنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کیا تم اس کو معمولی خیال کرتے ہو؟ میں نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت.....

..... فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ: میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخر تک حدیث بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الرقة من اللہ، الحدیث: ۵۶۹۳، ج ۵، ص ۲۲۳۶) حدیث پاک سنتے ہی خلیفہ کہنے لگا: میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت سیدنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دوسرے دن جب میں حضرت سیدنا صالح یمانی قدس سرہ، الثورانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہو گئے اور معانقہ فرما کر (یعنی گلے مل کر) میرے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل تجھے خوش کرے جیسے مجھے خوش کیا۔ گذشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا گویا میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں: اپنی اس دعا: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِيْ اِلَى قُلُوْبِ الْعِبَادِ پر قائم رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام رَحْمَتُهُمُ اللّٰهُ السَّلَامُ کسی بندے سے تبھی محبت کرتے ہیں جبکہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت کرتا ہو۔ پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلام کیا اور واپس

لوٹ آیا۔ (الروض الفائق، مترجم، ص ۴۸۸، مکتبۃ المدینہ)

توفیقِ باری تعالیٰ سے تجھے جو علم حاصل ہو اس کو اپنے نفس کا کمال نہ سمجھنا (۴۹)۔
 کیونکہ کامیابی عمل کرنے والے کے لیے خشیت (خوفِ خدا) علم والے کے
 لیے توکل ذاتِ باری تعالیٰ پر اعتماد کرنے والے کے لیے (آخرت کا) خوف
 یقین والے کے لیے باور نعمتوں میں ترقی شکر کرنے والے کے لیے ہے۔

(49)..... امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غالباً یہاں ”عُجْب“ (خود پسندی) کی آفت
 میں مبتلا ہونے سے بچنے کی نصیحت ارشاد فرما رہے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے
 متعلق ضروری باتیں یہاں ذکر کر دی جائیں۔ یاد رہے کہ ”عُجْب“ کے متعلق ضروری احکامات کا
 علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عُجْب (خود پسندی) کی تعریف: العجب هو استعظام النعمة، والركون اليها، مع
 نسيان اضافتها الى المنعم. یعنی: متعمم حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی نعمت و عطا کو بھول کر کسی دینی یا دنیوی
 نعمت کو اپنا ہی کمال تصور کرنا، اور اس کے زوال سے بے خوف ہو جانا عجب (خود پسندی) ہے۔“

(احیاء العلوم، بیان حقیقة العجب، ج ۳، ص ۳۷۱، دار المعرفۃ بیروت)

عُجْب کی آفات: ﴿۱﴾ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں سے ”عُجْب“ کی مذمت فرمائی:
 وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ
 فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِنْهَا
 اور ارشاد فرمایا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا
 وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَلُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا
 فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ
 وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴﴾ مال عمران: ۱۸۸

ترجمہ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش
 ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے
 کیے اُن کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے
 دُور نہ جانا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

چنانچہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”شان نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود نادان ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔

مسئلہ: اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ (خزائن العرفان، پ: ۴، آل عمران: ۱۸۸)

﴿2﴾..... گناہ سے بڑھ کر جرم: تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”لو لم تکنوا تذنبون لخشیة علیکم ما هو اکثر منه العجب. یعنی: اگر تم کوئی گناہ نہ کرو تو پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے بڑی چیز ”خود پسندی“ میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔“ (المسند البزار برقم: ۶۹۳۶، ج ۱۲، ص ۳۲۶، الفکر بیروت)

﴿3﴾..... بد صورت انسان: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لو کان العجب رجلاً لکان رجل سوء“ یعنی: اگر ”خود پسندی“ انسانی شکل میں ہوتی تو سب سے بد صورت انسان ہوتا۔“ (کنز العمال، حرف الهمز، الكتاب الثالث فی الاخلاق من قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الثانی برقم: ۷۶۷۰، ج ۳، ص ۵۱۴، مؤسسة الرسالة)

﴿4﴾..... ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں: نبی کریم، ربّ ورف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”ثلاث مہلکات: ہوی متبع و شح مطاع، و اعجاب المرء بنفسہ“ تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (۲) خواہش جس کی پیروی کی جائے (۳) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔“

(کنز العمال، حرف المیم، الكتاب المواعظ والحکم من قسم الاقوال، الفصل الثالث،

﴿5﴾..... ستر سال کے عمل ضائع: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن العجب ليحبط عمل سبعين سنون عجب (خود پسندی) ستر سال کے اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔“

(جامع الصغير مع فيض القدير، ج ۲، ص ۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

﴿6﴾..... دو چیزیں: حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ہلاکت دو چیزوں میں ہے: (۱) مایوسی، (۲) اور خود پسندی میں۔“ یعنی مایوس شخص اعمال کے نفع سے ناامید ہوتا ہے جس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اعمال چھوڑ دیتا ہے، اور خود پسندی کا شکار اپنے آپ کو خوش بخت اور مراد پالینے والا سمجھتا ہے لہذا عمل کی ضرورت نہیں سمجھتا، اسی لیے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ

ترجمہ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا

نہ بناؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

التقى ب: ۲۷، النجم: ۳۲)

تزکیہ نفس سے یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ نیک ہے، حالانکہ خود پسندی کا بھی یہی مطلب ہے، حضرت سیدنا مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر میں رات سو کر گزاروں اور صبح کو اس پر ندامت محسوس کروں تو یہ میرے لیے رات بھر عبادت کرنے اور صبح کو اس پر خوش ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“

حضرت سیدنا بشر بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طویل نماز پڑھائی، پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے ارشاد فرمایا: ”تم نے میرا جو عمل دیکھا ہے اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ ابلیس نے ایک طویل مدت تک ملائکہ کے ساتھ اللہ عزوجل کی عبادت کی تھی پھر بھی وہ مردود ہو گیا۔“

(الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۲۴۹، ۲۵۰، مکتبۃ المدینہ)

﴿7﴾..... علامہ ابن حجر کی یہی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”عجب (خود پسندی).....“

..... کی بہت سی آفتیں ہیں اس سے کبر (تکبر) پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہذا تکبر کی آفات (جو کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کی گئیں) عجب کی بھی آفات ہوئیں کیونکہ وہ اصل ہے، یہ صورت بندوں کے مقابلے میں ہے، جبکہ اللہ عزوجل کے ہاں ان کو سزا ملے گی، یہ عمل بندے کو اپنی عبادات کو عظیم سمجھنے پر ابھارتا ہے، وہ انہیں ادا کر کے اللہ عزوجل پر گویا احسان جتلاتا ہے اور اس کی آفات کو نہ جانتے ہوئے اندھا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی تمام یا اکثر عبادات ضائع کر بیٹھتا ہے، کیونکہ عمل جب تک ان برائیوں سے پاک نہ ہوگا نفع نہ دے گا اور عمل کو ان برائیوں سے پاکیزہ رکھنے پر خوف ہی ابھار سکتا ہے، جبکہ خود پسندی کے شکار شخص کو اس کا نفس اپنے اللہ عزوجل سے دھوکے میں ڈال دیتا ہے تو وہ اس کی خفیہ تدبیر اور اس کے عقاب سے بے خوف ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ عمل کرنے کی وجہ سے اس کا اللہ عزوجل پر کوئی حق ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے، اپنی رائے، عقل اور علم پر فخر کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا نفس علم و عمل میں غیر کی طرف رجوع کرنے سے مطمئن نہیں ہوتا اس لیے وہ نصیحت کی بات پر کان نہیں دھرتا بلکہ غیر کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے نصیحت حاصل ہی نہیں کر پاتا۔

لہذا معلوم ہوا کہ خود پسندی ایسے وصف پر ہوتی ہے جو بندے کی ذات میں کمال کا درجہ رکھتا ہے، مگر بندہ جب تک اس وصف کے چھن جانے سے خوفزدہ رہتا ہے خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا، اسی طرح اگر وہ اس بات پر خوش ہو کہ یہ اللہ عزوجل کی نعمت ہے اور اسی نے اسے عطا فرمائی ہے تب بھی وہ خود پسندی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر وہ اس پر اس لیے خوش ہو کہ اس کی صفت کمال ہے اور اس کی نسبت کے اللہ عزوجل کی طرف ہونے سے آنکھیں بند کر لے تو یہی خود پسندی میں مبتلا ہونا، اس نعمت کو بڑا سمجھنا اور اس کی اللہ عزوجل کی طرف نسبت کو.....

..... بھول جاتا ہے۔ اب اگر اس کے اس اعتقاد کی بنا پر کہ اس کا اللہ عزوجل کے ہاں کچھ حق ہے، اس کی توقعات کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے تو اب وہ بندہ ناز و ادا اور نخرے کے مقام پر کھڑا ہوگا جو کہ عجب سے بھی خاص ہے۔

تکبر اور عجب میں فرق: تکبر نفس میں پیدا ہونے والی وہ کیفیت ہے جو خود کو کسی سے برتر سمجھنے سے تسکین ہے اور یہ کیفیت دو چیزوں کا تقاضا کرتی ہے (۱) جس پر تکبر کیا جائے (۲) جس کی وجہ سے تکبر کیا جائے۔ اسی سے تکبر اور خود پسندی میں فرق واضح ہو جاتا ہے کیونکہ عجب میں یہ دونوں چیزیں ضرورت کی نہیں ہوتیں یہاں تک کہ اگر کسی انسان کے بارے میں فرض کر لیا جائے کہ وہ ساری زندگی تنہا رہا ہو تو یہ تو ممکن ہے کہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہو جائے مگر وہ تکبر نہیں کر سکتا کیونکہ فقط کسی شے کو بڑا سمجھنا تکبر کا سبب نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسرا کوئی شخص موجود نہ ہو۔“

(الزواج، مترجم، ص ۲۵۱، مکتبۃ المدینہ)

عجب (خود پسندی) کی قبیح ترین قسم: علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”خود پسندی کی اقسام میں سے قبیح ترین قسم یہ ہے کہ بندہ اپنی عقل و تدبیر اور اپنی خطاؤں (جن کو وہ اپنے گمان میں درست سمجھتا ہو) کے معاملے میں خود پسندی کا شکار ہو جائے۔ ایسا بندہ اپنی خطا پر ڈٹا رہتا ہے اور اس کو ترک کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں دیتا حالانکہ اس میں اس شخص کے لیے دنیا اور آخرت میں انتہا درجے کا ضرر ہوتا ہے لیکن خود پسندی میں مبتلا شخص اپنی حماقت و جہالت کے سبب اتنے بڑے ضرر سے غافل رہتا ہے، ایسا شخص کسی ناصح (نصیحت کرنے والے) کی نصیحت کو سننا پسند نہیں کرتا بلکہ ایسا شخص اپنے سوالگوں کو جاہل سمجھتا ہے۔

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ
يُحْسِنُونَ صُنْعًا (ب: ۱۶، الكهف: ۱۰۴) خیال میں ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

مسلمانوں میں سے جتنے بھی لوگ گمراہ و بدعتی ہوئے اور اپنی بدعتوں پر ڈٹے رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اپنی رائے پر عجب کیا یعنی انہوں نے اپنے باطل مذاہب کو حق سمجھا۔ امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”کتاب الرعاية“ میں فرماتے ہیں: ”اپنی فاسد رائے پر عجب کرنا مصیبت و رسوائی ہے، جو عجب گمراہی و بدعت میں ہو گا وہ رسوائی ہے اور جو احکام میں عجب کرے گا وہ کبھی رسوائی، کبھی گناہ اور کبھی گناہ سے کم درجے پر ہوتا ہے۔“ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: ”خود پسندی کی اس قسم (اپنی عقل و تدبیر اور اپنی خطاؤں پر عجب) کا علاج بقیہ اقسام کے مقابلے میں نہایت مشکل ہے کیونکہ عجب کی اس قسم میں بتلا شخص اپنی فاسد رائے درست سمجھتا ہے حتیٰ کہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ یہ تو اللہ عز و جل کی مجھ پر خاص نعمت ہے، اس لیے وہ اس مرض (خود پسندی) کا علاج کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی روحانی طبیبوں (علماء کالمین) کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔“ (الحديقة الندية، ج ۱، ص ۵۹۸ تا ۵۹۹، مكتبة الحديقة ترکی)

عجب (خود پسندی) کے اسباب: خود پسندی کے اسباب وہی ہیں کہ جو تکبر کے اسباب ہیں۔

(الحديقة الندية، ج ۱، ص ۵۹۳، مكتبة الحديقة ترکی)

اور تکبر کے اسباب یہ ہیں: (۱) علم، (۲) عمل، (۳) حسب و نسب، (۴) حسن، (۵) قوت و طاقت، (۶) مال، (۷) حامیوں کی کثرت۔ (ان کی تفصیل گزر چکی)

(احیاء العلوم، کتاب ذم الجاه و الریاء، بیان مابہ التکبر، ج ۳، ص ۳۴۷، دار المعرفۃ بیروت)

عُجْب (خود پسندی) کا علاج: علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”خود پسندی کے علاج وہی ہے کہ جو تکبر کے علاج ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سالک پر یہ بھی لازم ہے کہ ہر نعمت علم، عمل، عمل کی توفیق، ہمت و طاقت اور زندگی پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ خود پسندی کے علاجوں میں سے قوی ترین علاج یہ ہے کہ بندہ خود پسندی کی آفات کو اپنے ذہن میں رکھے اور اس کی آفات میں اتنی ہی بات کافی ہے کہ خود پسندی تکبر، اپنے گناہوں کو بھول جانے، اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو بھول جانے، اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر خوف ہو جانے، اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانے، اپنی بے جا تعریف بیان کرنے، کسی سے فائدہ حاصل کرنے سے باز رہنے اور کسی سے مشورہ حاصل کرنے سے باز رہنے کا سبب بنتی ہے۔“

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۹۷ تا ۵۹۸، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

عجب یعنی خود پسندی کا علاج بھی نہایت ضروری ہے اور کلیہ یہ ہے کہ مرض کا علاج ہمیشہ اس کی ضد سے ہوتا ہے جبکہ خود پسندی کی ضد جہل محض ہے، جیسا کہ اس کی بیان کردہ تعریف سے ظاہر ہے اور اس کی شفا یہ ہے کہ ایسی بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ جس کا کوئی انکار نہ کر سکے اور وہ یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے لیے علم و عمل وغیرہ مقدر کر دیئے ہیں اور وہی تجھے توفیق کی نعمتیں عطا فرماتا، اور تجھے نسب و مال اور جاہ و حشمت والا بناتا ہے، لہذا جو چیز نہ اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہونہی اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہو اس پر انسان کیسے عُجْب (خود پسندی) کر سکتا ہے جبکہ اس کا محل ہونا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا کیوں کہ محل کے ایجاد اور تحصیل میں کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے سبب ہونے پر نظر کرنا تفکر کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ جب وہ غورو فکر کریگا کہ اسباب میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی بلکہ تاثیر تو اسباب پیدا کرنے والے اور ان کے ذریعے بندوں پر انعام فرمانے والے مؤثر حقیقی اَللّٰهُمَّ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے،

.....
 لہذا بندے کو چاہیے کہ وہ صرف ایسی خوبی پر خود پسندی میں مبتلا ہو جو اس نے نہ کسی کو پہلے عطا فرمائی اور نہ ہی اس شخص کے علاوہ کسی اور کو عطا فرمائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے: اگر اللہ عزوجل میرے اندر باطنی صفت محمودہ کو نہ جانتا تو مجھے دوسروں پر ہرگز ترجیح نہ دیتا، اس کا جواب یہ ہے: وہ اوصاف حمیدہ بھی اللہ عزوجل کے پیدا کرنے اور نعمت فرمانے سے ہیں۔

جو اپنے خاتمہ اور عاقبت کو جان لے وہ اس قسم کی کسی بھی شے پر خود پسندی میں کیونکر مبتلا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس کو جس بھی اچھی صفت کا حامل تسلیم کر لیا جائے وہ شیطان سے زیادہ عبادت گزار، اپنے زمانے میں بلعم بن باعور سے بڑا عالم اور ابوطالب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقرب نہیں ہو سکتا، نہ ہی وہ جنت اور مکہ مکرمہ سے زیادہ مرتبہ والا بن سکتا ہے، جب کہ تم ان لوگوں کے برے خاتمہ کا حال جان چکے ہو اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جنت میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور مکہ مکرمہ میں کفار کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا، تو نسب، علم، محل وغیرہ پر خود پسندی میں مبتلا ہونے سے ڈرو، یہ سب باتیں تو اس صورت میں تھیں جب تم حق پر عجب (خود پسندی) کرتے، لہذا باطل پر عجب میں مبتلا ہونے کی برائی کیا ہوگی؟ اور اکثر خود پسندی باطل ہی کی بنا پر ہوتی ہے، چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

الَّذِينَ زُيِّنَ لَهُ سُوُّ عَمَلِهِ فَرَأَاهُمْ
 حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ
 يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا بڑا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا
 ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

(ب: ۲۲، النجم: ۸)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس بات کی پہلے ہی خبر دے چکے ہیں کہ یہ عمل اس امت کے آخری لوگوں میں غالب ہوگا کیونکہ تمام بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی فاسد آرا پر.....

(اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ بندے کو فہم اس کی عقل کی درستی اور وجودِ علم کے بقدر ملتی ہے..... لہذا آدمی کا تقویٰ و طاعت اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہونا چاہیے..... تو جس کو اللہ عزوجل نے فہم عطا فرمائی اور اس نے ایمان کے بعد اس کو علم کے ذریعے پروان چڑھایا اور اپنے نفس کے عیوب کو اس نے پہچان لیا تو خصلت پر (بھلائی کا وصف) اس کا مقدر کر دی جائے گی۔ پس تو خیر کو تقویٰ میں تلاش کر!

..... خود پسندی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اصرار کریں گے اسی وجہ سے پچھلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئیں کیونکہ وہ ٹکڑوں میں بٹ گئے اور ہر ایک اپنی رائے کو پسند کرنے لگا۔“

(الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۲۵۰، ۲۵۲، مکتبۃ المدینہ)

ان بشارات کا بیان جو متقین کے حق میں بیان کی گئیں

قرآن پاک کے اندر متقین کے لیے بشارات کا متعدد جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔

﴿1﴾..... دنیاوی خوشخبریوں کی بشارت: اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۗ لَهُمُ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَفِي
الْآخِرَةِ (پ: ۱۱، یونس: ۶۴)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور
پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا
کی زندگی میں۔

اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآن کریم میں جا بجا دی گئی ہے۔

﴿2﴾..... علم و حکمت کی بشارت ﴿3﴾..... گناہوں کی مغفرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقٰنًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اگر اللہ
سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق
کو باطل سے جدا کر لو اور تمہاری برائیاں اتار
دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔

(پ: ۹۹، انفال: ۲۹)

﴿4﴾..... گناہوں کی مغفرت اور ثوابِ عظیم کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَ
يُعْظِمُ لَهُ أَجْرًا ۖ (پ: ۲۸، الطلاق: ۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿5﴾..... مغفرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
(پ: ۱۰، انفال: ۶۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿6﴾..... مدد و نصرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ
(پ: ۱۰، توبہ: ۳۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿7﴾..... معاملات میں آسانی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ
يُسْرًا ۖ (پ: ۲۸، الطلاق: ۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

﴿8﴾..... غم و مشقت سے نجات کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
(پ: ۲۸، الطلاق: ۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہرنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے شہادت دینا، عمرات موت (موت کی نعمتوں) و شہادت روز قیامت سے خلاصی (نجات) کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،،،“

..... نے یہ بھی فرمایا کہ: میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کر لیں تو ان کی ہر

ضرورت و حاجت کے لیے کافی ہے۔ (خزائن العرفان، پ: ۲۸، الطلاق: ۲)

﴿9﴾..... رزق وسیع کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (پ: ۲۸، الطلاق: ۳)

﴿10﴾..... عذاب سے نجات کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ

الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔ (پ: ۱۶، مریم: ۷۲)

﴿11﴾..... مراد (حصول جنت کی کوشش) میں کامیابی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔ (پ: ۲۴، الزمر: ۶۱)

یعنی: (اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ) انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ (خزائن العرفان، پ: ۲۴، الزمر: ۶۱)

﴿12﴾..... سچے ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ

هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (پ: ۲، البقرة: ۱۷۷)

﴿13﴾..... رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ: ۲۶، الحجرات: ۱۳)

﴿14﴾.....: محبتِ باری تعالیٰ کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿ب: ۱۰۰، التوبہ: ۴﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

﴿15﴾.....: فلاح و کامیابی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿ب: ۴، آل عمران: ۱۳۰﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو! اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

﴿16﴾.....: قربِ خداوندی کے حصول کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَكِنْ يَسْأَلُ التَّقْوَى مِنْكُمْ ﴿ب: ۱۷، الحج: ۳۷﴾ ترجمہ کنز الایمان: ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

﴿17﴾.....: قبولیت کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿ب: ۶، المائدہ: ۲۷﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ ہی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

﴿18﴾.....: غلص ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿ب: ۱۷، الحج: ۳۲﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

﴿19﴾.....: کمالِ بندگی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ ﴿ب: ۴، آل عمران: ۱۰۲﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

﴿20﴾.....: جنت اور اس کی نعمتوں کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ڈروالے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ (پ: ۱۴، الحجر: ۴۵)

﴿21﴾..... معیتوں سے امان کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ڈروالے امان کی جگہ میں ہیں۔ (پ: ۲۵، الدخان: ۵۱)

﴿22﴾..... تمام مخلوق سے فوقیت کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ اتَّقَوْا أَفْوَاقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور ڈروالے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن۔ (پ: ۲، البقرة: ۲۱۲)

﴿23﴾..... زوال خوف و حزن کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَمَنْ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (پ: ۸، الاعراف: ۳۵)

سنورے تو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔

﴿24﴾..... جنتی بیویوں کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَّ آيِقٍ وَأَعْنَابًا

وَتُكْوَعِبُ أُمَّرَاتًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈروالوں کو کامیابی کی جگہ ہے، باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جو بن والیاں ایک عمر کی۔ (پ: ۳۰، النبا: ۳۱، ۳۲، ۳۳)

﴿25﴾..... جزا کے حصول کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (پ: ۱۳، يوسف: ۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیک ضائع نہیں کرتا۔

﴿26﴾..... رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَ نَهْرٍ فِي
مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ

(پ: ۲۷، القمر: ۵۴، ۵۵) والے بادشاہ کے حضور۔

(بصائر ذوی التمییز فی لطائف الكتاب العزیز، ص ۵۵۲، ۵۵۳، مکتبۃ الشاملۃ)

﴿27﴾..... عاقبت محمودہ کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالْعِيقَةُ لِلْمُتَّقِينَ

ترجمہ کنزالایمان: اور آخر میدان پر

(پ: ۹، الاعراف: ۱۲۸) ہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔

یعنی: انہیں کے لیے فتح و ظفر ہے اور انہیں کے لیے عاقبت محمودہ۔

(عزائن العرفان، پ: ۹، الاعراف: ۱۲۸)

﴿28﴾..... بروز قیامت مہمان نوازی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ

ترجمہ کنزالایمان: جس دن ہم پر ہیزگاروں کو

رحمن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

(پ: ۱۶، مریم: ۸۵)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مومنین متقین حشر میں اپنی قبروں سے سوار کر

کے اٹھائیں جائیں گے اور ان کی سواریوں پر طلائی مرتع زینیں اور پالان ہوں گے۔

(عزائن العرفان، پ: ۱۶، مریم: ۸۵)

﴿29﴾..... بروز قیامت قرابت داری کے کام آنے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ترجمہ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن

ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

(پ: ۲۵، الزعفران: ۶۷)

مذکورہ آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابتداریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی مگر مومنوں کو۔ لہذا اپنی اور ولی کی قرابت ضرور کام آئے گی۔ (نور العرفان، پ: ۲۵، الزخرف: ۶۷)

﴿30﴾..... رب تعالیٰ کے دوست ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (پ: ۲۵، ماحیہ: ۱۹) ترجمہ کنز الایمان: اور ڈروالوں کا دوست اللہ۔

﴿31﴾..... عزت و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ
زُمُرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَهَّاءٌ وَفُتِحَتْ
أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے، تو جنت

(پ: ۲۴، الزمر: ۷۳)

میں جاؤ، ہمیشہ رہنے۔

یہ ان ۳۱ بشارات کا بیان ہے کہ جو قرآن پاک میں متقین کے حق میں بیان کی گئیں ہیں، اسلاف

کرام کے تقویٰ و پرہیزگاری کے واقعات چند صفحات بعد ملاحظہ ہوں۔

علم اہل خشیت سے حاصل کر..... اور تفکر کے مقامات میں یقین کو مباحثِ صدق سے حاصل کر۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذَلِكَ نُرِيّ اِبْرٰهِيْمَ
مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَلِيْكُوْنَ مِنَ الْمُؤَقِنِيْنَ .
ترجمہ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم
ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی
آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین
الیقین والوں میں ہو جائے۔ (۷۰)

(50)..... مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین میں پینائی عطا فرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس سے آسمانوں اور زمین کی خلق مراد ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آیاتِ سموات وارض مراد ہیں، یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صخرہ (پتھر) پر کھڑا کیا گیا اور آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے سموات کشف کیے گئے یہاں تک کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے عرش و کرسی اور آسمانوں کے تمام عجائب اور رحمت میں اپنے مقام کو معائنہ فرمایا، آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے زمین کشف فرمادی گئی یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائب دیکھے۔ مظہرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ روایت پشمِ باطن تھی یا پشمِ سر، (دردنثور و خازن وغیرہ)۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”علم یقین حاصل کرو میں بھی اس کو حاصل کرنے والا ہوں۔“

(اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ جس عقل کے تین ساتھی نہ ہوں اس پر شہوت کا غلبہ ہوگا، (وہ تین ساتھی یہ ہیں) (۱) معصیت کو چھوڑ کر طاعت اختیار کرنے کا وصف (۲) جہالت کو ترک کر کے علم حاصل کرنے کا وصف (۳) اور دنیا کو چھوڑ کر دین اختیار کرنے کا وصف۔ ہر وہ علم کہ جس کے تین مصاحب نہ ہوں تو وہ انسان کے خلاف حجت میں زیادتی ہی کرے گا۔ (۱)..... خواہشات کو ختم کر کے اذیت پہنچانے سے باز رہنا۔ (۲)..... خشیت کے ساتھ عمل کا ہونا (۳)..... انصاف کو اپنانا۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عقل سے بڑھ کر کوئی شے مزین نہیں ہو سکتی اور کوئی لباس علم سے بڑھ کر خوبصورت نہیں ہو سکتا کیونکہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت صرف عقل سے ہوگی اور اس کی فرمانبرداری علم ہی سے ہو سکے گی۔ یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ اہل معرفت نے معرفتِ باری تعالیٰ کے احوال پر کچھ اصول مقرر فرمائے کیا تو نے یہ قول نہیں سنا کہ: ”جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کو ایسا علم عطا فرمائے گا کہ جس کو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔“ (۵۱)

(51)..... امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول کی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی ہے لیکن امام ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کلام ایک تابعی کے واسطے سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے، لیکن بعض افراد نے یہ گمان کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اس لیے انہوں نے اس روایت کی ایک سند بھی گھڑ لی،

حالانکہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱۰، ص ۱۵، دارالکتاب العربی)

(اے طالبِ ہدایت!) اس کی علامت یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ علم کی زیادتی کا ذریعہ خوفِ خدا ہے..... اور علم میں ترقی اقتدا کے ذریعے ہوگی..... لہذا جب کسی کے علم میں ترقی ہوگی تو اس کے خوف و خشیت میں بھی ترقی ہوگی۔ (۵۲)

(52)..... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا تقویٰ و پرہیزگاری: انہی (سید ایوب علی صاحب) کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مقیم تھے۔ شب کا وقت تھا، جاڑے (سردی) کا زمانہ تھا اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی، حضور (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو نمازِ عشا کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چارتہ کر کے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ فرشِ مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں (سردی) کی اور اس پر بادوں باراں کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھ کر گزاری۔“

(حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۹۰، ۱۹۱، برکاتی پبلیشرز کراچی)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ: ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہئے کہ بوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں، خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہِ عظیمی ہے۔“ (بہار شریعت، جلد ۱، حصہ ۲، صفحہ ۲۹۸، مکتبہ المدینہ) کی وجہ سے بستر پر وضو کیا تا کہ فرشِ مسجد پر پانی نہ گرے اور ساری رات شدت کی سردی میں بغیر بستر کے گزاری۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن کا خوف و خشیت: نماز ان کی طبیعت میں یوں داخل ہو گئی تھی کہ پہلی بار آپریشن کے لیے میوہ ہسپتال میں داخل ہوئے اور آپریشن ہوا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپریشن کے بعد کوئی ساٹھ آٹھ نمازیں وقت پہ ادا نہ کر سکے کیونکہ ہلنے چلنے کی ممانعت تھی۔ تو بار بار قلاق کے ساتھ کہتے: بھائی یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میری ہوش میں پہلا واقعہ ہے کہ اتنی نمازیں اکٹھی قضا ہوئی ہیں۔ عرض کیا جاتا: یہ تو واقعی مجبوری اور معذوری.....

..... کی حالت ہے، آخر شریعت کی طرف سے ایسے ہی مواقع کے لیے رعایت رکھی گئی ہے۔ یہ بات سن کر خاموش تو ہو جاتے مگر ان کی دلی بے قراری چھپائے نہ چھپتی تھی۔ جیسے ہی بیٹھنے کی ہمت آئی اشاروں سے نماز پڑھنا شروع کر دی، اور جب آخری بار (اکتوبر ۱۹۷۱ء) میں آپریشن ہوا تو آپریشن کے بعد پہلی ہی رات مجھے فرمانے لگے: دیکھو آج میری تین نمازیں چھوٹ گئی ہیں عصر، مغرب، عشاء۔ اب بتاؤ! اگر میں اسی حالت میں مرجاؤں تو ان نمازوں کا کیا بنے گا؟ میں تصویر حیرت بنان کا سوال سنتا رہا، مگر کچھ جواب نہ دے سکا۔“

(حالات زندگی حکیم الامت، ص ۱۱۷، ۱۱۸، نعیمی کتب خانہ گجرات)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خوف و خشیت: ذوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ (صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) علیل ہو گئے، شدت کا بخار تھا، بیہوشی و غنودگی کی حالت طاری تھی، میں (حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری) بھی حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا: کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ فوراً آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے: آہ میری نمازِ ظہر قضا ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: حضور! شریعت کی رو سے غشی کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی۔ فرمایا: غم اس کا ہے کہ ایک بار کی

حاضری سے محروم رہ گیا۔ (سیرت صدر الشریعہ، ص ۹۶-۹۷، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

قاطع رافضیت شیخ الحدیث شارح موطا امام محمد حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خوف و خشیت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بیٹے قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: ”ایک بار رمضان شریف کا مہینہ تھا، ان کے چھوٹے بھائی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعت شریف پڑھ کر لوگوں کو سحری کے لیے جگا رہے تھے، جب وہ اس شعر پر پہنچے:۔

کریم! اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کونہ شرما تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(حدائق بخشش، ص ۱۳۳، شبیر بردار لاہور)

..... تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا، آپ اتاروئے اتنا چینی کہ گھروالے ڈر گئے کہ کہیں ان کی صحت پر اثر نہ ہو جائے بڑی دیر بعد آپ کی طبیعت سنبھلی اور گریہ ختم ہوا۔“

(شرح مؤطا امام محمد، ج ۱، ص ۳۲، فرید بک سنال)

اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لمبے سفر پر روانہ اور ڈر ہوتا کہ اگلی نماز قضا ہو جائے گی اور گاڑی نہیں رکے گی تو آپ آخری منزل تک کائٹھ لینے کے بجائے وہاں تک کائٹھ لیتے جہاں آپ اتر کر وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ اس طرح سفر اگرچہ طویل ہو جاتا اور سفر کی صعوبت و تکلیف بڑھ جاتی مگر نماز قضا ہونے سے بچ جاتی۔ ایک بار بس میں سفر کر رہے تھے، نماز کا وقت جا رہا تھا آپ نے ڈرائیور کو بار بار کہا کہ بس روکو! میری نماز جا رہی ہے، مگر وہ نہ مانا تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک پٹرول پمپ پر رکا تاکہ ڈیزل ڈلوائے۔ آپ نے اتر کر نماز ادا کرنا شروع کر دی، ڈیزل ڈلوانے کے بعد بس شارٹ نہ ہوئی حتیٰ کہ آپ نے نماز پڑھ لی۔“

(شرح مؤطا امام محمد، ج ۱، ص ۳۶، فرید بک سنال لاہور)

شہباز لائٹانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے متعلق فیض ملت استاذ العلماء مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”مولوی محمد فاضل چشتی مرحوم حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متعارف نہ تھے۔ آپ کبھی کبھی ان کی مسجد میں اقامت پذیر ہوتے، مولوی صاحب آپ کو عام مسافر سمجھ کر دوروٹی اور کچے پیاز پیش کر جاتے۔ آپ نے انہیں فرمایا: میرے ہاں اپنا خرچ سفر ساتھ ہوتا ہے لیکن چونکہ دعوت قبول کرنا سنت ہے اس لیے آپ کی روٹی میں لے لیتا ہوں لیکن پیاز نہ لایا کریں اس لیے کہ کچے پیاز کھانا مکروہ ہے اور مسجد میں تو اور زیادہ گناہ۔“ (ذکر سیرانی، ص ۵۰، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

نوٹ: شہباز لاٹانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہِ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار پر انوار بہاولپور کے قصبہ خانقاہ شریف میں ہے۔

مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے متعلق مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس طرح اپنے دور کے مفتی اعظم تھے وہیں پر وہ مفتی اعظم بھی تھے، آپ سے بڑھ کر مفتی و پرہیزگار میری آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا، یقیناً حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عکس پر تو کا نام مفتی اعظم تھا۔“ (جہان مفتی اعظم، ص ۳۱۰، شبیر برادرز لاہور)

مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی فرماتے ہیں: ”ایک سفر میں حضور مفتی اعظم اور حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد نماز عصر مسجد میں ہی بیٹھ گئے، کسی نے وہیں پر آپ حضرات کی خدمت میں چائے پیش کی۔ حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد ہی میں بیٹھ کر چائے نوش فرمائی مگر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چائے کی پیالی لے کر مسجد کے باہر تشریف لے گئے اور چوتھے پر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ دیکھنے والوں نے دونوں عظیم ترین علماء کرام کا عمل دیکھا، کسی کے پوچھنے پر حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں جب بھی مسجد کے اندر داخل ہوتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں اور محکف کے لیے مسجد کے کے اندر کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی یہی نیت اعتکاف تھی مگر انہوں نے تقویٰ پر عمل کیا۔ (مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی فرماتے ہیں:) اس واقعہ کے اندر جہاں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ملتا ہے وہیں سید الخطبا حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے آپ کے تقویٰ کی بلند پایہ شہادت بھی ملتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ نماز کے لئے ٹرین چھوڑ دی حتیٰ کہ اخیر وقت میں وصال سے چند گھنٹے قبل بھی نماز کا.....“

..... خیال رکھا اور سردی کے موسم میں باقاعدہ وضو کر کے کھڑے ہو کر نمازِ مغرب ادا کی۔“

(جہان مفتی اعظم، ص ۳۱۰، شبیر برادرز لاہور)

مفتی اعظم سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیرِ اعظم بصیر پوری ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذِ محترم ہیں۔ آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں: سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کا لحاظ اس درجہ فرماتے کہ رخصت پر عمل گوارا نہ فرماتے، (ایک مرتبہ) آپ کی آنکھ میں پانی اتر آیا محمد اعظم صاحب نے عرض کی: ڈاکٹر یقین الدین صاحب ماہرِ امراضِ چشم ہیں، میں نے انتظام کر دیا ہے وہ آپریشن کر دیں گے۔ فرمایا: علاج کے دوران تیمم کرنا ہوگا اور نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہو سکے گی، چنانچہ آپ آپریشن سے گریز فرماتے رہے۔ ایک مولانا نور اللہ نعیمی صاحب جو والد صاحب تلامذہ میں ہیں مزاجِ پرسی کے لیے تشریف لائے، میں نے ان سے عرض کی والد صاحب قبلہ آپریشن نہیں کروارہے آپ کچھ کہیں۔ انہوں نے عرض کی: عذر شرعی کی صورت میں تیمم جائز ہے، ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ والد صاحب قبلہ فرمایا: آپ فتویٰ دیتے ہیں؟ مولانا صاحب نے عرض کی مسئلہ تو یہی ہے، فقہاء احناف نے صاف تصریح کی ہے۔ تب جا کر آپ آپریشن کے لیے تیار ہوئے۔“

(مفتی اعظم سید ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں، ص ۷۵، فقیرِ اعظم پبلی کیشنز بصیر پورہ اوکٹاڑہ)

مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے متعلق شرفِ طہت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”اس دن (جس دن وصال ہوا) جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہوری دروازہ گئے اپنے حصے کے اسباق پڑھائے، نمازِ ظہر پڑھائی اور اس کے بعد جامعہ کے ناظم مولانا غلام فرید صاحب کو فرمانے لگے: میں جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ جانا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے.....“

..... صاحبزادے عبدالمجتبیٰ موجود ہیں میں انہیں کہتا کہ گھر سے گاڑی لے آئیں۔ اندازہ فرمائیں کہ ان کو ادارے کی کفایت شعاری کا کتنا خیال تھا، ستر سال کی عمر ٹانگوں میں کسی کسی وقت کچھاؤ کی کیفیت، ایسے وقت میں آدمی آرام کا طلب گار ہوتا ہے۔ مگر مفتی صاحب نے فرمایا: ایک آدمی کے لیے گاڑی لے کر جانا مناسب نہیں ہے، ہاں عبدالمجتبیٰ کو کہیں کہ وہ مجھے بتی چوک چھوڑ آئے۔“ (مفالاتِ مفتی اعظم، ص ۱۳، بزمِ رضا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

خلیل العلماء مفتی خلیل احمد قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع شریعت و طریقت، عالم اور مفتی شرع متین تھے، احکام شرع کی بہت سخت پابندی فرماتے تھے، حلال و حرام کا امتیاز تو تھا ہی مگر شبہ کی چیزوں سے بھی بہت سخت اجتناب فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حجام بال بنانے کے لیے حاضر ہو گیا مگر مدرسہ میں پانی نہ تھا، حجام نے عرض کی: مسجد سے ایک چلو پانی لے کر آتا ہوں۔ آپ نے منع فرمادیا اور فرمایا: مسجد کا پانی مسجد میں استعمال کرنا چاہیے، اس لیے تم کل آ جانا۔“ (فتاویٰ خلیلیہ، ج ۱، ص ۴۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

فقیرِ زماں مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھتے تھے اسی محبت کی وجہ سے عبادت کے خصوصی ذوق کے حامل تھے۔ آپ کے صاحبزادے قاضی محمد ظفر اقبال رضوی کی بیان ہے کہ حضرت صاحب رات تھوڑی دیر کے لیے سوتے تھے یا یوں کہیے کہ نام کا سونا سوتے تھے، پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور ساری رات نوافل اور دوسری مناجات میں گزر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا ایک مخالف جو مفتی صاحب کی علمیت اور روحانیت کا قائل نہ تھا تین مرتبہ مسجد کی دیوار پھاند کر فقط یہ دیکھنے آیا کہ آپ کی رات کیسے گزرتی ہے، تینوں مرتبہ اس نے دیکھا کہ قبلہ رو بیٹھے و طائف میں مصروف ہیں یہ دیکھ کر وہ دل سے آپ کی بزرگی کا قائل ہو گیا اور ساری زندگی اپنے احباب سے یہ واقعہ بیان کرتا رہا۔“ (حیاتِ فقیرِ زماں، ص ۹۰، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

اور جب جب اس کے علم میں اضافہ ہوگا اس کی عاجزی و انکساری میں بھی اضافہ ہوگا۔ (۵۳)

برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خوف خشیت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز ایسے خلوص سے پڑھتے کہ اکثر اوقات ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، جب مسجد سے تمام نمازی چلے جاتے تو آپ بعد میں مسجد سے نکلتے۔ (رسائل حسن ص ۲۰ ما کبر بک سیرز لاہور)

(53)..... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ جب ہم اپنے اسلاف کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے اسلاف جس طرح علم میں اپنی مثال آپ تھے تو اسی طرح یہ لوگ عاجزی و انکساری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ کتب سیرت میں ہمیں اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں لیکن ہم یہاں ماضی قریب کے چند اسلاف کرام کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں۔ میرے استاذ حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا۔“

(سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۷۹، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی تواضع و انکساری: سپہ رؤب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلکے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جوگن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے.....

..... تیوروں سے اُس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صاحبِ خانہ کی اس مغرورانہ روش پر سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کے یہاں آئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی چار پائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ بھنکاریں مارتا ہے، وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں! پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۵۲، ۱۵۳، برکاتی پبلیشرز)

ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و اکساری: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ وَاں پھر اں کے ایک جلسے کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”اس جلسے میں تقریر کے لیے میں بھی مدعو تھا، اسٹیج پر عظیم اور جید علما موجود تھے اور علامہ (عطاء محمد) بندیا لوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بھی تشریف فرما تھے۔ جب یہ بات شروع ہوئی کہ جلسے کی صدارت کون کرے؟ علامہ بندیا لوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بولے: حضرت مفتی صاحب کے ہوتے ہوئے اور کون صدر ہو سکتا ہے۔ بہر حال مجھے تقریر کے لیے بہ اصرار کرسی پر بٹھایا اور خود دیگر علامت کرسیاں چھوڑ کر نیچے بیٹھ گئے۔ مجھے اس صورت حال کو قبول کرنے پر ایسا مجبور کر دیا گیا کہ میں دل ہی دل میں اس متواضعانہ اخلاق پر متعجب اور اپنے پرنا دم ہوتا رہا، اس کے.....“

..... بعد حضرت صاحب نے زور دے کر ارشاد فرمایا: دیکھو بھائی میری ایک بات لکھ لو
 ”جہاں کمال ہوگا وہاں تواضع ہوگا اور جہاں کمال نہیں ہوگا وہاں تکبر ہوگا۔“

(حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۵۰، نعیمی کتب خانہ گجرات)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ بندیا لوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے
 اوصاف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”طلبہ کو یہ تاکید حکم تھا کہ میرے آنے پر کھڑے
 ہونے کی ضرورت نہیں بیٹھے رہا کرو۔ مبادا کسی وقت تم نہ اٹھو اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ
 یہ میری تعظیم کے لیے نہیں ہوئے، تو یہ امر میرے لیے نقصان دہ ہوگا۔ (مزید کچھ آگے چل کر فرماتے
 ہیں) مزاج میں حیرت انگیز تحمل تھا، بعض شاگرد بڑی بے تکلفی سے بحث کر جاتے، لیکن کیا مجال کہ
 ماتھے پر شکن پڑ جائے۔“ (نور نور چہرے، ص ۲۲۵، نوری کتب خانہ لاہور)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کی تواضع و اکساری: آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ) کی تواضع کا یہ عالم تھا تلامذہ میں بیٹھ کر بھی آپ کو پہچاننا مشکل تھا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
 اگر کسی شہر میں دعوت کے لیے جاتے تو اکثر استقبال کرنے والوں کو پوچھنا پڑتا کہ حضرت حکیم
 الامت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہیں؟ (حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۸۱، نعیمی کتب خانہ گجرات)
 صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و اکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ کو گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار نہ تھا، گھر میں ترکاریں پھیلنے کاٹنے اور دوسرے کام بھی
 کر دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی
 مهنة اہلہ (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل و عیال کی خدمت میں مصروف
 رہا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب کیف کان یكون الرجل فی ہلہ، رقم: ۵۶۹۲، ج ۵، ص ۲۲۳۵،
 دار ابن کثیر) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے بلکہ.....

..... سنت پر عمل کرنے کی نیت سے بخوشی انجام دیتے۔

(سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۰۱، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

قاطع رافضیت شیخ الحدیث شارح موطا امام محمد حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارادتمندوں سے فرمایا کرتے تھے: ”میرے آنے پر اعلیٰ کھانے مت پکایا کرو جو گھر میں خود کھایا کرتے ہو وہی میرے لیے لایا کرو کیونکہ تم مہمان نوازی کر کے فارغ ہو جاتے ہو اور میرا ان نعمتوں کی وجہ سے حساب سخت ہو جاتا ہے۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید مولوی محمد یوسف نے آپ کی عقیدت میں چند اشعار لکھے، جن میں انہوں نے اپنی محبت اور اپنے مرشد کی خوبی ظاہر کی۔ آپ نے اشعار سن کر فرمایا: ”مولوی یوسف! میری تعریف کے نہیں میری مغفرت کے اشعار لکھو جن کا مجھے کچھ فائدہ ہو، تعریف کا مجھے کیا فائدہ؟“ (شرح موطا امام محمد، ج ۱، ص ۳۷، فریڈ بک سنال)

فقیرِ زمانہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جملہ مریدین کی بڑی تعداد حاضر خدمت رہنے کے باوجود اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے کسی سے کہتے تک نہ تھے۔ صوفی اللہ دین نقشبندی کا بیان ہے: ”ایک دفعہ مفتی صاحب گھر کے لیے لکڑیاں خود اٹھا کر لا رہے تھے، میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا: حضور! آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ ہم خدام جو حاضر ہیں، ہمیں حکم فرما دیا کریں۔ یہ کہہ کر میں جیسے ہی لکڑیاں لینے کے لیے آگے ہوا، آپ نے سختی سے منع فرما دیا اور فرمایا: یہ میرا کام ہے اس لیے میں خود ہی کروں گا۔ مزید فرمایا: اللہ دین! کیا قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھا لو گے؟ میں یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ نیک لوگوں کے خیالات کتنے پاکیزہ اور نیک ہوتے ہیں۔“

(حیاتِ فقیرِ زمانہ، ص ۹۴، مکتبہ اعلیٰ حضرت)

محذث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع واکھساری: قیام پاکستان سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھاریں کے قریب ”بیگہ“ نامی دیہات میں میلاد النبی کے جلسہ میں خطاب کرنے آئے تھے، اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ علاقے کے دوسادہ سے دیہاتی مسئلہ پوچھنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے، اس وقت آپ چار پائی پر جلوہ گر تھے۔ دیہاتی نے آپ کے علمی مقام کے پیش نظر زمین پر بیٹھنا چاہا مگر آپ نے اصرار کر کے نہ صرف دیہاتی کو چار پائی پر بٹھایا بلکہ انہیں چار پائی کے سرہانے کی طرف بٹھایا۔ یہ دیہاتی آپ کے اس عمل سے انتہائی متاثر ہوئے کہ علم و فضل میں اتنا بلند مقام اور تواضع کا عالم یہ کہ سادہ دیہاتیوں کو اپنی چار پائی کے سرہانے پر بٹھاتے ہیں۔ یہ اس قاعدہ کی مثال ہے جس شاخ پر جتنا زیادہ پھل لگا ہوتا ہے وہ اسی قدر جھکی ہوتی ہے۔“

(روشن ستارے، ص ۸۳، منهاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد)

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی وقار الدین رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع واکھساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ (۱)..... اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو کر پہنتے۔ (۲)..... پانی خود لے کر پیتے۔

(۳)..... اہلیہ اگر آرام کر رہی ہوتیں تو کھانا بھی خود گرم کر کے کھا لیتے۔

(۴)..... نماز تہجد کے لیے پانی خود گرم کرتے نیز اپنی زوجہ کے لیے بھی پانی رکھ دیتے

اور نماز تہجد کے لیے اٹھاتے۔“ (وقار الفتاویٰ، ج ۱، ص ۹، بزم وقار الدین کراچی)

حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری کے متعلق مولانا مقبول احمد رضوی جلالی فرماتے ہیں: ”آپ کا مقام جتنا بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ تھا اتنا ہی آپ نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا اور یہ بھی آپ کا خاصہ تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا۔ آپ کی موجودگی میں اگر کوئی شخص آپ کا مقام و مرتبہ بیان کرنا چاہتا تو آپ تصرفی باطنی سے روک دیتے۔ آپ اپنے سامنے اپنی تعریف ہرگز پسند نہ کرتے، بسا اوقات ایسا کرنے والے سے ناراض ہو جاتے اور یہ ناراضی بھی آپ کے مزاج شریف کا واقف ہی سمجھ سکتا تھا، عوام الناس جو آپ کے مزاج شریف سے واقف نہیں تھے وہ یہ ناراضی نہیں سمجھ سکتے تھے کیونکہ زبان مبارک سے ناراضی کا اظہار بہت کم ہوتا تھا۔ مجھ (مقبول احمد رضوی جلالی) جیسے عام طالب علم سے اور میرے ہم سبق ساتھیوں سے ایسی حرکات سرزد ہو جاتیں جو کہ بوجہ خلاف ادب موجب سزا اور باعث زجر و توبیح ہوتیں مگر حضور حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر کچھ مواخذہ نہ فرماتے۔ یہ ناچیز بندہ مقبول احمد اپنی آپ بیتی اور خود برقی عرض کرتا ہے: بندہ سے تحقیق مسائل کے سلسلہ میں ایسی بے احتیاطیاں ہو گئیں کہ بندہ پر ساتھیوں نے شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا۔ دوران بحث زیر حدیث: ”انامدینة العلم و ابوبکر اساسہا و عمر جدارہا و عثمان سقفہا و علی بابہا۔“ (میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی بنیاد، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی دیوار، عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی چھت اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کا دروازہ ہیں، الفردوس بہا ثور الخطاب، رقم: ۱۰۵، ج ۱، ص ۳۳، دارالکتب العلمیہ) ساتھیوں نے کہا کہ یہ حدیث اصل میں اس طرح ہے۔ بندہ نے اس کے حدیث ہونے سے انکار کر دیا تو طالب علم ساتھیوں نے کہا کہ: ہم نے یہ حدیث حافظ الحدیث سے سنی ہے تو جذبات کے رد میں بندہ نے اپنی حماقت اور جہالت سے کہہ دیا کہ اُن کو کیا علم ہے، غور کریں حضور والا کی کس قدر بے ادبی تھی۔ جب دوستوں اور ساتھیوں نے،،،،،،،

.....
 بندہ کے حضرت کی خدمت میں میری شکایت کی تو دیگر باتوں کے علاوہ ہو، یہ الفاظ بھی آپ کی خدمت میں بیان اور نقل کر دیے۔ مگر قربان جائیں حضرت کے صبر و تحمل اور اخلاق عالیہ پر کہ آپ یہ سن کر مسکرا دیے اور آپ کی مسکراہٹ اس قدر جاذبِ قلب، دلکش اور پیاری ہوتی کہ اس ادا پر مرنے کو جی چاہتا۔ غور کریں اگر آپ کی جگہ کوئی اور مدرسے کا مہتمم ہوتا تو بندہ کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔“ (انوارِ حافظ الحدیث، ص ۲۰۶-۲۰۷، جلالیہ پبلی کیشنز بھکی شریف)

شیریشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خان رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری کا اندازہ ان الفاظ سے لگائیے جو آپ نے ایک خط میں تحریر فرمائے: ”میرے خط نہ لکھنے کا سبب صرف یہی تھا کہ میں اپنے گناہوں کی شامت کے سبب اکثر ست و کاہل رہا کرتا ہوں اور فرصت بھی بہت کم ہی رہتی ہے۔“

(سوانح شیریشہ سنت، ص ۲۵۱، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و سادگی کے بارے میں محبوبِ ملت مفتی محمد محبوب علی خان قادری تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت سید العلمائے ہی ایک تقریر میں حضرت کی سادگی کے متعلق فرمایا کہ: بسڈیلہ کے مناظرہ کے دوران ایک دن حضرت نے قیام گاہ سے میدانِ مناظرہ کو جانے کا ارادہ فرمایا تو کرتہ شلوار کے بعد شيروانی پہنی اتفاق سے کرتہ شيروانی سے چار انگل نیچے تھا۔ میں نے کہا: حضرت یہ کرتا نیچا ہے۔ دوسرا کرتا پہن لیں تاکہ کوئی مذاق نہ اڑائے۔ ارشاد فرمایا: حضور! مناظرہ میں کروں گا میرا کرتا مناظرہ نہیں کرے گا۔“

(سوانح شیریشہ سنت، ص ۲۵۱، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز)

فقیر اعظم بصیر پوری ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ النعمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری کا ذکر کرتے ہوئے ”فتاویٰ نوریہ“ کے مقدمہ میں محبت اللہ نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق.....“

..... جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلہ میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے بر ملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے، جیسا کہ امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک بار چالیس سوال دریافت کیے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے جواب میں فرمایا: "لا اذری"۔ حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شانِ عجز و انکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی۔ اے ۱۳ھ میں آپ سے مولانا عبدالعزیزی صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم بورے والا نے تین سوالات کے جواب طلب کیے۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرمادیا، مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا: واللہ تعالیٰ اعلم بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی۔"

(فتاویٰ نوریہ، ج ۱، ص ۷۷-۷۸، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور او کاڑہ)

مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی فرماتے ہیں: "بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے انتہا عقیدت و محبت بھی رکھتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی، مریدوں کے گھرے رہنے کے سبب ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لے کر کہیں اور چلے گئے، آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے، مسکراتے ہوئے لوٹ آئے بعد میں ملاقات ہونے پر ناراضی بھی ظاہر نہ کی۔"

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۸۵، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز)

شہباز لائٹانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ حمد اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری:
 آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع و انکساری کے متعلق فیض ملت استاذ العلماء مفتی فیض
 احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”آپ سادگی کو بے حد پسند فرماتے اور ہمیشہ
 سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے، آپ کی ساری زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی، ایک شلواری قمیص
 اور موٹے کپڑے (جو کندھے پر رکھا کرتے تھے) سے کبھی تجاوز نہ فرمایا۔ آپ اکثر جو کی روٹی
 اور ماش کی دال کھاتے تھے اور دوران سفر سوکھی و باسی روٹیاں ساتھ رکھتے تھے۔“

(ذکر سیرانی، ص ۳۲، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں: ”سیرانی بادشاہ حمد اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ سخت ناگوار تھا کہ آپ کو کسی
 امیر کی طرف منسوب کر کے کہا جائے کہ آپ فلاں صاحب کے پیرومرشد ہیں۔ ایک دفعہ ایک
 بڑے زمین دار کے ہاں مریدین سمیت دعوت ہوئی کسی دیہاتی نے ایک ساتھی کے سامنے کہہ
 دیا کہ: آپ ہمارے زمین دار کے پیر ہیں۔ یہ سن کر آپ کی طبیعت کدھر ہو گئی، نماز ظہر سے لے کر
 عصر تک ”اسْتِغْفَار“ پڑھتے رہے۔“ (ذکر سیرانی، ص ۵۰، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

امیر اہلسنت دامت بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تواضع و انکساری: عظیم مذہبی رہنما ہونے کے باوجود امیر
 اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی تواضع و انکساری کا یہ عالم ہے کہ اپنے محبین و متعلقین کے درمیان بھی
 اپنے لیے کسی امتیاز کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ
 احیائے سنت کے لیے سفر پر روانہ ہونے والے مدنی قافلے میں شریک ہوتے تو متعدد بار دیکھا
 گیا کہ پہلے نشستوں پر اپنے اسلامی بھائیوں کو بٹھاتے اور جگہ نہ ملنے کی صورت میں کبھی کبھی آپ
 نشست سے نیچے ہی بیٹھ جاتے۔ آپ کی اس قدر عاجزی دیکھ کر بعض اوقات لوگوں کی آنکھوں
 سے اشک جاری ہو جاتے۔“ (تعارف امیر اہلسنت، ص ۴۷، مکتبہ المدینہ)

وہ اصول کہ جس کے سبب اہل معرفت منزل سلوک میں ثابت قدم رہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے صدقِ دل کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو لازم پکڑ لیا۔ (۵۴) انہوں نے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ پر علم کو مقدم رکھا اور اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کی تمام مخلوق سے مستغنی ہو گئے۔

(اے طالبِ ہدایت!) ان لوگوں کی اتباع کر جن کے علم نے ان کے خوف و خشیت میں (۵۵) عمل نے بصیرت میں اور عقل نے معرفت میں اضافہ کیا..... اگر ترکِ ادب تمہیں ان نیک لوگوں کے راستے سے روک دے تو اپنے نفس کو سرزنش کر اور اہل علم پر مخلصین کی صفات مخفی نہیں رہ سکتیں۔

(54)..... رسول اکرم، شہنشاہِ نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: ”من

رای منکم منکر ا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ترجمہ: تم میں سے کوئی جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور جو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی استطاعت نہ رکھے اسے چاہیے کہ اپنی زبان سے بدل دے اور جو اپنی زبان سے بدلنے کی بھی استطاعت نہ رکھے اسے چاہیے کہ اپنے دل میں بُرا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔“ (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب کون النہی عن المنکر من

الایمان، مرقم: ۴۹، ج ۱، ص ۶۹، دلوا حیاء التراث العربی بیروت)

نیکی کی دعوت کب واجب ہے: اگر ظنِ غالب ہے کہ سمجھائیں گے تو مان لے گا تو اب اسے سمجھانا واجب ہو گیا نہیں سمجھائیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ (مسخو ذمن فیضان سنت، باب نیکی کی دعوت، ص ۴۷۸) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تفصیلی معلومات کے لیے ”فیضانِ سنت کا باب نیکی کی دعوت“ کا مطالعہ کریں۔

(55)..... اسلافِ کرام کے خوف و خشیت کے واقعات گزشتہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

(اے طالبِ ہدایت!) میری بات غور سے سن کہ ہر فکر میں کوئی نہ کوئی ادب..... اور ہر اشارے میں کوئی نہ کوئی علم ضرور ہوتا ہے اور اس کی تمیز وہی کر سکتا ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اس کی مراد کو سمجھ لے اور اس کے خطاب سے فوائد کو نکال لے۔ ایک طالبِ صادق میں اس کی علامت یہی ہے کہ دیکھے تو عبرت حاصل کرے..... خاموش ہو تو غور و فکر کرے..... کلام کرے تو ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے..... اسے منع کیا جائے تو صبر کرے..... اسے دیا جائے تو شکر کرے..... آزمائش میں مبتلا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرے..... اس پر کوئی معاملہ مخفی ہو جائے تو بردباری سے کام لے..... علم حاصل ہو جائے تو تواضع اختیار کرے..... کسی کو علم سکھائے تو نرمی اختیار کرے۔ (۵۶)

(56)..... ہمارے اسلافِ کرام اس ارشاد کے عملی نمونہ تھے، چنانچہ ذیل میں ہم چند واقعات نقل کرتے ہیں ان کو پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ ہمارے اسلافِ علم دین سیکھنے والوں پر کتنے شفیق و مہربان تھے۔

اسلافِ کرام کے طلبہ پر شفقت کے واقعات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی طلبہ پر شفقت: ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا، حسن اتفاق سے صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا سب سے پہلا فتویٰ جو میں نے لکھا والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا ہے یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اس لیے.....“

..... اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایتِ مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے فتویٰ صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا، اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظِ کریمہ سے کہ میرے والد صاحب نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ پر انعام دیتا ہوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۵۴، برکاتی پبلیشرز کراچی)

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طلبہ پر ہمیشہ محبت و شفقت اور احسان فرماتے۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمانے کے لیے ہر طالب علم کو ”مولانا“ یا ”حافظ صاحب“ کہہ کر مخاطب فرماتے۔ جامعہ رضویہ کے ناظم تعلیمات مولانا مفتی نواب دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تاکید فرماتے: ”مولانا! طلبہ اللہ کا لشکر ہیں ان کا احترام کریں۔“ آپ کئی طلبہ کی خفیہ و اعلانیہ امداد بھی فرماتے۔

(روشن ستارے، ص ۴۷، منهاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد)

حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ”حافظ محمد اسلم جلالی“ بیان کرتے ہیں: ”آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماہر استاد، مُشفیق باپ اور مرشدِ کامل و مربی کی حیثیت کے مالک تھے۔ دور دراز سے طلبہ آپ کے پاس آتے اور اپنے عزیز واقارب، دوست و احباب، علاقہ و وطن کو بھول جاتے۔ جو کبھی چھٹیوں میں اپنے وطن واپس جاتے تو اپنے گھر میں بھی اجنبیت محسوس کرتے۔ حضرت مولانا برکت علی صاحب اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میں ۱۹۷۰ء میں پہلی دفعہ حصول علم کی غرض سے بھکی شریف حاضر ہوا تو تعلیمی عرصہ کا دورانیہ تقریباً آٹھ سال میں ایک دن بھی طبیعت میں شکستگی نہیں آئی اور جب کبھی آپ سے دور ہو جاتا حتیٰ کہ اپنے وطن اور گھر بھی جاتا،.....“

.....، تو بے چینی بے قراری محسوس کرتا۔“

(انوارِ حافظ الحدیث، ص ۲۰۰، جلالیہ پبلی کیشنز بھکی شریف)

فضلِ امام خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درسیات سے فارغ ہوئے تو والد کے حکم سے مسند تدریس کو رونق بخشی۔ مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک طالب علم کو علامہ کے پاس سبق پڑھنے بھیجا، یہ طالب علم دراز عمر اور کند ذہن تھے، علامہ نوحیز، نازک مزاج اور ذہین و فطین سبق پڑھانے کے دوران جھنجلا گئے، غصے سے میں آ کر طالب علم کو برا بھلا کہہ کر درس سے نکال دیا۔ طالب علم روتا ہوا مولانا فضل امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا اور جو بہتی وہ سنائی۔ مولانا فضل امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامہ (فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو بلایا۔ علامہ غوث علی شاہ جو اس واقعے کے عینی شاہد ہیں فرماتے ہیں: مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہو گئے، مولانا (فضل امام خیر آبادی) صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ ان کی دستاویزیت دور جا پڑی، اور فرمانے لگے کہ: تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا، ناز و نعمت میں پرورش پائی، جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا، طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے۔ اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بناتا تو حقیقت معلوم ہوتی، ارے طالب علم کی قدر ہم سے پوچھا خبردار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہا یہ (امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) چپ کھڑے روتے رہے، کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کچھ نہ کہا۔ مولانا فضل امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی تربیت تھی جو آگے چل کر خیر آبادی مدرسہ کی خصوصیت بن گئی۔ امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ان کے تلمیذ (شاکر د) مولانا عبد اللہ بلگرامی لکھتے ہیں:

.....
 آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طلبہ پر بہت شفیق اور ذہین طلبہ پر نہایت مہربان تھے۔ تعلیم و ارشاد کے باب میں اپنے بیٹے اور اور جگر گوشے اور عام طلبہ کو برابر سمجھتے۔“

(خیر آبادیات، ص ۴۵-۴۶، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اس لیے آپ کے تلامذہ آپ کو ”اباجی“ کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے شاگرد مفتی محبوب رضا خان صاحب فرماتے ہیں: ”دھوبلی کو حضرت (صدر الشریعہ) کے کپڑے دینا، ان کا حساب لکھنا اور اندراج کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی، سبزی وغیرہ بھی میں خرید کر لاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لاتا، جو کچھ منگوا یا گیا اس میں اپنی مرضی سے رد و بدل کر دیتا حتیٰ کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کے لیے آتا کہ آج کیا پکایا جائے تو حضرت فرمادیتے کہ قاری (محبوب رضا خان) صاحب سے پوچھو!۔ میں بر بنائے خلوص اس قسم کے تصرفات کرتا اور موصوف خلوص کے قدروان تھے۔“ (سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۸۹-۱۹۰، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: مولانا اللہ وسایا سعیدی (بہاولپور والے) فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ نئے مکان میں جانے کی تیاریاں شروع ہوئیں، میں نیل گاڑی پر سامان پہچانے میں مصروف رہا۔ غزالی زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھنٹوں میں شدید درد کی وجہ سے صاحب فرمائش رہے، عشاء کے بعد آخری پھیرا لے کر جانے لگا تو غزالی زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تانگے کا انتظام کر کے بچوں کو واپس بھیج دینا او آپ وہیں سو جانا۔ اس مصروفیت میں گھر والوں کو میرا کھانا یاد نہ رہا، سامان لے کر نئے مکان میں پہنچا اور اسے اتارنا شروع کیا، دن بھر کی تھکاوٹ اور ساری رات فاقہ کشی کے تصور،،،،،“

..... نے پریشانی میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا۔ اچانک حضرت غزالی زماں کی رس گھولتی ہوئی آواز سنائی دی: اللہ وسایا! میں حیران و پریشان سرک کی طرف دوڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت غزالی زماں بڑی تکلیف کے ساتھ سائیکل رکشے سے اتر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کھانے کا ٹفن ہے، آپ نے فرمایا: میں آپ کا کھانا لے کر آیا ہوں یہ لے لو! بندہ نے عرض کی: آپ تکلیف نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا: ہمیں آپ کی بھوک کا خیال ہے۔“

(حیات غزالی زماں، ج ۱، ص ۱۰۴-۱۰۵، مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان)

عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مولانا شاہد رضا نعیمی اشرفی فرماتے ہیں: ”جامعہ نعیمیہ (مراد آباد، ہند) کے طلبہ کی نگرانی، تربیت اور سرپرستی ہمیشہ ایک شفیق استاذ کی طرح فرمائی، کوئی بیمار ہو جاتا تو بے قرار ہو جاتے، علاج و تیمارداری کا خود انتظام کرتے، طلبہ کی اخلاقی تربیت میں بے حد دل چسپی لیتے، بے راہ روی کو اولاً نظر انداز کرتے لیکن پھر سختی اور تاکید کرتے، طلبہ کی کوئی شہری توہین کرتا تو ہرگز برداشت نہ کرتے، جامعہ کے معاونین کو ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ یہ طلبہ قدر و عزت کے مستحق ہیں۔ جب طلبہ شعبان میں سالانہ تعطیل کے موقع پر گھر جاتے تو ان کو اپنے پاس بٹھا کر ٹرین کے اوقات، سفر کی تفصیلات، سامان کی حفاظت کے بارے میں سمجھاتے۔ فارغ التحصیل ہونے والے علما اور تلامذہ کو جب رخصت کرتے تو رو پڑتے، گلے مل کر شفقت و محبت سے رخصت فرماتے، ان کو آئندہ زندگی کے لیے پند و نصیحت فرماتے۔ ان میں لائق حضرات کو کسی ادارہ میں بھیجنے کی کوشش فرماتے اور محظوظ کتابت کے ذریعہ ان سے رابطہ برقرار رکھتے۔“ (حبیب الفتاویٰ، مقدمہ، ص ۱۲، شہر برادرز لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مولانا عبد الجلیل نعیمی اشرفی فرماتے ہیں:

.....

..... شاگردوں کے ساتھ محبت و شفقت کی کوئی انتہا نہ تھی، ان کی ترقی دیکھ کر پھولے نہ

سماتے، ہمیشہ طلبہ کو ”آپ“ سے خطاب کرتے۔ (حیب الفتاویٰ، مقدمہ، ص ۶۲، شبیر برادرز لاہور)

حافظ ملت شیخ عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”شاگردوں پر حافظ ملت کی شفقت کسی خارجی محرک کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی پاکیزہ سرشت ہی شفقت و محبت کی خمیر سے تیار ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہر استاد صرف اپنے ذہن و محنتی شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے لیکن حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غبی سے غبی، بدھو اور بیگانہ شاگرد بھی انہیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔ وہ مقام جہاں ہم حافظ ملت کو ایک منفرد شفیق استاد کے پیکر میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص اپنے باغی نافرمان اور بد خواہ کے حق میں اپنی محبت و شفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا، لیکن حافظ ملت کی کتاب زندگی کا مطالعہ کریں تو ورق ورق پر جہاں آپ انہیں نیاز مندوں اور وفا شناسوں کو خلعت کریمانہ سے شاد کام کرتے ہوئے دیکھیں گے وہیں وہ نافرمانوں اور ناقابت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے نظر آئیں گے اور اسے بھی ہم جذبہ شفقت و محبت کا داعیہ کہیں گے کہ بڑے سے بڑے قصور پر مدرسہ سے طلبہ کا اخراج حضرت کی طبیعت پر بہت ہی شاق گزرتا تھا۔

آپ فرماتے تھے: مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو عاق کر دے یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے، انتظامی مصالح کے تحت یہ اگرچہ مباح ہے لیکن اسے بھی اَبْفَضُ الْمُبَاحَاتِ سے سمجھتا ہوں۔ ایک بار ارشاد فرمایا: نیکو کار اصلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاد کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اپنے آپ کو چاہنے کے قابل بنا لیا، استاد کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے چاہے جانے،.....“

..... کے قابل بنادے۔ ایک دن مجلس درس میں ارشاد فرمایا: استاد اپنے شاگردوں کے فکر و ذہن کا معمار ہوتا ہے اور ان کی سیرت و کردار کا معالج ہوتا ہے اور ایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے، تندرستوں کو انجمن معالج نہیں کہا جائے گا۔

(علامہ ارشد القادری مزید فرماتے ہیں:) استاد شاگرد کا تعلق عام طور پر حلقہ درس تک محدود ہوتا ہے لیکن اپنے تلامذہ کے ساتھ حافظِ ملت کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری درس گاہ اس کے ایک گوشے میں سما جائے، یہ انہیں کے قلب و نظر کی ناپید کنار و سعت اور انہیں کے جگر کا بے پایاں حوصلہ تھا کہ اپنے حلقہ درس میں داخل ہونے والے طالب علم کی بے شمار ذمہ داریاں اپنے اوپر لے لیتے تھے، طالب علم درس گاہ میں بیٹھے تو کتاب پڑھائیں..... باہر رہے تو اخلاق و کردار کی نگرانی کریں..... مجلس خاص میں شریک ہو تو ایک عالم دین کے محاسن و اوصاف سے روشناس فرمائیں..... بیمار پڑ جائیں تو نقوش و تعویذات سے اس کا علاج کریں..... تنگدستی کا شکار ہو جائے تو مالی کفایت فرمائیں..... پڑھ کر فارغ ہو جائیں تو ملازمت دلوائیں..... اور ملازمت کے دوران کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی عقدہ کشائی فرمائیں..... طالب علم کی نجی زندگی، شادی بیاہ، دکھ سکھ سے لے کر خاندان تک کے مسائل میں دخل و کار فرمائیں..... طالب علم زیر درس رہے یا فارغ ہو کر باہر چلا جائے، ایک شفیق باپ کی طرح ہر حال میں سرپرست اور کفیل..... اس طرح کی ہمہ گیر اور ہم وقتی ایک باپ سے تو ضرور متوقع ہے، لیکن آج کی دنیا میں ایک استاد سے ہرگز متوقع نہیں یہی وہ جوہر منفرد ہے جس نے حافظِ ملت کو اپنے اقران و معاصرین کے درمیان ایک معمار زندگی کی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں کر دیا۔“

(شخصیات، ص ۹۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

گزشتہ صفحات میں آپ نے اسلاف کرام کے طلبہ پر شفقت کے واقعات ملاحظہ فرمائے.....

..... اور راقم الحروف کی یہ تالیف بھی استاد محترم قبلہ مفتی عبدالکریم سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفقتوں ہی کا نتیجہ ہے جس کا ذکر ”پیش لفظ“ میں گزر چکا۔ اور بندہ کو اپنے اولین استاد مولانا اکرام الحق صاحب دہستہ برکاتیم العالیہ کے وہ احسانات بھی زندگی بھر نہ بھولیں گے کہ جو آپ نے مجھ پر اس وقت کیے کہ جب میں الیکٹریشن کام چھوڑ کر حصول علم دین کے لیے جامعہ میں داخل ہو گیا یقیناً یہ انہی کی شفقتوں کا نتیجہ ہے کہ آج تالیف و تدریس کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اگر درس نظامی کے ابتدائی دور میں مجھے ان کی عنایتیں حاصل نہ ہوتیں تو شاید آج میں ایک مؤلف و مدرس نہیں بلکہ ایک الیکٹریشن ہوتا۔ درس نظامی کے بقیہ سفر میں دیگر اساتذہ کے ساتھ ساتھ بالخصوص قبلہ استاد محترم مولانا ایاز صاحب اور استاد محترم مولانا جنید شاہ صاحب کی شفقتیں شامل حال رہیں۔

ہمارے اسلاف کرام جس طرح طلبہ پر نہایت شفیق تھے اسی طرح وہ اپنے اساتذہ کا انتہا درجہ ادب کیا کرتے تھے، لہذا ذیل میں ہم اس حوالے سے کچھ واقعات ذکر کرتے ہیں۔

استاد کے ادب کے واقعات: ہمارے اسلاف کرام اپنے اساتذہ کا کتنا ادب کیا کرتے تھے اس کے بھی بے شمار واقعات کتب سیرت میں ملتے ہیں جن کو پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ اس قدر ادب؟

(۱)..... امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”کبھی میں نے اپنا پیران (استار) کے گھر کی طرف نہیں پھیلا یا، حالانکہ میرے اور ان کے مکان میں سات گلیوں کا فاصلہ ہے۔“

(الخیرات الحسان، مترجم، ص ۱۴۲، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

(۲)..... حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جب زانوئے تلمذ طے کیے ہوئے ہوتے اگر انہیں کتاب کا ورق پلٹنے کی نوبت آتی تو وہ ورق

بھی آہستہ پلٹتے تھے کہ اس کی آواز بھی ان کو سنائی نہ دے۔ (کامیاب طالب علم، ص ۷۰، نزوہہ پبلیشرز)

(۳)..... امام ربیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اپنے استاد کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہیں ہوئی۔“ (ایضاً)

(۴)..... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادب کی وجہ سے اپنے استاد کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کرتے تھے۔“ (ایضاً)

(۵)..... حضرت عطا محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مجھے اپنے استاد علامہ یار محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا ہے، دورانِ بیماری جب سارے ساتھ بندیا ل چھوڑ کر چلے گئے تو میں اکیلا حضرت کی خدمت کے لیے ٹھہر گیا۔ تقریباً چھ ماہ بغیر اسباق کے ٹھہرا استاد صاحب نے دل سے دعا کی کہ میرا خواندہ نہ خواندہ برابر ہو گیا یعنی جو کتابیں میں نے نہیں پڑھی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ میں نے پڑھی ہوئی ہیں۔ حقیقت میں میرے اس وقت کتنے ایسے ساتھی تھے جو میرے خیال میں مجھ سے لائق تھے، مگر آج ان کا کہیں نام نہیں اور ہر جگہ عطا محمد بندیا لوی، عطا محمد بندیا لوی ہو رہا ہے، یہ میرے استاد محترم علامہ یار محمد بندیا لوی کی دعاؤں کا اثر ہے۔“

(ایضاً، ص ۸۵)

طلبہ کو دیکھا گیا ہے کہ جب ان کے ذہن میں کوئی بات آجائے تو وہ اس کو گزرتے ہیں خواہ استاد کتنا ہی کیوں نہ سمجھائے ایسے طلبہ درج ذیل واقعہ کو بہ غور پڑھیں

(۶)..... فقیہ طہت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اس زمانہ میں ناگپور کی کاروباری حالت ٹھیک نہیں تھی، دن بھر محنت سے کام کرنے کے باوجود اپنے اخراجات کے ساتھ والدین کی ماہانہ خدمت کرنے میں ہمیں دشواری پیش آرہی تھی، میں بہت پریشان تھا اس لیے اسماعیل عمر سپاہی کے ساتھ احمد آباد جانے کے لیے اس خیال سے تیار ہو گیا کہ میرے یہاں کے بہت سے لوگ وہاں طوں کام کرتے ہیں، میں بھی جا کے کسی مل میں کام کروں گا۔ ہم احمد آباد سفر کے نکل پڑے، ناگپور پہنچ کر ہم نے اپنا تمام سامان اپنے.....“

..... رفیق اسماعیل کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ آپ اسٹیشن چلیں میں اپنے استاد گرامی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔ جب میں حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا: احمد آباد مت جاؤ! جس طرح بھی ہو سکے یہیں رہو۔

میں نے حضرت علامہ کی نصیحت مان لی اور احمد آباد جانے کا ارادہ بالکل دل سے نکال دیا اور اسٹیشن جا کر اسماعیل عمر سپاہی سے کہا آپ جائے میں نہیں جاؤں گا اور پھر اپنا سامان لے کر میں واپس آ گیا۔ خداوند قدوس کا میں لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل میں استاد کا ایسا احترام بخشا کہ میں نے ان کی اجازت کے بغیر احمد آباد کا سفر کرنا مناسب نہ سمجھا اگر ان کی نصیحت پر عمل نہ

کرتا تو بے شک آج میں مل میں مزدور ہوتا۔“ (خطبات محرم، ص ۴۴۷-۴۴۸، اکبر بک سبیرز لاہور)

(۷)..... استاذ العلماء یا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک استاد مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد تھے یعنی آپ کے دادا استاد تھے، استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے استاد محترم یا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنایا کہ میرے استاد صاحب کسی جاگیر دار کو خاطر میں نہ لانے تھے، مگر ایک مقامی جاگیر دار کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے، عام حالات میں بھی اس سے تعلق داری کرتے، میں نے ایک دن عرض کی: استاد جی! یہ کیا راز ہے؟ تو فرمایا: حافظ صاحب! مجھے ان سے ایک دینی لالچ ہے وہ یہ کہ ان کا ایک دوست بہاولپور کا نواب ہے اور اس کی لاہری میں ”زر قانی شریف“ موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے میسر آ جائے۔ مگر زندگی نے وفانہ کی اور آپ کے کتب خانہ تک وہ کتاب نہ پہنچ سکی۔ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب یہ.....“

..... واقعہ سنا تو آب دیدہ ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا: کاش! آج علامہ یار محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندہ ہوتے تو فقیر قمر الدین اپنی ”زرقاتی“ سر پہ اٹھاتا اور بندیا ل استاد صاحب کی خدمت میں جا کر پیش کرتا۔“ (حیات استاذ العلماء، ص ۳۸، دارالاسلام لاہور)

(۸)..... حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مولانا شاہد رضا نعیمی اشرفی فرماتے ہیں: ”اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے“ میرے حضرت“ کہہ کر اپنے محسن و مربی (اپنے استاد محترم صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نام کا وظیفہ پڑھنا صبح شام ان کا معمول تھا۔ روزانہ بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر مزار صدرالافاضل پر تاحیات میں نے ان کو فاتحہ پڑھتے ہوئے دیکھا، تمام طلبہ کو بھی اس کی سخت تاکید فرماتے، خاندان صدرالافاضل کا بچہ بھی سامنے آجاتا تو ادب و اکرام کا اظہار کرتے۔“ (حبیب الفتاویٰ، مقدمہ، ص ۵، شبیر برادرز لاہور)

(۹)..... حضور حقیق ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عصر کے بعد (صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ایک درس دیتے، ہم لوگ حضرت کی درس گاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے، تو ہم میں ہر ایک علامہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا، حتیٰ کہ ہم لوگ کبھی کبھی ایک دوسرے سے لڑ پڑتے، کچھ روز بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے۔“ (سیرت صدر الشریعہ، ص ۹۰۲، مکتبہ اعلیٰ حضرت)

(۱۰)..... حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدرس تھا، میں اور مفتی امین الدین بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے شوق سے قوالی سنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ (استاد محترم) سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: تدریس ہوگی یا قوالی۔ میں نے عرض کی میں تدریس چھوڑ سکتا ہوں قوالی نہیں چھوڑ سکتا، یہ سنتے ہی حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال میں آگے اور فرمایا: ”احمد یار خان!.....“

..... میں تمہیں حکماً کہتا ہوں کہ قوالی سننا چھوڑ دو۔“ چنانچہ اس کے بعد آج تک میں نے قوالی نہیں سنی۔“ (مذکورہ واقعہ بیان کرنے کے بعد علامہ شرف قادری صاحب فرماتے ہیں:) اللہ! اللہ!

احترامِ استاد کی ایسی مثالیں آج کہاں ملیں گی۔“ (تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۵۸ ملخصاً بلویسی بک سنال گھرانوالہ)

(۱۱)..... بخارا کے آئمہ میں سے ایک امام صاحب دورانِ تدریس کئی بار اٹھے، آخر بار اٹھنے کے

بارے ابن سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس ساتھ والی گلی میں میرے استادِ محترم کا

صاحبزادہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے، جب (کھیل کے دوران) صاحبزادہ صاحب کو دیکھتا ہوں

تو استاد کے احترام میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔“ (تعلیم المتعلم، ص ۳۷، مکتبۃ المدینہ)

استاد کے حقوق: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے استاد کے حقوق کے

متعلق سوال ہوا، وہ سوال اور اس کا جواب مختصر ملاحظہ ہو،

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاد معلم کے حقوق کس قدر

ہیں بلور اس کے ادا نہ ہونے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی

نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگرد ناسات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل

بلوغ بھی؟ بینواتوجروا

الجواب: عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کروری سے ہے: ”عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر

ایک سائق ہے برابر اور وہ یہ کہ (۱)..... اس سے پہلے بات نہ کرے اور (۲)..... اس کے بیٹھنے

کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور (۳)..... چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور (۴).....

اس کی بات کو رد نہ کرے۔ اس میں غرائب سے ہے: (۵)..... آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے

حقوق واجبہ کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے، یعنی جو کچھ اسے

درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت

جانے۔ (۶)..... استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے،.....

..... (۷)..... جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے
تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، (۸)..... اپنے استاذ پر کسی کو
ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسی کھول دی، اور (۹).....
استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے
باہر آنے کا انتظار کریاھ۔ (فتاویٰ ہندیہ) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے
شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع
بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لا طاعة لاحد فی معصية الله تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ت) (مسند امام احمد بن حنبل) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ
آئے فان المنکر لا یزال بمنکر (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا۔ ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی
تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی و زاری
معذرت کرے اور بچے اور (۱۰)..... اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری
میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا، اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ
کھول دی۔ علما فرماتے ہیں: جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے
محروم رہے گا اور اگر اُس کے احکامات و اجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ اُن کا لزوم دوبارہ
ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔۔۔ رہا پردہ اس میں استاذ
وغیر استاذ، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب
پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں
تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ
وکمال اشتہا کا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۳۱، ۶۳۲)۔

اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے طلبہ کی کمی نہیں ہے کہ جو تہ دل سے اپنے اساتذہ کا.....

.....ادب بجالاتے ہیں اور ان کی خدمت گزاری کو عین سعادت سمجھتے ہیں، راقم الحروف کے پچھلے دنوں لگاتار دو آپریشن ہوئے اور کئی دن تک اسپتال میں صاحب فراش رہنا پڑا، ایسے وقت میں دو تین طلبہ نے خوب حق ادا کیا، بندہ کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آرام کو قربان کیا، راتوں کو جاگ کر میری ضرورتوں کا خیال رکھا، جب میں ان کی اس محبت کو دیکھتا تو بہ چشم نم ان کے لیے دل سے دعا نکلتی کہ مولا! ان کو جزاء خیر دے۔ گذشتہ دنوں کسی معاملہ کی وجہ سے جامعہ سے تبادلہ کروانے کا سوچ لیا، اس کی خبر طلبہ کو پہنچی تو ان کی یہ حالت ہو گئی کہ جیسے ان کا کوئی عزیز انتقال کر گیا ہو حتیٰ کہ بعض طلبہ تو رونے لگے، لیکن معاملات درست ہونے کے سبب پھر میں نے ارادہ ترک کر دیا۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ تو محض ان کی محبت ہے ورنہ میں کتنے پانی میں ہوں اور میرا کیا کردار ہے اس کو میں بہ خوبی جانتا ہوں بس مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی دعا ہے کہ جس طرح دنیا میں عزت دی عیبوں پر پردہ ڈالا اسی طرح آخرت میں بھی پردہ رہے۔

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کونہ شرما تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے ایک اہم عرض: جس طرح ایک طالب علم پر اپنے استاد کے حقوق لازم ہیں اسی طرح ایک استاد پر بھی اپنے طالب علم کے حقوق لازم ہیں لیکن!

آہ! آہ! آہ! آج ہر ایک اپنے حق کی بات کرتا ہے استاد چاہتا ہے کہ میرا ادب کیا جائے اور طالب علم چاہتا ہے کہ مجھ پر شفقت کی جائے، اگر ہر ایک یہی خواہش کرتا رہا تو معاملہ حل نہ ہوگا ضرورت اس امر کی ہے کہ استاد طالب علم پر شفقت کرتا رہے اور اس چیز کی خواہش نہ رکھے کہ طالب علم میرا ادب کریں اور طالب علم استاد کو اپنا روحانی باپ سمجھ کر اس کا خوب ادب و احترام بجالائے اور ایسے امور بجالائے جن کی وجہ سے وہ استاد کی شفقت کا مستحق بن جائے، اس معاملہ میں میرے خیال میں زیادہ ذمہ داری استاد کی بنتی ہے، کیونکہ وہ استاد ہے اس کی عقل طالب علم کے مقابلہ کامل ہے اور ہر ایک طالب علم کتاب ادب پڑھ کر آیا ہو یہ ضروری نہیں.....

..... اس نے تو اپنے آپ کو استاد کے حوالے کر دیا اب استاد نے ہی اس کے اخلاق سنوارنے ہیں۔ ایک استاد کا صرف اتنا کام نہیں کہ مقررہ وقت میں سبق پڑھا کر چلا جائے، یا اپنی توجہ کا مرکز صرف اور صرف مردوجہ نصاب پر رکھے، بلکہ ایک اچھے استاد کے لیے یہ بات ضرورتی ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو علمی و اخلاقی لحاظ سے سنوارے ابتدائی درجات کے طلبہ اور اساتذہ کے درمیان ایک حد تک اچھے تعلقات ضرور نظر آتے ہیں لیکن انتہائی درجات کے طلبہ اور اساتذہ کے درمیان تعلقات نہ جانے کیوں کمزور ہو جاتے ہیں؟ حالانکہ اس موڑ پر ایک طالب علم کو استاد کی شفقتوں کی حاجت کچھ کم نہیں ہوتی، اپنے استاد ہی کے مشوروں سے وہ فارغ ہونے کے بعد عمدہ طریقہ پر اپنی خدمات پیش کر سکتا ہے۔

دینی اداروں میں تو اب بھی کافی حد تک استاد و شاگرد کا تقدس باقی ہے لیکن دنیوی اداروں میں اس تقدس کو ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ دنیوی اداروں میں اس تقدس کے فقدان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ طلبہ کا مقصود علم نہیں بلکہ اعلیٰ ڈگری، انسانیت کی خدمت نہیں بلکہ اعلیٰ منصب و مرتبہ، معاشرے کی تعمیر نہیں بلکہ روپے پیسے کا حصول ہے۔ اور اساتذہ کا مقصود علم کی خدمت نہیں بلکہ اس علم کے ذریعے پیسے کا حصول ہے یہی وجہ ہے کہ دنیوی اداروں میں ”ٹیوشن سسٹم“ اور ”اکیڈمی سسٹم“ کو بڑی پذیرائی حاصل ہے، (جبکہ دینی اداروں میں اس سسٹم کا تصور تک نہیں ہے۔) اور ”ٹیوشن سنٹر“ و ”اکیڈمی“ آپ کو بارونق نظر آئیں گی، اسی لیے معلم و معلم میں استاد و شاگرد کا نہیں بلکہ بائع و مشتری کا تعلق نظر آتا ہے۔

..... اور اس سے سوال کیا جائے تو بخل نہ کرے۔ (۵۷)

(57)..... علم چھپانے کی وعیدات: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَخْلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ (ب: النساء: ۳۷)

ترجمہ کنز الایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں
سے بخل کے لیے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے
فضل سے دیا ہے اُسے چھپائیں اور کافروں
کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شان نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صفت
بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ علم کو چھپانا مذموم ہے۔

آگ کی لگام: رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:
”من سئل عن علم فکتمه جی بہ یوم القیامۃ و قد أجم بلجام من نار“ یعنی: جس
سے علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن آگ کی لگام
پہنائے گا۔ (المستدرک، کتاب العلم، باب من سئل عن علم۔۔۔ الخ، رقم: ۳۴۴، ج ۱، ص ۱۸۱)

دارالکتب العلمیہ بیروت

علم چھپانے کی مختلف صورتیں: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حنبل کی بیٹی شامی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”بہت سے متاخرین علما کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اس (علم
چھپانے) کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت کی ہے اس لیے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا شاید
کہ ان کے پیش نظر بھی بیان کردہ سخت وعید پر مبنی روایات ہی ہیں حالانکہ یہ وعید مطلق نہیں کیونکہ
کبھی علم چھپانا واجب ہوتا ہے، کبھی اس کا اظہار واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، مثلاً طالب علم کی
عقل جس بات کی متحمل نہ ہو اور کسی عالم کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر اسے یہ بات بتائی گئی تو یہ
فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں علم چھپانا واجب ہے اور بصورت دیگر یعنی.....“

.....
 اس کے علاوہ دوسرے افراد ہوں تو اب اگر وہ بات فرض عین ہو یا اس کے حکم کا تعلق ان سے ہو تو اس کو ظاہر کرنا واجب ہے وگرنہ اس کا اظہار مستحب ہے جب تک کہ اس کا حصول کسی ناجائز ذریعہ سے نہ ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علم سکھانا چونکہ علم کا وسیلہ ہے پس واجب کے معاملہ میں علم کا اظہار واجب، فرض عین کے معاملہ میں فرض عین، فرض کفایہ کا علم سکھانا فرض کفایہ، مستحب کا علم سکھانا مستحب ہے جیسے عروض وغیرہ کا علم اور اسی طرح حرام چیز کا علم سکھانا بھی حرام ہے جیسے جادو اور شعبدہ بازی وغیرہ

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ارشاد فرماتے ہیں: ”اہل حق سے مناظرہ کرنے کے لیے بدعتی کو مناظرہ یا دلائل سکھانا جائز نہیں، نہ ہی فریقین میں سے ایک کو دوسرے کا مال دبا لینے کے لیے حیلہ سکھانا جائز ہے اور اسی طرح جاہلوں کو گناہوں کے ارتکاب اور واجبات چھوڑنے کے طریقوں میں رخصتیں بیان کرنا بھی جائز نہیں۔ (الزواجر مترجم، ص ۳۰۸-۳۰۹، مکتبۃ المدینہ)

تاہلوں کو حکمت سکھا کر ظلم نہ کرو: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا تمنعوا الحکمة اهلها فتظلموہم ولا تضعوها فی غیر اهلها فتظلموها یعنی: حق داروں سے علم روک کر ان پر ظلم نہ کرو اور تاہلوں کو حکمت سکھا کر ان پر ظلم نہ کرو۔“

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، البقرة: ۱۵۹، ج ۲، ص ۱۸۵، دار عالم الکتب ریاض)

خنزیر کے گلے میں جواہرات: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”واضع العلم عند غیر اہلہ کمقلد الخنازیر الجوہر واللؤلؤ والذهب یعنی: تاہل کو علم سکھانے والا خنزیر کے گلے میں جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب فضل العلماء، الخ، رقم: ۲۲۴، ج ۱، ص ۸۱)

دار الفکر بیروت) (الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۳۰۸-۳۰۹، مکتبۃ المدینہ)

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”کتمان علم (علم چھپانا) حرام ہے۔“

(بہار شریعت، جلد ۲، حصہ ۱۲، ص ۹۱۰، مکتبۃ المدینہ)

ان صفات کا حامل شخص قاصدین کے لیے شفا..... ہدایت کے طلبگاروں کے لیے مددگار..... صدیقین کے لیے سچائی کا دوست..... خائفین کے لیے پراسن پناہ گاہ..... نیکوکار..... اپنے حق کے معاملے میں اللہ عزوجل کی رضامندی کے قریب رہنے والا..... اور اللہ عزوجل کے حق میں اپنے خواہشات میں سے دور رہنے والا ہوگا۔ (جس میں مذکورہ صفات موجود ہوں تو) اس کی نیت اس کے عمل سے افضل ہوگی (۵۸)..... اس کا عمل اس کے قول سے زیادہ موثر ہوگا..... سچائی اس کا ٹھکانا ہوگا..... اس کی پناہ گاہ حیا..... اس کا علم پرہیزگاری اور تقویٰ اس کی پہچان ہوگی۔ وہ نورانی بصیرت سے ملاحظہ کرے گا..... حقائق علم سے بولے گا..... اور یقینی دلائل کو تعبیر کرے گا۔ لیکن مذکورہ اوصاف و فضائل محض اس شخص کو حاصل ہونگے جو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرے..... ہمیشہ اطاعت گزار رہے..... اس کی نیت درست رہے..... خلوت و جلوت میں خوفِ خدا رکھے..... امیدوں کو کم کرے..... رب تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کے لیے خود کو تیار رکھے..... نجات کی بادِ صبا کے ساتھ مناجات کے سمندر میں ڈوب جائے..... تو اس کے اوقات غنیمت ہونگے..... اس کے احوال سلامت رہیں گے..... دنیا کی رنگینیوں کے سبب وہ دھوکہ میں مبتلا نہیں ہوگا..... اور نہ ہی بادِ نسیم کے سراب کی چمک اس کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے غافل کرے گی۔

(58)..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نية المؤمن خير من عمله"

یعنی: مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال، الكتاب الثالث فی

(اے طالب ہدایت!) یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عقل مند شخص کا علم جب نافع ہو اور اس کا یقین مضبوط ہو تو اس کو اس بات کا یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ اسے رب تعالیٰ کے عذاب سے محض سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے۔ لہذا وہ اس کی طلب و جستجو میں رہتا اور اہل صدق کے اخلاق کی تحقیق کرتا ہے تاکہ وہ مرنے سے قبل زندہ ہو جائے اور وفات کے بعد دائمی گھر کے لیے تیار رہے۔ پس وہ اپنی جان و مال کو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بیچ دیتا ہے کیونکہ اس نے رب عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد سن رکھا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَّهُمُ
 الْجَنَّةَ (پ: ۱۱، توبہ: ۱۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (۵۹)

(59)..... مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے انہیں جنت عطا فرماتا، ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو؟ جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔ شانِ فحول: جب انصار نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ عقبہ بیعت کی تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے اور اپنے لیے کچھ شرط فرمائیے جو آپ چاہیں۔ فرمایا: میں اپنے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لیے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا: جنت۔“ (عزائن العرفان، پ: ۱۱، توبہ: ۱۱۱)

پس ان کو جہالت کے بعد علم، فقر کے بعد غنی، وحشت کے بعد انسیت، دوری کے بعد قربت اور تھکاوٹ کے بعد راحت نصیب ہوتی ہے۔ اس کے معاملات واردے جمع ہو جاتے ہیں، تقویٰ اس کا شعار اور مراقبہ اس کا حال بن جاتا ہے۔ کیا تو نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا: ”اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ (۶۰)

(60)..... یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث کا جز ہے، اس کو امام مسلم و امام بخاری رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما نے روایت کیا ہے۔ مکمل حدیث ملاحظہ ہو، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ”فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے، جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے اور عرض کیا، اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو۔ عرض کیا: سچ فرمایا۔ ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔ عرض کیا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیے۔ فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو۔ عرض کیا: آپ سچے ہیں۔ عرض کیا:.....“

..... مجھے احسان کے متعلق بتائیے، فرمایا: **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کی عبادت ایسے کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عرض کیا: قیامت کی خبر دیجئے۔ فرمایا: جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں۔ عرض کیا: قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے۔ فرمایا: لوٹھی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر سائل چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جانتے ہو یہ سائل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جائیں۔ فرمایا: یہ حضرت جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج ۱، ص ۳۶، در احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ حَدِیْثُ کے الفاظ ”**اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** کی عبادت ایسے کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو“ کے تحت فرماتے ہیں: ”کہ اگر تو خدا کو دیکھتا تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھل کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کے ساتھ دل لگا کر درست عمل کر۔“

اور حدیث کے الفاظ ”اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو ان شاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور اور عاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ہم سب کو اخلاص نصیب کرے۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج ۱، ص ۴۴، نقاری پہلی کیشنر لاہور)

(اے طالب ہدایت!) جاہل آدمی اپنے گمان کے مطابق خاموش رہنے والے شخص میں عیب سمجھتا ہے حالانکہ کسی حکمت کی وجہ سے وہ خاموش رہتا ہے اور احمق اس شخص کو بولنے کے وقت بے ہودہ بکنے والا گمان کرتا ہے حالانکہ وہ **لَا يَنْفَعُ عِزٌّ وَجَلٌّ** کے حکم پر بولتا ہے، (۶۱)

خاموشی کے فضائل

(61)..... سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**مَنْ صَمَّتْ نَجَا** یعنی:

جو خاموش رہا نجات پا گیا۔“ (السنن للترمذی، کتاب الصفة للقیامۃ، رقم: ۱، ۲۵۰، ج ۴، ص ۶۶۰،

دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”(اس فرمان کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا کہ) جس نے خاموشی اختیار کی وہ دونوں جہاں کی بلاؤں سے محفوظ رہا۔

امام غزالی رَحْمَةُ اللَّهِ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”کلام چار قسم کے ہیں، (۱) خالص نقصان دہ، (۲) خالص مفید، (۳) نقصان دہ بھی اور مفید بھی، (۴) نہ نقصان دہ اور نہ مفید۔ خالص نقصان دہ سے ہمیشہ پرہیز ضروری ہے، خالص مفید کلام ضرور کرے، جو کلام نقصان دہ بھی ہو اور مفید بھی اس کے بولنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ بولے اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت ضائع کرنا ہے، ان کلاموں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لہذا خاموشی بہتر ہے۔“ (مرآة المناجیح، کتاب الاداب،

باب حفظ للسان والغیبة والشتیم، ج ۱، ص ۳۲۰، قادری پبلی کیشنز لاہور)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ** یعنی: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔“

(السنن للترمذی، کتاب الصفة للقیامۃ، رقم: ۲۵۰۰، ج ۴، ص ۶۵۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

رسول اکرم، شہنشاہِ نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”**إِمْلَأِ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنَ السَّكُوتِ**، والسکوت خیر من إملاء الشرّ بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر

ہے اور برائی کی تعلیم سے خاموشی بہتر ہے۔“ (شعب الایمان، رقم: ۴۵۷۴، ج ۷، ص ۹، مکتبہ طرشدیہ)

.....حتمی شخص اس کو بے نیاز گمان کرتا ہے حالانکہ پرہیزگاری نے اسے بے
 نیاز کر دیا ہوتا ہے..... اور احمق اس کو محتاج گمان کرتا ہے حالانکہ تواضع نے اس کو جھکا
 دیا ہوتا ہے..... جس چیز سے اس کو کوئی مطلب نہیں ہوتا اس کے درپے نہیں ہوتا.....
 بقدر کفایت سے زیادہ کے حصول کے لیے تکلف نہیں کرتا..... جس شے کی اسے
 حاجت نہ ہو اس کو نہیں لیتا..... جس کام کی حفاظت اس کے ذمہ لگائی گئی ہوگی اس کی
 حفاظت کرے گا..... لوگ اس کی طرف سے راحت میں ہوں گے لیکن وہ خود اپنے
 نفس کی طرف سے تنگی میں ہوگا..... پرہیزگاری کے ذریعے حرص..... تقویٰ کے
 ذریعے طمع اور نورِ علم کے ذریعے شہوات کو مٹادے گا۔

پس (اے طالب ہدایت!) تو بھی اس کی مثل ہو جا اور اس کی مثل لوگوں کی صحبت اختیار کر،
 ان کے نقش قدم پر چل..... ان کے اخلاق کے ذریعے اپنے اخلاق کو سنوار لے، یہی
 لوگ ایسا خزانہ ہیں کہ جن میں خیر ہی خیر ہے ان کی صحبت کو دنیا کے بدلے میں بیچنے
 والا دھوکے میں مبتلا ہوگا۔ یہ لوگ آزمائش کے لیے تیار رہتے ہیں..... اور پرہیزگاری
 ان کے رفقا میں سے ہوتی ہے..... اگر تو محتاج ہوگا تو یہ لوگ تیری حاجت کو پورا کریں
 گے..... اگر اپنے رب سے دعا کریں گے تو تمہیں نہ بھولیں گے۔

أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ
 اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ .
 ترجمہ کنز الایمان: یہ اللہ کی جماعت
 ہے، سنتا ہے اللہ کی جماعت

(پ، ۲۸۱، المعادلة: ۲۲) کامیاب ہے۔ (۶۲)

(62)..... مذکورہ آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

”معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اللہ عزوجل کی جماعت ہیں اور تاقیامت جو ان کے ساتھ ہو وہ اللہ عزوجل

کی جماعت ہے جو ان سے علیحدہ ہو وہ شیطانی جماعت میں داخل ہے۔“

(نور العرفان، پ، ۲۸۱، المعادلة: ۲۲، ص ۸۷۹، مہرِ مہمانی کمپنی)

(اے طالب ہدایت!) اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عقل و فہم سے تیرے اور میرے سینہ کو کشادہ فرمائے
 علم سے تمہارے اور میرے دل کو منور فرمائے یقین میں میرے اور تمہارے
 ارادے کو جمع فرمائے۔ بے شک میں نے یہ بات قطعی طور پر پائی ہے کہ دل میں
 داخل ہونے والی ہر آزمائش فضولیات کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس کی اصل یہ
 ہے کہ جہالت کی وجہ سے آدمی دنیا میں مستغرق ہو جائے اور جاننے کے باوجود حشر و
 نشر کو بھول جائے اس سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ پرہیزگاری کے مقامات پر مجہول
 و مشتبہ شے کو چھوڑ دیا جائے اور یقین کے مقامات پر چیز کو حاصل کر لیا جائے۔
 (اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ میں نے فسادِ قلب کو فسادِ دین میں پایا ہے کیا تو
 نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا: ”جسم میں گوشت کا ایک
 ٹوٹھڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست رہے گا اور جب اس میں فساد
 آجائے تو تمام جسم میں فساد آجائے گا، خبردار! وہ (گوشت کا ٹوٹھڑا) دل ہے۔“ (۶۳)
 مذکورہ حدیث میں جسم سے مراد دین ہے کیونکہ دین ہی کی وجہ سے اعضا کی درستی اور
 فساد ہوتا ہے۔

(63)..... امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ روایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کی ہے۔ (صحیح البعلری، کتاب الایمان بہاب فضل من استبرادہ، رقم: ۵۲، ج ۱، ص ۲۸، درابن کثیر
 مذکورہ روایت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”یعنی دل
 بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا ہے جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے
 ایسے ہی دل کے سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی
 کوشش کرتا ہے، اس لیے صوفیہ کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیہ فرماتے ہیں:
 دل کو اپنی منزلوں میں رکھو اس کی منزلیں فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب، مباح ہیں ان
 حدود میں رہا تو خیر ہے، اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی،“

..... (اے طالب ہدایت!) فسادِ قلب کی اصل میرے نزدیک نفس کے محاسبہ کو ترک کر دینا اور لمبی امیدوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہونا ہے۔ پس جب تو اپنے قلب (دل) کی اصلاح کا ارادہ کر لے تو ہر ارادے کے وقت اس کے بارے میں تھوڑا غور و فکر کر جو چیز رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اس کو لے لو اور جو شے غیر خدا کے لیے ہو اس کو ترک کر دو اور کثرت کے ساتھ موت کو یاد کرتے ہوئے اپنی آرزوؤں کو کم کرو۔

(امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) کان، آنکھ، زبان، غذا، لباس اور مسکن پردل کی طرف سے جو فضولیات وارد ہوتی ہیں ان کی اصل میں نے ان چیزوں کو پایا ہے:

- (۱)..... فضول بولنا آدمی کو غفلت اور سہو کی طرف لے جاتا ہے۔
- (۲)..... فضول دیکھنا آدمی کو غفلت کی طرف لے جاتا ہے۔
- (۳)..... فضول بولنا آدمی کو بہ تکلف فصیح بننے کی طرف لے جاتا ہے۔
- (۴)..... فضول کھانا آدمی کو حرص اور رغبتِ طعام کی طرف لے جاتا ہے۔
- (۵)..... فضول لباس آدمی کو فخر اور تکبر کی طرف لے جاتا ہے۔
- (۶)..... اور فضول مسکن آدمی کو فخر اور اسراف کی طرف لے جاتا ہے۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات تجھے معلوم ہونی چاہیے کہ اعضا کی حفاظت فرض ہے اور فضولیات کو ترک کر دینا فضیلت ہے اور اس سے قبل تو بہ فرض ہے کیونکہ اسے اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرض فرمایا ہے،
..... مکروہ تحریمی، حرام و کفر ہیں۔ مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔“

اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

بِأَيِّهَا الدِّينِ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (التحریم: ۸)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف سلی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

توبہ نصوح یہ ہے کہ جس گناہ سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لی اس کو دوبارہ نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مرنے سے قبل اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور مشغولیت سے قبل نیک اعمال کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کر لو۔“ (۶۳)

(اے طلب ہدایت!) چار چیزوں کے بغیر توبہ درست نہیں ہو سکتی،

(۱)..... گناہوں پر اصرار نہ کرنا۔

(۲)..... نادم ہو کر مغفرت طلب کرنا۔

(۳)..... حقوق ان کے مستحقین کے حوالے کرنا۔

(۴)..... ساتوں حواس کی حفاظت کرنا یعنی سننا، دیکھنا، بولنا، سونگھنا، چھونا، چلنا اور

دل جو کہ تمام اعضا کا امیر ہے اسی کی وجہ سے جسم کی اصلاح و فساد ہے۔

(64)..... اس روایت کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

(السنن لابن ماجہ، کتاب لقامة الصلاة، باب فی فرض الجمعة برقم: ۱۰۸۱، ج ۱، ص ۳۴۳، دار الفکر بیروت)

بے شک اللہ عزوجل نے ہر عضو پر اوامر و نواہی مقرر فرمائے ہیں جو کہ اس کی طرف سے بندہ مومن پر لازم ہیں اور اوامر و نواہی کے درمیان ایسی وسعت و اباحت کو رکھا ہے کہ جس کو چھوڑ دینا بندے کے لیے افضل ہے۔

دل پر لازم کیا ہوا عمل

قلب (دل) پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ ایمان و توبہ کے بعد ہر عمل خالصۃً اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کیا جائے شہبہ کے وقت حسن ظن کا اعتقاد رکھا جائے، اللہ عزوجل کے وعدہ پر یقین کامل رکھا جائے، اس کے عذاب کا خوف اور اس کے فضل کی امید رکھی جائے۔ قلب کے معنی کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں، چنانچہ رسول محتشم شفیع امم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک بعض مومنوں کے لیے میرا دل نرم پڑ جاتا ہے۔“ (۶۵) اور ارشاد فرمایا: ”بے شک حق اس حال میں آتا ہے کہ اس پر ایک نور ہوتا ہے پس تم پر قلوب (دلوں) کے بھیدوں کو جاننا لازم و ضروری ہے۔“

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”قلوب (دلوں) میں شہوت اور پیش قدمی کرنا ہے اسی طرح ان میں سستی کرنا اور پیٹھ پھیرنا بھی ہے پس تم شہوت و پیش قدمی کے وقت قلوب (دلوں) کی حفاظت کرو اور سستی و پیٹھ پھیرنے کے وقت ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔“

(65)..... مجمع الزوائد، کتاب الزہد، باب فیمن تلین لہم القلوب، الحدیث: ۱۷۹۹۳، ج ۱۰، ص ۲۸۷، دار الفکر بیروت۔ کنز العمال، حرف الہمزہ، الكتاب الاول فی الایمان،، الباب الاول، الفصل السابع، رقم: ۷۶۷۰، ج ۳، ص ۵۱۳، مؤسسة الرسالة۔ الفردوس بآثار الخطاب، ج ۵، ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

حضرت سیدنا ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”دل آئینہ کی مثل ہے کہ آئینہ زیادہ دیر تک ہاتھ میں رہے تو اس کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل چوپائے کی مثل ہے کہ اس کا مالک اگر اس سے غافل ہو جائے تو جانور کمزور پڑ جاتا ہے۔“
 بعض حکما کا قول ہے: ”قلب اس گھر کی طرح ہے کہ جس کے چھ دروازے ہوں پھر تجھ سے کہا جائے کہ ہوشیاری سے کام لینا کہیں ان دروازوں میں سے کوئی شے گھر میں داخل ہو کر اس کو تباہ و برباد نہ کر دے۔“

زبان پر لازم کیا ہوا عمل

زبان پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ خوشی و ناراضی میں سچ بولے..... خلوت و جلوت میں کسی کو تکلیف نہ دے، اور خیر و شر میں لوگوں کے لیے زینت اختیار نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جنت نشان ہے: ”جو شخص مجھے دونوں جبروں والی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان والی چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ (۶۶)

(66)..... صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم: ۶۱۰۹، ج ۵، ص ۶۲۷، دار ابن کثیر۔

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”دو جبروں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرم گاہ ہے، یعنی زبان کو جھوٹ، غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے، اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے، اپنی شرم گاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مومن متقی ہوگا، خیال رہے کہ تقریباً اسی فیصد گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کو بند کرے وہ تو چوری، ڈکیتی، قتل بھی نہیں کرتا۔ انسان جرم جب ہی کرتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے کہ اگر میں پکڑ گیا تو انکار کر دوں گا، جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ضمانت تاقیامت انسانوں کے لیے ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم.....“

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل ان کی زبان کی کاٹ (نخس و بدکلامی) گرائے گی۔“ (۶۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں فضول کلام کرنے سے ڈراتا ہوں تم میں سے ہر ایک کو اتنا ہی کلام کافی ہے کہ جو اس کی حاجت کو پورا کرے (۶۸) کیونکہ آدمی سے جس طرح فضول مال کے متعلق پوچھا جائے گا اسی طرح اس سے فضول کلام کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ہر ایک کے کلام کو جانتا ہے جو شخص اپنے قول کو جانتا ہے وہ اللُّهُ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا رہتا ہے۔“ (۶۹)

..... کی ضمانت خدا تعالیٰ کی ضمانت ہے۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان، الفصل الاول، ج ۶، ص ۳۰۹، نقادری پبلشرز لاہور)

(67)..... ترمذی، کتاب الایمان، باب حرمة الصلاة، رقم: ۱۶۲۶، ج ۵، ص ۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں، مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الایمان، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۶۵، نقادری پبلشرز لاہور)

(68)..... کتاب الصمت لابن ابی الدنیا، باب النبی عن فضول الکلام، رقم: ۷۷، ج ۸، ص ۸۰،

دار الکتاب العربی۔

(69)..... حلیۃ الاولیاء، وہیب بن البورد، ج ۸، ص ۱۶۰، دار الکتاب العربی بیروت۔

زبان کی آفات:

- (۱).....کفریہ کلمات کا صادر ہو جانا۔ (۲).....جھوٹ بولنا۔ (۳).....جھوٹی گواہی دینا۔ (۴).....جھوٹے خواب گھر کر سنانا۔ (۵).....چغلی کرنا۔ (۶).....غیبت کرنا۔ (۷)..... بہتان لگانا۔ (۸).....کسی پر لعنت ملامت کرنا۔ (۹).....گالیاں دینا۔ (۱۰).....فحش کلامی کرنا۔ (۱۱).....طعن زنی کرنا، (۱۲).....تقدیر کے متعلق بحث کرنا۔ (۱۳).....بغیر علم کے فتویٰ دینا۔ (۱۴).....مسجد میں دنیا کی باتیں۔ (۱۵).....گانے گانا۔ (۱۶).....نوحہ کرنا۔ (۱۷).....مسلمانوں کے راز فاش کرنا۔ (۱۸).....بلا حاجت سوال کرنا۔ (۱۹).....دورخی اختیار کرنا (دو دشمنوں کے درمیان لگائی بھائی کرنا)۔ (۲۰).....نا جائز سفارش کرنا۔ (۲۱).....برائیوں کی ترغیب دینا۔ (۲۲).....سخت کلامی۔ (۲۳).....خطبہ کے دوران بولنا۔ (۲۴).....تلاوت قرآن سنتے وقت بولنا۔ (۲۵).....قضائے حاجت کے وقت باتیں کرنا۔ (۲۶).....لوگوں کے برے نام پکارنا۔ (۲۷).....کھانے میں عیب نکالنا۔ (۲۸).....بلا وجہ مسلمان کو ڈرانا دھمکانا۔ (۲۹).....اجنبی عورت سے گفتگو کرنا۔ (۳۰).....تیسرے شخص کی موجودگی میں ایک کا دوسرے کے کان میں باتیں کرنا۔ (۳۱).....گناہ کی دعوت و اجازت دینا۔ (۳۲).....مسلمان کا مذاق اڑانا۔ (۳۳).....عورت کا بلا وجہ طلاق مانگنا۔ (۳۴).....تین اکٹھی طلاقیں دینا۔ (۳۵).....شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا۔ (۳۶).....اپنی عبادات کا (بغیر کسی اچھی نیت کے) اظہار کرنا۔ (۳۷).....جھوٹا وعدہ کرنا۔ (۳۸).....احسان جتلا نا۔ (۳۹).....نجوی سے فال پوچھنا۔

زبان کے فوائد

- (۱).....تلاوت قرآن کرنا۔ (۲).....ذکر اللہ کرنا۔ (۳).....دروود پاک پڑھنا۔ (۴).....نعت شریف پڑھنا۔ (۵).....علم دین سکھانا۔ (۶).....صالحین کا ذکر خیر کرنا۔ (۷).....نیکی کی دعوت دینا۔ (۸).....مختلف کاموں کی دعائیں پڑھنا۔

- (۹)..... نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ (۱۰)..... مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا۔ (۱۱).....
 مسلمانوں کی غم خواری کرنا۔ (۱۲)..... مسلمانوں کی تعزیت کرنا۔ (۱۳)..... سچ بولنا۔
 (۱۴)..... سچی گواہی دینا۔ (۱۵)..... جائز سفارش کرنا۔ (۱۶)..... اذان و اقامت کا جواب دینا۔
 (۱۷)..... دعا مانگنا۔ (۱۸)..... نرم گفتگو کرنا۔ (۱۹)..... چھینک کا جواب دینا۔ (۲۰)..... سلام

کرنا جواب دینا۔ (ماخوذ از جنت کی دو جابیاں، ص ۳۷-۱۰۹۔ ملخصاً، مکتبۃ المدینہ)

بصر (دیکھنے) پر لازم کیا ہوا عمل

بصر پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ آدمی حرام کردہ اشیاء سے اپنی نظر کی حفاظت کرے جو
 شے اس سے مخفی ہو اس کو جاننے کی کوشش ترک کر دے۔ {نظر ابلیس کے تیروں میں
 سے ایک تیر ہے تو جس نے خوف خدا کی وجہ بد نگاہی کو ترک کر دیا اللہ عز و جل اس کو
 ایسا ایمان عطا فرمائے گا کہ جس کی حلاوت اپنے دل میں محسوس کرے گا۔} (۷۰)

(70)..... بریکٹوں میں موجود عبارت ایک حدیث کا مضمون ہے، جسے امام حاکم نے مستدرک

میں روایت کیا ہے۔ "المستدرک للحاکم: رقم: ۷۸۷۵، ج ۴، ص ۳۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آنکھ کا زنا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "زنا العین النظر" آنکھوں کا زنا بد

نگاہی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ دینہ، رقم: ۵۲، ج ۱، ص ۲۸، دار ابن کثیر)

بد نگاہی کا وبال: ایک مؤذن جس نے چالیس سال تک منارے پر چڑھ کر اذان دی، ایک دن

اذان دینے کے لیے منارے پر چڑھا، اذان دیتے ہوئے جب "حی علی الفلاح" پر پہنچا تو

اس کی نظر ایک نصرانی عورت پر پڑی، اس کی عقل اور دل جواب دے گئے۔ اذان چھوڑ کر نصرانی

عورت کے پاس جا پہنچا اور اسے نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہنے لگی: میرا مہر تجھ پر بھاری ہوگا۔ اس

نے کہا: تیرا مہر کیا ہے؟ نصرانی عورت نے کہا: دین اسلام کو چھوڑ کر میرے مذہب میں.....

حضرت سیدنا ابو درود اعراضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنی آنکھ کو نظر حرام سے بچائے رکھا اللہ عزوجل حوروں میں سے اس کی من پسند حور سے اس کا نکاح فرمادے گا اور جو لوگوں کے گھروں میں جھانکتا رہا اللہ عزوجل اسے بروز قیامت اندھا اٹھائے گا۔“

حضرت سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ایسے شخص کو کہہ جو کسی کے گھر میں جھانک رہا تھا ارشاد فرمایا: ”اے شخص اپنی نظر کو واپس پھیر لو بے شک مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آدمی سے جس طرح فضول عمل کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی اسی طرح اس سے فضول نظر کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔“

حدیث شریف میں ہے: ”(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا) پہلی نگاہ معاف ہے اور دوسری نگاہ پر مواخذہ ہے۔“ (۷۱) لہذا آدمی کی جو نظر اچانک پڑ جائے وہ معاف ہے اور اگر یہ جاننے کے باوجود کہ وہ دیکھنا حرام ہے اپنی نظر نہ ہٹائے تو اس میں اس کا مواخذہ ہوگا۔

..... داخل ہو جا۔ تو مؤذن نے اللہ عزوجل کا انکار کر کے اس عورت کا مذہب اختیار کر لیا۔ نصرانی عورت نے اسے کہا: میرا باپ گھر کے سب سے نچلے کمرے میں ہے، تم اس سے نکاح کی بات کرو۔ جب وہ اترنے لگا تو اس کا پاؤں پھسل گیا جس کی وجہ سے وہ کفر کی حالت میں گر کر مر گیا اور اپنی شہوت بھی پوری نہ کر سکا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوءِ النِّحَامَةِ یعنی ہم برے خاتے سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہیں۔“ (روض الفائق، مترجم، ص ۲۴، ۲۵، ص ۱۰۱، دار احیاء التراث العربی۔)

(71)..... ترمذی، کتاب الادب، باب نظرة المفاجاة، رقم: ۲۷۷۷، ج ۵، ص ۱۰۱، دار احیاء التراث العربی۔ مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد.....“

سمع (سننے) پر لازم کیا ہوا عمل

(اے طالب ہدایت!) سمع (سننا) کلام و نظر کے تابع ہے پس جس چیز کے بارے میں کلام کرنا جائز نہیں تو اس کے بارے سننا بھی تمہارے لیے جائز نہیں اسی طرح جس چیز کو دیکھنا تمہارے لیے حلال نہیں ہے اس کو سننا اور اس کی لذت حاصل کرنا بھی تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔“

(اے طالب خیر!) جس شے کو تجھ سے چھپایا گیا ہے اس کے بارے تفتیش کرنا تجسّس ہے، گانے، باجے سننا اور مسلمانوں کو اذیت دینا مردار اور خون کی طرح حرام ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد گرامی ہے: ”ہمیں غیبت کرنے، سننے اور چغلی کرنے و سننے سے منع کیا گیا ہے۔“

حضرت قاسم بن محمد (۷۲) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے گانے باجے کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”بروز قیامت اللہ عزّ و جلّ جب حق و باطل کو جدا جدا فرمائے گا تو گانے باجے کہاں ہوں گے؟“

دوبارہ اسے قصداً دیکھنا ہے اگر پہلی نگاہ بھی جمائے رکھے تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس پر بھی گناہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردی یا مریدنی کو قصداً دیکھیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ و جہۃ الکعبہ علماء اولیاء کے سردار ہیں ان کو یہ حکم ہو رہا ہے غور کر اور ڈر! ان سے بڑھ کر پاکباز کون ہو سکتا ہے؟

(مرآة المناہج، کتاب النکاح، باب النظر الی المعطوبہ، ج ۵، ص ۳۲، قادری پبلی کیشنز لاہور)

(72)..... حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

پوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

دینہ منورہ کے سات فقہاء میں ایک ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۳۷ھ اور وفات ۱۰۶ھ

میں ہوئی۔ (التعلیقات علی رسالۃ المشرشدین، ص ۱۸۰، دار السلام)

..... اس نے عرض کی: باطل کے گھڑے میں۔ تو ارشاد فرمایا: پس تم اپنے

آپ سے اس سوال کا جواب طلب کرو۔“ (۷۳)

(اے طالب ہدایت!) آدمی کے حق میں زبان کے بعد سب سے نقصان دہ چیز سمع (سنا) ہے کیونکہ سنا سب سے جلد دل تک پہنچتا ہے اور سب سے زیادہ فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”میں نے ایک بدعتی شخص سے اس کی ایک بات سن لی تھی، بیس برس ہو گئے ہیں اس کی اس بات کو اپنے کانوں سے نہیں نکال سکا۔“

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جب کوئی بدعتی آتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کانوں کو بند فرما لیتے تاکہ اس کا کلام نہ سن سکیں۔

شم (سونگھنے) پر لازم کیا ہوا عمل

یہ بھی سمع و بصر (سننے، دیکھنے) کے تابع ہے لہذا جن کا سنا اور دیکھنا جائز ہے ان کا سونگھنا بھی جائز ہے، حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیت المال کی مشک لائی جاتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ناک کو بند کر لیتے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کے بارے میں.....

(73)..... معرفۃ السنن والآثار، کتاب الشهادات، باب شهادة اہل الغناء، رقم: ۵۹۶۲، ج ۷،

ص ۴۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

میں عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: ”اس (مٹک) سے خوشبو ہی تو حاصل ہوتی ہے۔“ (۷۴)

(74)..... حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”آپ پانچویں خلیفہ ہیں، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: خلفا

پانچ ہیں، (۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت سیدنا عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت سیدنا علی

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (۵) حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کی

ولادت ۶۱ یا ۶۳ ہجری کو مصر کے ایک گاؤں ”حلوان“ میں ہوئی، اور وفات ۱۰۱ ہجری کو سمعان

میں ہوئی۔“ (تاریخ الخلفاء، ۱۱، ۲۰، ۲۱، ۲۱۵، ملخصاً، مصر)

(74)..... حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”آپ پانچویں خلیفہ ہیں، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: خلفا

پانچ ہیں، (۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت سیدنا عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت سیدنا علی

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (۵) حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کی

ولادت ۶۱ یا ۶۳ ہجری کو مصر کے ایک گاؤں ”حلوان“ میں ہوئی، اور وفات ۱۰۱ ہجری کو سمعان

میں ہوئی۔“ (تاریخ الخلفاء، ۱۱، ۲۰، ۲۱، ۲۱۵، ملخصاً، مصر)

ہاتھوں اور پاؤں پر لازم کیا ہوا عمل

ان پر لازم یہ ہے کہ ان کو ممنوعہ اشیا کی طرف نہ بڑھایا جائے اور حق بات سے نہ روکا جائے۔ حضرت سیدنا مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: ”آدمی جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس کے لیے اس پر کوئی نہ کوئی نیکی یا برائی ضرور لکھی جاتی ہے۔“ سلیمان بن عبد الملک کی بیٹی نے عبیدہ بنت خالد بن معدان کی طرف خط لکھا کہ میرے پاس ملاقات وغیرہ کے لیے آؤ۔ اس خط کے جواب میں عبیدہ نے لکھا: ”أَمَا بَعْد! بے شک میرے والد صاحب کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ ایسا سفر کریں جس میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی مدد ان کے شامل حال نہ ہو، یا وہ ایسا کھانا کھائیں جس کے بارے میں بروز قیامت سوال کیا جائے تو ان کے پاس اس سے خلاصی کی کوئی سنبیل نہ ہو۔ تو جس کو میرے والد صاحب نے ناپسند فرمایا میں بھی اس کو ناپسند کرتی ہوں، اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تم پر سلامتی نازل فرمائے۔“

اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ ان پر عمل کا کیا راستہ ہے؟ تو اس سے کہا جائے گا ان پر عمل کا راستہ یہ ہے:

- (۱)..... ائمہ متقین کے نقش قدم پر چلنا۔ (۲)..... صراطِ مستقیم کی معرفت کے لیے
- مسترشدین کی سیرت کو اختیار کرنا۔ (۳)..... محاسبہ نفس کرتے ہوئے بیدار رہنا۔
- (۴)..... انصاف کے ساتھ عمل کرنا۔ (۵)..... اذیت پہنچانے کو ترک کر کے زمانہ
- کے مصائب پر صبر کرنا (۶)..... احسان جتلانے کو ترک کر کے قناعت اختیار کرنا۔
- (۷)..... حسد کو ترک کر کے اچھا راستہ اختیار کرنا۔ (۸)..... سلامتی میں رغبت
- کرتے ہوئے اکثر خاموش رہنا۔ (۹)..... مخلوق کے لیے تواضع اختیار کرنا۔
- (۱۰)..... خلوت میں ذکر اللہ کر کے انیسیت حاصل کرنا۔ (۱۱)..... خدمت کے لیے

دل کو فارغ رکھنا۔ (۱۲)..... مراقبہ و ارادہ کو جمع کرنا۔ (۱۳)..... اور استقامت کے راستوں میں نجات طلب کرنا۔ **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ . (لاحفاف: ۱۳)

کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔

حضرت سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ میں اس کو مضبوطی سے تھام لوں، اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تو کہہ کہ میں **اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم رہ۔“ (۷۵)

(75)..... (شعب الایمان، القول فی زیادۃ الایمان برقم: ۴۵۷۲، ج ۷، ص ۸، مکتبۃ الرشید ریاض۔ مسلم،

کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام برقم: ۳۸، ج ۱، ص ۶۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عمر اور آپ کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے ہے، اہل طائف میں سے ہیں۔ زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم بھی رہے، کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں، بڑے متقی و عابد تھے۔

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں لہذا اس میں توحید و رسالت حشر و نشر، ملائکہ، جنت و دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے، استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے، لہذا یہ حدیث ایمان و تقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا . ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔ (پ: ۲۶، الاحفاف: ۱۳)

(مرآة المناجیح، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج ۱، ص ۵۱، مقادری پبلی کیشنز لاہور)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر استقامت حاصل کرو اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھرو۔“

(اے طالب ہدایت!) استقامت کی اصل تین اشیا میں ہے:

(۱)..... کتاب اللہ کی اتباع۔

(۲)..... سنت نبوی کی اتباع۔

(۳)..... اور اہلسنت (وجماعت) کی پیروی کرنا۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ بندہ کی نجات کے لیے سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے، (۷۶) خوف خدا کے سبب پرہیزگاری کو اختیار کرے اور اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر توکل کرے۔

(76)..... اپنے علم پر عمل نہ کرنا: اپنے علم پر عمل نہ کرنے کو علماء کرام نے کبیرہ گناہوں میں شمار

کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”الکبیرة الخامسة والاربعون: عدم العمل بالعلم کبیرہ نمبر ۴۵، اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔“

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، تو جہنمی اس کے گرد جمع ہو کر پوچھیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تو ہمیں نیکی کی دعوت نہ دیتا تھا اور کیا تو ہمیں برائی سے منع نہ کرتا تھا؟ تو وہ کہے گا: میں تمہیں تو نیکی کی دعوت دیا کرتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تمہیں تو برائی سے منع کرتا تھا مگر خود برائی میں مبتلا رہتا تھا۔“ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها

..... (علامہ ابن حجر کی پختی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) ان احادیث مبارکہ سے ظاہر شدید وعیدوں کی بنا پر اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

سوال: وعید کی شدت تو اسی وقت ہوگی جب کوئی شخص واجبات کو ترک کرے یا حرام کام کا ارتکاب کرے، علم پر مطلقاً عمل نہ کرنا مراد نہیں، اگرچہ مستحبات کا ترک اور مکروہات پر عمل ہو۔ اس صورت میں اگر ان کا یہ بیان مان لیا جائے کہ علم پر عمل نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے تو پھر اسے ایک الگ کبیرہ گناہ شمار کرنا درست نہ ہوگا جیسا کہ فرض نماز کو ترک کرنا وغیرہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔

جواب: اس کی توجیہ ممکن ہے اگرچہ میں نے کسی کو اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے نہیں پایا کہ علم ہونے کے باوجود گناہ کرنا جہالت میں گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ نیز حرم مکہ میں گناہ کے بیان میں اس کی نظیر آئے گی کیونکہ مکہ مکرمہ کا شرف و مرتبہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس میں کیا جانے والا گناہ زیادہ فحش ہو، اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا عالم جب صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو وہ بھی باقی افراد کے صغیرہ گناہوں سے زیادہ فحش شمار کیا جائے گا اور یہ بات بعید بھی نہیں کیونکہ اس کا یہ صغیرہ گناہ ایک واسطے سے کبیرہ ہی بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ وہ ان علوم و معارف کو جانتا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ مکروہات سے بھی رک جائے چہ جائیکہ محرمات کا ارتکاب کرے۔“

(الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۳۱۳، مکتبۃ المدینہ)

پس (اے طالب خیر!) تو اپنے حال کی اصلاح میں مشغول ہو جا..... اپنے رب
عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھ..... شہادت سے پرہیز کر..... لوگوں کے
پاس اپنی حاجتیں کم سے کم پیش کیا کر..... ان کے لیے صرف وہی بات پسند کر کہ جو
بات تو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جو چیز تو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اسے دوسروں کے
لیے بھی ناپسند کر۔ اسی طرح کسی گناہ کو ہلکا نہ جانتا..... اپنے کسی راز کو ظاہر نہ
کرنا..... اپنے نفس کو برائی کا مشورہ نہ دینا..... کسی بھی گناہ پر اصرار نہ کرنا خواہ صغیرہ
ہی کیوں نہ ہو، ہر حالت میں اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرنا، ہر حالت میں اس کی
بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھنا اور ہر معاملے میں اس کی ذات پر توکل کرنا۔ (۷۷)

(77)..... توکل کے فضائل: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ . ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ
کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ: ۲۸، الطلاق: ۳)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

(3) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ . ترجمہ کنز الایمان: بے شک توکل والے
(پ: ۴، آل عمران: ۳) اللہ کو پیارے ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لو انکم
کنتم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما یوزق الطیر تغدو خماسا
وتروح بظانان یعنی: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق
ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی
پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔“ (جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ،

..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یدخل الجنة من امتی سبعون ألفا بغیر حساب ہم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربہم یتوکلون“ یعنی: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنت نہیں کرتے، قال کے لیے چڑیاں نہیں اڑاتے، اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔“

(صحيح البخاري، كتاب الرقاق باب ومن يتوكل على الله الخ رقم: ۶۱۰۷، ج ۵، ص ۲۳۷۵، دار ابن کثیر)

توکل کی تعریف: حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”توکل کی تعریف میں صوفیہ کرام نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان پر ہر ایک کی عبارات جدا جدا ہیں غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا۔“

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج ۴، ص ۲۵۹، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت اہل بن عبداللہ ستر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔“ (التعرف لمنہب اهل التصوف، ص ۷۱، دار صادر بیروت)

علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توکل کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جو اللہ عزوجل کے پاس ہے اسی پر امید رکھنا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے نامید ہو جانا۔“

(التعريفات، ص: ۹۷، دار الكتاب العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”توکل دو قسم کا ہے،

(۱)..... توکل عوام: اسباب پر عمل کر کے نتیجہ خدا کے حوالے کر دینا۔

(۲)..... توکل خواص: اسباب چھوڑ کر مسبب الاسباب پر نظر کرنا۔

(مرآة المناجیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، الفصل الاول، ج ۷، ص ۹۲، طاقری پبلی کیشنز لاہور)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اکثر فقہا کا موقف یہ ہے:.....“

..... توکل کا معنی یہ ہے کہ اسی کی ذات پر اعتماد رکھا جائے اور اس بات کا یقین رکھا جائے کہ اس کا فیصلہ ہو کر رہے گا، اس کے ساتھ کھانے، پینے، دشمن سے حفاظت کے ضروری اسباب میں نبی کریم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سعی کی جائے، اور یہی موقف محقق صوفیہ کرام کا ہے لیکن ان کے نزدیک جو اسباب پر بھروسہ کر لے اور اس کا دل انہی اسباب کی طرف مائل رہے تو ایسا شخص متوکل نہیں ہے، کیونکہ حقیقتاً اسباب نہ تو نفع لاسکتے ہیں اور نہ ہی ضرر کو دور کر سکتے ہیں بلکہ مسبب الاسباب ذات تو اللہ عزوجل ہی کی ہے اور سب اس کے ارادے سے ہوتا ہے، لہذا جب کسی شخص نے ان اسباب پر بھروسہ کیا تو وہ متوکل نہ رہا۔

(الجامع لاحکام القران للقرطبی، پ: ۴، آل عمران، ج: ۴، ص: ۱۸۶، دار عالم الکتب ریاض)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”توکل یہ ہے کہ بندہ ظاہری اسباب اختیار کرے لیکن ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ بھروسہ رب تعالیٰ کی ذات پر رکھے۔“

(تفسیر کبیر، ج ۹ ص ۴۱۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

توکل کے مراتب

ابو حامد محمد بن محمد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سیدی احمد بن عجمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توکل کے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”عوام کا توکل: توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے ہو جیسے متوکل اپنے وکیل مشفق کے ساتھ ہوتا ہے، یہ عوام کا توکل ہے۔ خواص کا توکل: توکل کا وسطانی درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے ہو جیسے بچہ ماں کے ساتھ کہ بچہ اپنے تمام معاملات میں اپنی ماں ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، اور یہ خواص کا توکل ہے۔“

اخص الخواص کا توکل: توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کے ساتھ.....

..... ایسے ہو جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ، اور یہ اخص الخواص کا توکل ہے۔

(رسائل لاحمد بن عجبیہ رسالۃ: معراج التشوف الی حقائق التصوف، ص ۲۱۷، دارالکتاب العلمیہ

بیروت، احیاء العلوم ملخصاً)

کیا متوکل اسباب اختیار کر سکتا ہے: اس کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے

ہیں: ”توکل کے تیسرے درجے (اخص الخواص کا توکل) میں تو سرے سے تدبیر ہی نہیں رہتی جب

تک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہے بلکہ اس حالت میں حیرانوں کی طرح رہتا ہے۔ دوسرے

مقام (خواص کا توکل) میں اور تو کوئی تدبیر نہیں رہتی مگر خدا تعالیٰ سے فریاد کرنا اور دعا و سوال سے

اس کی طرف التجارہتی ہے جیسے بچہ اپنی ماں سے صرف پیار کا تعلق رکھتا ہے اور مقام اول (عوام کا

توکل) میں نہ تدبیر ختم ہوتی ہے اور نہ ہی اختیار ختم ہو جاتا ہے ہاں بعض تدابیر جاتی رہتی ہیں، جیسے

موکل اپنے وکیل پر اعتماد کر کے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے متعلق ہوں نہیں کرتا مگر جو تدابیر اس کا

وکیل بتاتا ہے یا خود اس کو عادت و تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں انہیں عمل میں لاتا ہے۔“

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج ۴، ص ۲۶۲، دارالمعرفة بیروت)

متوکلین کے تین درجات

(۱)..... اعلیٰ درجہ نہ خواص کا مقام ہے ان کی مثال وہ لوگ ہیں نہ جو بغیر توشہ کے جنگلوں میں

پھریں لیکن ان کو فصل الہی پر اعتماد ہو کہ ان کو ایک ہفتہ یا اس سے بھی زائد صبر کی طاقت عنایت

فرمائے گا یا کچھ گھاس وغیرہ غذا مل جائے گی اور کچھ نہ ملے تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت

قدم رہے۔

(۲)..... اوسط درجہ توکل کا اوسط درجہ یہ ہے کہ اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھا رہے لیکن وہ مسجد یا

گھر شہر یا کسی آبادی میں ہو، اس متوکل کا درجہ گذشتہ سے کم ہے مگر یہ بھی متوکل ضرور ہے،،،،،،،،،،،

..... کیونکہ یہ کسب اور ظاہری اسباب ترک کر کے فضلِ الہی پر اعتماد کرتا ہے کہ وہ خفیہ اسباب سے میرا کام بنا دے گا۔ لیکن یہ شہر میں رہ کر اسباب کے درپے ضرور ہو رہا ہے مگر اس سے اس کا توکل باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کی نظر اس ذات کی طرف ہو جو شہر کے باشندوں سے اس کو رزق دلواتی ہے۔

(۳)..... ادنیٰ درجہ توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کسب معاش شریعت کے اصولوں کے مطابق کرے، اس طرح کے کمانے سے بھی بندہ مقاماتِ توکل سے خارج نہ ہوگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہ ہو اس لیے کہ اللہ عزوجل یہ چیزیں آنا فانا فتا کر دیتا ہے بلکہ یہ ہو کہ نظر کفیلِ حقیقی کی طرف ہو کہ اس نے یہ چیزیں بچا رکھی ہیں اور رزق کا سامان پیدا کرتا ہے، اور اپنے کسب و بضاعت اور کفایت کو خدا تعالیٰ کی قدرت کی نسبت ایسا جانے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں قلم لکھتا ہے کہ وہاں نظر قلم کی طرف نہیں بادشاہ کی طرف ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج ۴، ص ۲۶۸، دارالمعرفة بیروت)

توکل کے ادنیٰ درجہ کی پہچان توکل کے ادنیٰ درجے کی پہچان یہ ہے کہ کسی سبب وغیرہ پر بھروسہ نہ کرے، نہ اپنی بضاعت پر نہ کسی اپنے سامان پر۔ اگر اس کا مال چوری ہو جائے یا تجارت میں گھانا ہو جائے یا کوئی اور کام بند ہو جائے تو اس پر راضی رہے دل کا اطمینان باطل نہ ہونے دل میں اضطراب پائے، بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسے ہی رہے کیونکہ دستور یہ ہے کہ جسد کا دل جس چیز سے وابستہ نہیں ہوتا اس کے جانے پر اس کا دل مضطرب نہیں ہوگا اور جو کسی چیز کے جانے سے بے قرار ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج ۴، ص ۲۶۸، دارالمعرفة بیروت)

عیال دار کا توکل: عیال دار کا توکل تنہا انسان سے جدا حکم رکھتا ہے، اس کا اپنے عیال.....

.....
 پر دباؤ دینا کہ بھوک پر صبر کرو! درست نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے
 توحید کے عقیدے کی تقریر کی جائے اور یہ کہ فائقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے اور واقع میں
 رشک کرنے کے لائق ہے، اس طرح کے اعتقادات بزور نہیں سمجھائے جاسکتے۔ اس سے معلوم
 ہوا کہ عیال کے بارے میں انسان کا توکل کمانے والے، کام کرنے والے کے توکل کی طرح ہونا
 چاہیے، جو کہ توکل کا تیسرا درجہ ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توکل تھا کہ
 آپ کسب معاش کے لیے نکلتے تھے۔ عیال دار شخص کا اپنے عیال کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے
 جانا اور ان کی خبر گیری نہ کرنا اور بہانہ توکل کا ہونا حرام ہے کہ بعض اوقات یہ معاملہ ان کی تباہی کا
 موجب بنتا ہے اور اس کا مواخذہ عیال دار ہی پر ہوگا۔ ہاں اگر عیال بھی چند روز بھوکا
 رہنا منظور کریں اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت اخروی جانیں تو جائز ہے کہ ان کے
 بارے میں بھی توکل کرے۔“

(احیاء العلوم، کتاب التوحید و التوکل، بیان حال التوکل، ج ۴، ص ۲۷۲، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت سیدنا ابو عامر واعظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک رات میں ایک پہاڑ میں چل
 رہا تھا کہ میں نے ایک زخمی دل والے کی چیخ و پکار سنی جو کہہ رہا تھا: اے بیابانوں میں حیرت
 زدوں کی رہنمائی فرمانے والے! اے خلوتوں میں وحشت محسوس کرنے والوں کی وحشت دور
 کرنے والے! جب بہادروں کو توانائی کی تلاش ہوتی ہے میں تجھ سے توانائی کا سوال کرتا ہوں
 اور جب جاہل فخر و ناز کرتے ہیں تو میں تجھ سے فخر طلب کرتا ہوں۔“

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں جلدی سے اس طرف بڑھا اور اس شخص کو جا کر سلام
 کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: اس رات کی تاریکی میں آپ کہاں سے آئے ہیں اور
 کہاں جانا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہوں، میں نے آپ سے.....“

..... ایسا کلام سنا ہے کہ جس نے میرے دل کے زخموں کو تازہ کر دیا ہے اور وجد و غم کو حرکت دے دی ہے۔ یہ سن کر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، ہوش آنے کے بعد رونے لگا۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا: میں تمنائوں اور فانی زندگی میں وقت ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہوں، پھر وہ منہ پھیر کر چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ ایک وادی میں جھک کر بیٹھنے کے بعد وہ دوبارہ رونے لگا تو میں نے کہا:

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، مجھے بھی راستہ دکھائیے۔ تو اس کی آہ و بکا میں زیادتی ہو گئی اور کہنے لگا: افسوس ہے تجھ پر! کہاں ہے راستہ؟ کہاں ہیں دائیں طرف والے اور کہاں ہیں اعلیٰ علیین کے مراتب؟ پھر اس نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی اور آگے لے گیا تو اچانک ہم ایک وادی کنارے پر پہنچ گئے۔ میں نے کہا: فجر طلوع ہو گئی ہے اور ہمیں وضو کرنا ہے۔ تو اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا جس سے بیٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا اور مجھے کہا: لیجئے، وضو کر لیجئے۔ ہم دونوں نے وضو کیا پھر اس نے اذان و اقامت کہی اور ہم نے نماز پڑھی، جب سلام پھیرا تو اس نے کہا: اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! تم سلامت رہو، اب جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کے لیے اپنی بارگاہ تک رسائی آسان فرمادی ہے! میرے لیے دعا فرمائیں۔ پھر میں نے اپنے توشہ دان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے پوچھا: کیا آپ بھوک سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو اس نے کہا: غذا طلب کر کے آپ نے اپنے دل کو کائنات میں غورو فکر سے غافل کر دیا ہے، اگر آپ یقین کا ذائقہ چکھ لیتے اور متقین کے لیے اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی تیار کی گئی نعمتیں ملاحظہ کر لیتے تو آپ کا خشوع ہمیشہ رہتا اور آپ کی بھوک ختم ہو جاتی۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا تو یکا یک گرم گرم روٹی برآمد ہوئی گویا کہ آگ سے نکلی ہو اور اس نے مجھ سے کہا: کھائیے۔ میں نے حیران ہو کر اسے کھایا اور دل میں اس کے متعلق پوچھنے کا ارادہ ہی کیا تھا،.....

(اے طالب ہدایت!) نفسانی خواہشات سے دور رہ،..... اگر تیرا نفس کسی کی برائی کا

منتظر رہے تو اس پر خوش نہ ہو، نام و نمود کو چھوڑ کر گمنامی کو اختیار کر..... ہمیشہ
اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کر..... استغفار کی کثرت کر..... غور و فکر کر کے عبرت
حاصل کر..... علم کی وجہ سے فتنوں میں واقع ہونے کے لیے تیار رہ۔

(اے طالب ہدایت!) عجلت کی جگہوں میں میانہ روی..... اور لوگوں کے ساتھ میل جول
میں تجھ پر حسن ادب لازمی ہے۔ اپنے نفس کی وجہ سے لوگوں پر غصہ نہ کرو..... بلکہ
اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنے نفس پر غصہ کرو..... کسی کو برائی کے ساتھ بدلہ نہ دے۔ کسی
جاہل کی مدح و تعریف نہ کر..... اور اپنے لیے بھی مدح و تعریف پسند نہ کر! (۷۷)

..... ہنسنے میں کمی کر..... مزاح سے پہلو تہی اختیار کر..... بھوک کو چھپا.....
پاک دامنی کو شائع کر..... باطن میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اختیار کر..... مایوسی کا.....

..... کہ وہ خود ہی کہنے لگا: اے نوجوان! بے شک اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں
نے سچے دل سے خواہشاتِ نفسانیہ کو ترک کیا تو اب پوری کائناتِ زندگی و موت میں ان کی خدمت
کرتی ہے۔ اس کے بعد اچانک وہ میرے پاس سے غائب ہو گیا پھر میں اس کو نہ دیکھ سکا۔“

(الروض الفائق، مترجم، ص ۲۰۹، ۲۱۰، مکتبۃ المدینہ)

(77)..... حبّ جلا کی تعریف: أصل الجاه هو انتشار الصيت والاشتهار یعنی:

لوگوں میں شہرت اور ناموری چاہنا حبّ جاہ ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریاء، ج ۳،

ص ۲۷۵، دار المعرفۃ بیروت)

حبّ جلا کی آفات

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حبّ النّساء من الناس یعمی ویصم“

لوگوں سے تعریف سننے کی خواہش انسان کو اندھا اور گونگا کر دیتی ہے۔“ (کنز العمال فی سنن الاقوال،

الکتاب الثالث فی الاخلاق، الباب الثانی، الفصل الثانی برفق: ۱۷۴۲۹، ج ۳، ص ۴۵۹، مؤسسة الرسالة)

.....
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”دو بھوکے بھیڑیے
 اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی
 حرص اور حُب جاہ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔“ (جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب

حدیث ما ذلیبان جالعان مرقم: ۲۳۷۶، ج ۴، ص ۵۸۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین
 گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال، حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں، مگر یہ دو بھوکے
 بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیے بکریوں کو
 تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال
 حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتے ہیں کہ جو
 بالکل خلاف اسلام ہیں جیسے آج ممبری وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الرقاق، باب، الفصل الثانی، ج ۷، ص ۲۶، قادری پبلی کیشنز لاہور)

شکار ہونے سے پہلو تہی اختیار کر..... فقر کو اچھا سمجھ..... مصیبت پر صبر کر..... اللہ
عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہ..... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدہ پر یقین رکھ..... اس کی
وعید سے خوف رکھ..... بقدر کفایت سے زیادہ میں تکلف نہ کر..... جس کی طلب
تیرے ذمہ ہے اس کو ضائع نہ کر..... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہر عطا میں اس کی طرف محتاج رہ
اور اس سے نجات طلب کرنے میں رغبت رکھ۔

(اے طالب ہدایت!) جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر..... جو تجھے محروم کرے اسے
عطا کر، جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر (۷۸)..... اللہ عَزَّوَجَلَّ
کی رضا کی خاطر اس پر نرمی کر جو تجھ سے محبت رکھتا ہے..... اپنی جان و مال اپنے
بھائیوں پر خرچ کر..... اپنے دین کے معاملے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حقوق کی
رعایت کر..... کسی بھی نیکی کو اپنی نظر میں بڑا نہ سمجھ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو.....
اپنے سے سرزد ہونے والی برائی کو حقیر نہ سمجھ خواہ وہ کتنی چھوٹی کیوں نہ ہو..... اور دل
کے مکر و فریب سے باخبر رہ..... کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سزائیں مقرر ہیں۔

(78)..... رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”تین

باتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے

لے گا اور اُس کو اپنی رحمت سے سخت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض

کی: وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: تعطی من حرمک و تعفو عن ظلمک و تصل من

قطعک یعنی: (۱) جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو اور (۲) جو تم سے قطع تعلق کرے (یعنی

تعلق توڑے) تم اُس سے ملاپ کرو اور (۳) جو تم پر ظلم کرے تم اُس کو معاف کر دو۔“ (المستدرک

للمحاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الانشقاق، رقم: ۳۹۱۲، ج ۲، ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ)

(اے طالبِ ہدایت!) علم کے ذریعے نام و نمود حاصل کرنے سے پرہیز کر جیسا کہ تو عمل کے ذریعے عجب (خود پسندی) میں مبتلا ہونے سے بچتا ہے، اور باطن میں کسی ایسے علم کا اعتقاد نہ رکھنا کہ جو ظاہری علم کے مخالف ہو۔

لوگوں کی نافرمانی کر کے اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کر! لیکن اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر کے لوگوں کی فرمانبرداری نہ کر..... اپنی کوشش و ہمت میں سے کوئی بھی شے اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے بچا کر نہ رکھ..... اپنے نفس کے کسی بھی عمل پر راضی نہ ہو..... نماز میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہو..... اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے اس کو نشاط و رغبت کے ساتھ ادا کر..... اپنے روزے کو جھوٹ و غیبت سے بچا کر رکھ..... پڑوسی، مسکین اور قریبی رشتہ دار کے حق کی رعایت کر..... اپنے اہل و عیال کو ادب سکھا..... اپنے غلاموں کے ساتھ نرمی سے پیش آ..... تیرے رب تبارک و تعالیٰ نے جس طرح انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح عدل و انصاف قائم کر..... جب تو کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو بجالانے میں جلدی کر۔ (i)

(i) سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”سیدنا امام ابن الامام، کریم ابن الکریم حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبائے نفیس (عمدہ شیردانی) بنوائی، طہارت خانے میں تشریف لے گئے، وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی۔ قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلیٰ اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے، خادم نے عرض کی: اس درجہ تعجیل (جلدی) کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا: کیا معلوم تھا باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ! یہ ان کی احتیاط ہے جو ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ (بلاشبہ میرے بندوں پر تیری حکومت نہیں چلے گی۔ ت) ﴿.....﴾

..... جوشے تجھ پر مشتبہ ہو اس کو ترک کر دے..... گناہ گاروں کے ساتھ نرمی کر
 مومنوں کو نصیحت کر..... ہر مقام پر حق بات کہہ..... کثرت کے ساتھ قسمیں نہ
 کھا اگرچہ کہ تم سچ ہی پر کیوں نہ ہو..... کسی سے جھگڑا نہ کر اگرچہ تو حق پر ہو..... زیادہ
 کلام کرنے سے پرہیز کر..... اگرچہ تو فصیح و بلیغ ہی کیوں نہ ہو..... دین کے
 معاملات میں جھگڑا کرنے سے اجتناب کر..... اگرچہ تو عالم ہی کیوں نہ
 ہو..... ہر بات کرنے سے قبل اس کو علم کے ترازو میں تول..... کسی معاملہ میں اجتہاد
 کے بعد خوف کو لازم رکھ (کہ کہیں اجتہاد میں خطا نہ ہوگئی ہو)، جب تک تیرا دین سلامت ہے
 لوگوں کے ساتھ نرمی کر اور مد اہنت (خلاف باطن ظاہر کرنا) کو بالکل ترک کر دے۔

(اے طالبِ رشد و ہدایت!) لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آ..... جس شے
 کے متعلق تجھے علم نہیں (اس کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے تو) اَللّٰهُ اَعْلَمُ کہنے سے نہ
 شرم..... جو نصیحت سننے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کو نصیحت نہ کر

..... کی آغوش میں لے اور ﴿اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلُ الْبَيْتِ
 وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا﴾ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اے اہلبیت نبوی! تم سے پلیدی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک
 فرمادے۔ ﴿﴾ کے دریا میں نہائے ڈھلے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۸۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(80)..... حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی "ایہا الولد" میں فرماتے ہیں: "اب میں ایک
 بہت اہم بات بتا رہا ہوں توجہ سے سنو! مشکلات و مسائل کے بارے میں سوال کرنا گویا طبیب
 کے سامنے امراضِ قلب کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کا جواب دینا گویا دل کی بیماری کی شفا کے لیے
 کوشش کرنا ہے۔ یقین کر لو! کہ جاہل لوگ ایسے مریض ہیں جن کے دل بیمار ہیں جبکہ علما طبیب
 اور حکیم کی مانند ہیں۔ ناقص عالم صحیح علاج نہیں کر سکتا اور کامل عالم بھی ہر مریض کا....."

..... علاج نہیں کرتا بلکہ اس مریض کا علاج کرتا ہے جس کے بارے میں امید غالب ہو کہ وہ تجاوز و علاج قبول کرے گا، اگر مریض کی بیماری پرانی اور دائمی ہو تو اس کا مرض، علاج قبول نہیں کرتا، تو اچھا طبیب وہ ہے جو اس موقع پر یہ کہہ دے کہ تیرا علاج ممکن نہیں۔ کیونکہ ایسے مریض کو دوا دینے میں مشغول ہونا قیمتی عمر ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

پھر اس بات کو بخوبی سمجھ لے! کہ جہالت میں جہلا مریضوں کی چار قسمیں ہیں جن میں سے ایک کا علاج ممکن ہے، باقی تین لا علاج ہیں۔

(۱)..... پہلا مریض حاسد: ناقابل علاج مریضوں میں سے پہلا مریض وہ ہے، جو اعتراض اور حسد و بغض کی غرض سے سوال کرتا ہے۔ اگرچہ تو اس کا جواب بڑے احسن طریقہ سے، نہایت ہی عمدگی اور وضاحت سے دے گا، لیکن اس کے بغض و عداوت اور حسد میں مزید اضافہ ہوتا ہی چلا جائے گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ تو اس کا جواب ہی نہ دے، جیسا کہ کہا گیا ہے:

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجَى إِذَا تَهَا الْأَعْدَاوَةُ مَنْ عَادَاكَ عَنْ حَسَدٍ

یعنی: ہر عداوت کے خاتمے کی امید کی جاسکتی ہے، مگر جس دشمنی کی بنیاد حسد پر ہو اس کا خاتمہ ممکن نہیں۔ پس تیرے لیے ضروری ہے کہ تو ایسے (مریض کو) اس کے مرض سمیت چھوڑ دے۔

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (النجم: ۲۹)

ترجمہ کنز الایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو، جو ہماری یاد سے پھر اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

(۲)..... دوسرا مریض احمق: ناقابل علاج مریضوں میں سے دوسرا وہ ہے، جس کی

بیماری کا سبب حماقت ہو۔ کیونکہ حماقت کا علاج بھی ممکن نہیں۔ جیسا حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا

وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کا ارشاد مبارک ہے: إِنِّي مَا عَجَزْتُ عَنْ أَحْيَاءِ الْمَوْتَى

..... وَقَدْ عَجَزْتُ مِنْ مُعَالَجَةِ الْأَحْمَقِ یعنی: میں (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بھلاؤں کو

تو زندہ کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہوں لیکن احمق کے علاج سے عاجز ہوں۔

ایسا احمق تھوڑا عرصہ طلب علم میں مشغول ہوتا ہے اور علو م عقلیہ و شرعیہ میں سے کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اپنی حماقت کے باعث اُن جید علماء کرام پر سوالات و اعتراضات کرنے لگتا ہے، جنہوں نے اپنی عمر عزیز علو م عقلیہ و شرعیہ کی خدمت میں صرف کر دی ہے۔ اور یہ گمان کرتا ہے کہ جو بات ”میں“ نہ سمجھ سکا، ہر بڑا عالم اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس احمق کو اتنا بھی علم نہیں کہ اس کا اعتراض سراسر حماقت و نادانی پر مشتمل ہے۔ ایسے شخص سے بھی الگ رہنا چاہیے اور اس کے سوال پر توجہ نہ دینا چاہیے۔

تیسرا مریض جس میں سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو: تیسری قسم کالا

علاج بیمار وہ ہے، جو حق کا متلاشی تو ہو، مگر بزرگوں کی باتیں پوری طرح سمجھ نہیں پاتا اور اسے اپنی کم فہمی تصور کرتا ہے۔ ایسا شخص سوال تو سیکھنے کی غرض سے کرتا ہے، لیکن کند ذہن اور کم عقل ہونے کے باعث وہ حقیقت جاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہذا ایسے شخص کو بھی جواب نہ دینے ہی میں عافیت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمْرَانًا أَنْ نَكَلِمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ“ ہم گروہ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو حکم دیا گیا ہے، کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال،

الکتاب العلم باب الاول بالفصل الاول، رقم: ۲۹۲۸۲، ج ۱۰، ص ۲۴۲ مؤسسة الرسالة)

چوتھا مریض نصیحت کے قابل ہے: چوتھی قسم کا مریض جس کا علاج ممکن

ہے، وہ ایسا مریض ہے جو زُشْد و ہدایت کا طلب گار ہو، عقل مند اور معاملہ فہم ہو۔ حسد اور غضب و غصہ اس پر غالب نہ ہوں، شہوت و نفس پرستی، جاہ و جلال اور مال و دولت کی محبت سے اس کا دل خالی ہو، راہ حق اور سیدھے راستے کا طالب ہو، اس کا سوال اور اعتراض، حسد،

..... جو تیرے دین کو ناپسند رکھتا ہے اس کے سامنے اپنے دین کی باتیں نہ کر..... جس آزمائش کی تجھ میں طاقت نہیں اس کے درپے نہ ہو..... اپنی ذات کو اس سے بچا کہ جو تیری امانت کرے..... برے اخلاق سے اپنے ارادوں کو پاک رکھ..... امانت دار کے سوا کسی سے بھائی چارہ نہ رکھ..... ہر ایک کے سامنے اپنا راز ظاہر نہ کر..... آدمی کی حالت سے تجاوز نہ کر..... کسی سے ایسی بات نہ کہہ کہ اس کی عقل جس کی متحمل نہ ہو سکے (۸۱) اور ایسے معاملے میں دخل نہ دے جس کی طرف تجھے نہیں بلایا گیا۔

(اے طالب خیر!) علما کی مجالس کی تعظیم کر..... حکما کی قدر پہچان..... احسان کا بدلہ احسان سے دے..... اگر تو اس پر قادر نہ ہو تو دعا کے ذریعے احسان کا بدلہ چکا..... جاہلوں سے اعراض کر..... بیوقوفوں کے ساتھ بردباری سے پیش آ..... خوفِ خدا رکھنے والوں سے مشورہ کر..... اپنے مظلوم بھائی کی مدد کر..... اگر وہ ظالم ہو تو اس کو حق کی طرف بلا (۸۲)..... اس کا حق اس کو ادا کر..... لیکن اپنے حق کا اس سے مطالبہ نہ کر

..... پریشان کرنے اور آزمائش کی وجہ سے نہ ہو تو ایسے آدمی کا مرض قابل علاج ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے سوالات کا جواب دیا جائے، بلکہ تیرے لیے لازم ہے کہ تو اس کا مسئلہ حل کر دے۔“

(ایہا الولد، مترجم: ص: ۱۴ تا ۱۵، مکتبۃ المدینہ)

(81)..... حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: ”حدثوا الناس

بما يعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ یعنی: لوگوں سے وہی بات بیان کرو جس کو

لوگ سمجھ لیں کیا تم پسند کرو گے کہ اللہ ورا سکے رسول کو جھٹلایا جائے؟

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما الخ برقم: ۱۲۷، ج ۱، ص ۲۸، دار ابن کثیر)

(82)..... اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”انصر احوک ظالما، او مظلوما فقال رجل یا رسول اللہ انصرہ اذا کان.....“

مقروض کے ساتھ آسانی کا معاملہ کر۔ (۸۳)

.....مظلوما أفرأیت إذا کان ظالما کیف أنصره قال تحجزه، أو تمنعه من الظلم فإن ذلك نصره ۰ یعنی: ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا: میں اس کی مدد کروں گا کہ جب وہ مظلوم ہو لیکن یہ بتائیے کہ جب وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد کیسے کروں؟ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُسے ظلم سے روک دو، بے شک یہ اس کی مدد ہے۔“ (السنن للترمذی، کتاب المغن برفق: ۲۲۵۵، ج ۴، ص ۵۲۳، در احیاء

التراث العربی بیروت۔ صحیح البخاری، کتاب الکراہیہ بسم الرجل لصاحبه الخ رقم: ۶۵۵۲، ج ۶، ص ۲۵۰۰، در احیاء حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”یعنی ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی بڑی مدد ہے کہ اسے مظلوم کی بددعاؤں سے اللہ عزوجل کے عذاب سے بچا لینا ہے۔“

(مراۃ المناجیح، کتاب الآداب، باب الشفق والرجم علی الخلق، ج ۶، ص ۳۷۵، قادری پبلی کیشنز لاہور)

(83)..... عرش کا سایہ : رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

عایشان ہے: ”من أنظر معسرا أو وضع له أظله الله يوم القيامة تحت ظل عرشه يوم لا ظل إلا ظله یعنی: جس نے کسی تنگ دست مقروض کو مہلت دی یا اس کا (کچھ حصہ) قرض معاف کر دیا، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔“ (جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی انظار المعسر

والرفق بہ رقم: ۵۹۹، ج ۳، ص ۱۳۰۶، در احیاء التراث العربی بیروت)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکر سے اس نے کہہ رکھا تھا: إذا أتیت معسرا فتجاوز عنه لعل الله يتجاوز عنا. فلقى الله فتجاوز عينه یعنی: جب کسی تنگ دست کے پاس تقاضا کو جائے تو اسے معاف کر دے ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل ہم کو معافی دے دے۔ فرمایا:

(صحیح المسلم، کتاب المساقاة، باب فضل انظار المعسر رقم: ۴۰۸۱، ج ۵، ص ۳۳، در احیاء التراث العربی بیروت)

..... یتیم اور مسکین کے ساتھ نرمی سے پیش آ (۸۴) صابر فقرا کا اکرام کر، اغنیا میں سے جو آزمائش میں مبتلا ہیں ان پر مہربانی کر، کسی کی نعمت پر حسد نہ کر اور کسی کی غیبت نہ کر۔

(84) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت: رسول بے مثال، بی بی

آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من مسح رأس یتیم لم یمسحہ الا للہ کان لہ بكل شعرة مرت علیہا یدہ حسنات ومن أحسن الی یتیمہ أو یتیم عنده كنت أنا وهو فی الجنة کھاتین و فرق بین إصبعیه السباحة والوسطی یعنی: جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو جس جس بال پر سے اس کا ہاتھ گزرے گا اس کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو اپنے زیر کفالت یتیم (لڑکے یا لڑکی) کے ساتھ اچھا سلوک کریگا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگلیوں کو جدا کر دیا۔“

(مسند احمد، حدیث ابی امامہ الباہلی، رقم: ۲۲۲۰۷، ج ۵، ص ۲۵۰، مؤسسة الرسالة)

بہترین گھر: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”خیر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یحسن إلیہ و شر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یساء إلیہ۔ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، رقم: ۳۶۷۹، ج ۲، ص ۱۲۱۳، دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من قبض یتیمًا بین المسلمین الی طعامہ و شرابہ أدخلہ اللہ الجنة إلا أن یمکن ذنبا لا یغفر لہ۔ جس نے دو مسلمانوں کے درمیان کسی یتیم کے کھانے اور پینے کی ذمہ داری لی تو اللہ عزوجل اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ وہ کوئی ناقابل معافی گناہ نہ کرے۔“ (السنن للترمذی، کتاب البر والصلۃ، رحمة الیتیم

(اے طالب ہدایت!) اس خوف سے (کہ بروز قیامت) حساب و کتاب ہونا ہے اپنے اوپر بدگمانی کا دروازہ بند کر لو..... تاویل کو وسعت دیتے ہوئے حسن ظن کا دروازہ کھول لو..... ناامیدی کے ذریعے اپنے اوپر حرص کا دروازہ بند کر لو..... قناعت کے ذریعے غنی کا دروازہ کھولنے کی جد جہد کر لو..... ذکر اللہ عزوجل کو ناپسند اشیا کے ذکر سے پاک رکھو..... اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو..... تیرے دن رات جس چیز کو لیے جا رہے ہیں اس کو پہچانو..... ہر آن اپنی توبہ کی تجدید کرتے رہو۔

اپنی عمر کے اوقات کے تین حصے کر لو: (۱) ایک حصہ علم سیکھنے کے لیے، (۲) ایک حصہ عمل کے لیے، (۳) ایک حصہ میں تیرے نفس کے جو حقوق تجھ پر لازم ہیں ان کو ادا کرنے لیے۔ (۱۸۵)

(185) رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "إِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا" یعنی: تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔

(صحیح البخاری، ابواب التہجد، باب ما یکرہ من ترک الخ، رقم: ۱۱۰۲، ج ۱، ص ۳۸۷، دار ابن کثیر)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نقل فرماتے ہیں: "ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا۔ اس کے بعد خواب میں زیارتِ اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں: "إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے، صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) تشریف لائیں اور فرمائیں، اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر۔ فوراً خواہش دور ہوگئی۔ (المفروض، ص ۱۵۷، مکتبۃ المدینہ)

..... گزرے ہوئے اوقات سے عبرت حاصل کرو..... اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جو دو فریق ہوں گے ان کے ٹھکانے کے بارے میں غور و فکر کرو..... کہ ان میں سے ایک گروہ تو رضائے الہی عَزَّوَجَلَّ کے سبب جنت میں ہوگا..... اور ایک گروہ اس کی ناراضی کی وجہ سے جہنم میں ہوگا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کا تجھ سے جو قرب ہے اس کو پہچانو..... کراما کا تبین کا اکرام کرو..... عقل و فہم کے ذریعے اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو حاصل کرو..... حمد شکر کے ساتھ ان نعمتوں کو اطاعت کے کاموں میں صرف کرو..... اپنے نفس کے اس وہم سے پرہیز کرو کہ تمہارا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی رتبہ ہے..... لوگوں کو حقیر جانتے ہوئے حق کو بے وقوفی قرار دینے سے بچو بے شک یہ زہر قاتل ہے..... لوگوں کی نظروں میں گرنے سے کنارہ کش ہو جاؤ اس خوف سے کہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر ناراض نہ ہو جائے، (۱۸۶)

(186) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک جنازہ گزرا تو اسکی اچھے لفظوں سے تعریف کی گئی اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا تو اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا، اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔“

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”هذا اثنيتم عليه خيرا فوجبت له الجنة وهذا اثنيتم عليه شرا فوجبت له النار اتم شهداء الله في الارض“ یعنی: اس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس میت کی تم لوگوں نے برائی بیان کی تو اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین پر اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے گواہ ہو۔“ (بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس

..... فقر کے خوف سے پہلو تہی اختیار کرو..... کیونکہ موت تمہارے قریب ہے..... جہاں تک ممکن ہو اپنے نیک اعمال کو چھپاؤ (۱۸۷)..... مشورہ کے وقت اپنی پوری کوشش کرو..... پختہ ارادے کے ساتھ رضائے الہی کی خاطر محبت کرو..... اور احتیاط کے ساتھ رضائے الہی کی خاطر قطع تعلق کرو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس مسلمان کے لیے چار افراد بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اور تین؟ فرمایا: اور تین (بھی)۔ پھر ہم نے عرض کیا: اور دو؟ فرمایا: اور دو (بھی)۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔“ (ایضاً، رقم: ۱۳۰۲، ج ۱، ص ۴۶۰)

(187) امام حارث محاسبی کی اس نصیحت میں ریاکاری سے بچنے کی طرف اشارہ ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کی ضروری معلومات ذکر کر دی جائیں۔

ریاکاری کی تعریف: إِرَاضَةُ الْعَامِلِ بِعِبَادَتِهِ غَيْرِ وَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى كَأَن يَقْصِدَ إِطْلَاعَ النَّاسِ عَلَى عِبَادَتِهِ وَكَمَالِهِ حَتَّى يَحْصَلَ لَهُ مِنْهُمْ نَحْوُ مَالٍ أَوْ جَاهٍ أَوْ ثَنَاءٍ ۚ يَعْنِي: بِنَدْوِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كِي رِضَاكَ عِلَاوَهُ كَسِي أَوْ نِيَّتِي أَوْ ارَادَةَ عِبَادَتِكَ كَرَى۔ مثلاً لوگوں کو اپنی عبادت اور کمال سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا کہ اسے لوگوں سے مال و جاہ یا ثنا حاصل ہو۔“

(الزواج، مترجم: ج ۱، ص ۱۵۳، مکتبۃ المدینہ)

ریاکاری کسے درجات: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمَنِ فرماتے ہیں: ”ریا کے بہت درجے ہیں، ہر درجے کا حکم علیحدہ ہے بعض ریا شرک و اصغر ہیں، بعض ریا حرام، بعض ریا مکروہ، بعض ثواب۔ مگر جب ریا مطلقاً بولی جاتی ہے تو اس سے ممنوع ریا مراد ہوتی ہے۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الرقائق، باب الریاء والسمعة، ج ۷، ص ۱۰۷، مقادری پبلی کیشنز لاہور)

ریاکاری کی آفات: (۱).....شیطان کے دوست:

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ
قَرِينًا (پ: ۵، النساء، ۳۸)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں
کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں
لاتے اللہ اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب
شیطان ہو تو کتنا برا مصاحب ہے۔

(۲).....رسوایی کا استحقاق: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من سمع
سمع اللہ بہ ومن راء ی راء ی اللہ بہ یعنی: جو سنا نا چاہے گا اللہ عز و جل اسے سناے گا اور
جو دکھا نا چاہے گا اللہ عز و جل اسے دکھائے گا۔“ (صحيح المسلم، كتاب الرهد والرفاق، باب من اشرك في

عمله الخ رقم: ۲۹۸۶، ج ۴، ص ۲۲۸۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کو
دکھانے سنانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور
کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر پھٹکار ہی کریں
گے، ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لیے اخباروں دیواروں پر
لکھواتے ہیں، لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی؟

(مرآة المناجیح، کتاب الرفاق، باب الریاء والسمعة، ج ۷، ص ۱۰۷، نقادری پبلی کیشنز لاہور)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من سمع الناس بعمله سمع
اللہ سامع خلقه يوم القيامة، وصغره وحقره یعنی: جو اپنے عمل لوگوں کو سناے گا تو
اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دے گا اور اسے حقیر و ذلیل اور جھوٹا کر دے گا۔“

.....مذکورہ روایت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

”یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ریاکار کی عبادات قیامت میں مشہور تو کی جائیں مگر اس طرح کہ اس کی شہرت سے اس کی عزت نہ ہوگی بلکہ ذلت و رسوائی ہوگی، مثلاً پکارا جائے گا کہ فلاں ریاکار نے دکھلاوے کے لیے اتنی نمازیں پڑھیں، اتنے صدقات دیئے اتنے حج کیے، یہ شخص بڑا خبیث ہے، وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں ریاکار شہرت پسند آدمی کے عیوب شائع ہو جاتے ہیں، جس سے وہ بجائے نیک نام ہونے کے بدنام ہو جاتا ہے، یعنی اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتیں خفیہ گناہ مشہور ہو جاتے ہیں۔“

(مرآة المناجیح، کتاب الرقائق، باب الریاء والسمعة، ج ۷، ص ۱۰۸، قادری پبلی کیشنز لاہور)

(۳)..... قیامت کی رسوائی: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب

قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: مَنْ كَانَ
أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ لِّلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ

عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَغْنَى الشَّرْكَاءَ عَنِ الشَّرْكِ ۝ یعنی: جس نے ایسے کام
میں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو کسی کو شریک کیا تو وہ اس کا ثواب بھی غیر خدا سے مانگے کیونکہ اللہ

تعالیٰ شریکوں میں شرک سے بری ہے۔“ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث ابی سعید بن

ابی فضالہ رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۵۸۷۶، ج ۳، ص ۴۶۶، مؤسسة قرطبہ)

ریاکار کی تین علامات: حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ و جہۃ الکریم نے ارشاد فرمایا:

ریاکار کی تین علامتیں ہیں: تنہائی میں ہو تو عمل میں سستی کرے اور لوگوں کے سامنے ہو تو جوش
دکھائے، اس کی تعریف کی جائے تو عمل میں اضافہ کر دے اور اگر مذمت کی جائے تو عمل میں کمی

کر دے۔“ (الزواج، مترجم، ج ۱، ص ۱۵۲، مکتبۃ المدینہ)

ریاکاری کے علاج: (۱)..... رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا، بندے کو چاہیے کہ ریاکاری سے بچنے کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا بھی کرتا رہے کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدين و نور السموات و الأرض و عامون کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور۔“

(المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر، رقم: ۱۸۱۲، ج ۱، ص ۶۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲)..... ریاکاری کے نقصانات مد نظر رہیں: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ ریاکاری کے نقصانات و وعیدات کو مد نظر رکھے، اس کی چند وعیدیں گزشتہ صفحات میں گزریں، اس کے مزید عقلی و نقلی نقصانات اور ریاکاری کی مثالیں جاننے کے لیے ”احیاء العلوم“ کی تیسری جلد، ”الزواج“ کی پہلی جلد، یا فیضان سنت کا باب ”نیکی کی دعوت“ کا مطالعہ کریں، اس کتاب میں ان نقصانات کی تفصیل ذکر کرنا مشکل ہے۔

(۳)..... اخلاص کو شعار بنانے: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ اخلاص کو اپنا شعار بنالے۔

(۴)..... ہر عمل میں رضاءِ الہی کی نیت رہے: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ ہر عمل میں اپنا مقصود رب تعالیٰ کی رضائے رکھے، کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إنما الأعمال بالنیات و إنما لكل امرئ ما نوى“ یعنی: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔“ (صحیح البخاری، کتاب الایمان باب کیف کان بدء الوحی، رقم: ۱، ج ۱، ص ۳، دار ابن کثیر)

(۵)..... خلوت و جلوت میں یکساں عمل کرے: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ کوئی عمل تنہائی میں کرے یا لوگوں کے سامنے اس کا عمل یکساں ہو۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن العبد إذا صلی فی العلانية.....“

(اے طالب ہدایت!) سوائے متقی کے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ..... عالم کے سوا کسی کو اپنا ہم نشین نہ بناؤ..... عاقل و بصیر کے سوا کسی کے ساتھ میل جول نہ رکھو..... ائمہ اسلاف کی اقتدا کرو..... اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے معلم بن جاؤ..... کسی کے پاس شکوہ نہ کرو..... دین کے ذریعے دنیا نہ کھاؤ..... گوشہ نشینی میں سے اپنا حصہ لو..... سوائے حلال کے کوئی چیز نہ لو..... اسراف سے پہلو تہی اختیار کرو..... دنیا میں بقدر کفایت پر قناعت کرو..... علم کے باغات سے ادب حاصل کرو..... خلوت کی جگہوں سے اُنسیت حاصل کرو..... یقین کی گھاٹیوں میں حیا طلب کرو..... غور و تفکر کی وادیوں سے نصیحت حاصل کرو..... خوف کے باغات میں حکمت تلاش کرو..... اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی مخالفت کے باوجود اس کے اپنے اوپر احسانات تو دیکھو..... اس کی یاد سے اعراض کے باوجود اس کے اپنے ساتھ حلم سے پیش آنے کو تو دیکھو..... اس کی ذات سے قلتِ حیا کے باوجود اس کا ستر پوشی کرنا تو دیکھو..... وہ ذات تجھ سے مستغنی ہے لیکن تو اس کی طرف محتاج ہے۔

..... فاحسن و صلی فی السر فاحسن، قال اللہ عَزَّوَجَلَّ هذا عبدی حقان
یعنی: بے شک بندہ جب جلوت میں بھی اچھی نماز پڑھتا ہے اور خلوت میں بھی اچھی نماز پڑھتا
ہے، تو اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: یہ میرا سچا بندہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب التوقی

علی العمل، رقم: ۴۲۰۰، ج ۲، ص ۱۴۰۵، دار الفکر بیروت)

(۶)..... حتی الامکان نیکیوں کو چھپانے کی کوشش کرے: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ
یہ بھی ہے کہ بندہ جب بھی کوئی نیک عمل کرے تو اس کو حتی الامکان چھپانے کی کوشش کرے۔

اپنے رب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والے کہاں ہیں؟
 اس کی نافرمانی کرنے سے خوف زدہ رہنے والے کہاں ہیں؟
 اس کے قرب سے خوش ہونے والے کہاں ہیں؟
 اس کے ذکر میں مشغول رہنے والے کہاں ہیں؟
 رحمتِ خداوندی کے چھن جانے سے ڈرنے والے کہاں ہیں؟
 اے دھوکہ میں مبتلا شخص! یہی مغفرت یافتہ لوگ ہیں۔

کیا تجھے ربِ جلیل عَزَّوَجَلَّ ملاحظہ نہیں فرما رہا؟ کہ تو نے حیا کو چاک کر کے رکھ دیا ہے۔
 یہ بات ذہن نشین کر لو کہ گناہِ غفلت کا سبب بنتے ہیں، غفلتِ قسوت (سخت دلی)
 کا سبب بنتی ہے، قسوت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری کا سبب بنتی ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے
 دوری جہنم میں جانے کا باعث بنتی ہے (۱۸۸) اور اس کے بارے میں غور و فکر

(188) شیخ طریقت امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمْ الْعَالِیَہُ نُقِلَ فرماتے ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بن
 جاتا ہے، جب دوسری بار گناہ کرتا ہے تو دوسرا سیاہ نقطہ بنتا ہے یہاں تک کہ اُس کا دل سیاہ
 ہو جاتا ہے۔ نتیجہ بھلائی کی بات اُس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتی۔“ (درمنشور، ج ۸ ص ۴۴۶)
 اب ظاہر ہے کہ جس کا دل ہی زنگ آلود اور سیاہ ہو چکا ہو اُس پر بھلائی کی بات اور نصیحت کہاں
 اثر کرے گی! ایسے انسان کا گناہوں سے باز و بیزار رہنا نہایت ہی دشوار ہو جاتا ہے، اُس کا دل
 نیکی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا، اگر وہ نیکی کی طرف آ بھی گیا تو بسا اوقات اُس کا جی اسی سیاہی
 کے سبب نیکی میں نہیں لگتا اور وہ سنتوں بھرے مدنی ماحول سے بھاگنے ہی کی تدبیریں سوچتا
 ہے۔ اُس کا نفس اُسے لمبی امیدیں دلاتا، غفلت اُسے گھیر لیتی اور وہ بد نصیب سنتوں بھرے
 مدنی ماحول سے دُور جا پڑتا ہے۔“ (غیت کئی تباہ کاریاں، ص ۱۵۵، ۱۱۶، مکتبۃ المدینہ)

تو محض زندہ لوگ کرتے ہیں، جبکہ وہ لوگ کہ جو مردوں کی مثل ہیں انہوں نے توحبِ دنیا کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس طرح دن کی روشنی اندھے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی..... اسی طرح نورِ علم سے بھی صرف متقی لوگوں کے دل منور ہوتے ہیں، جس طرح مردے کو دوا نفع نہیں پہنچا سکتی..... اسی طرح محض دعویٰ کرنے والوں کو ادب کوئی فائدہ نہیں دے سکتا..... اور جس طرح سخت پتھر پر شدید بارش کچھ بھی نہیں اگا سکتی..... اسی طرح حبِ دنیا میں مبتلا شخص کے دل میں حکمت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو محبوب رکھا اس کے عمدہ اخلاق میں کمی آجائے گی..... جس نے اپنے علم کے مقتضی (یعنی علم جس شے کا تقاضا کرے اس) کے خلاف عمل کیا اس کی جہالت ہی میں اضافہ ہوگا..... اور جس کی دوا نے خود اسے نفع نہ پہنچایا وہ کسی دوسرے کا کیا علاج کرے گا؟

(اے طالبِ ہدایت!) یہ بات تجھے معلوم ہونی چاہیے..... کہ لوگوں میں سب سے زیادہ راحت میں..... اور سب سے کم غموں میں وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو دنیا سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور لوگوں میں سب زیادہ مشقت میں اور بہت زیادہ مشغولیت میں وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو ہر وقت اہتمامِ دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی پر جو وصف سب سے زیادہ ابھارتا ہے..... وہ قصرِ اہل (امیدوں کا کم ہونا) ہے اور اہل معرفت کے حالات کے سب سے زیادہ قریب کرنے والی چیز ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيكُمْ رَقِيْبًا . ترجمہ کنز الایمان: ”بے شک اللہ ہر

(النساء: ۱) وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔“

(اے طالبِ ہدایت!) یہ بات یاد رکھ کہ سچائی سے زیادہ آسان کوئی راستہ نہیں

ہے..... علم سے زیادہ کامیاب کوئی دلیل نہیں ہے..... اور تقویٰ سے بہتر کوئی زاویہ راہ نہیں ہے۔

(یہ بات بھی جان لو کہ) وساوس کی کاٹ کے لیے فضولیات کو ترک کر دینے سے بڑھ کر میں نے کسی شے کو فائدہ مند نہیں پایا..... اور دل کو منور کرنے کے لیے سلامتی صدر سے بڑھ کر کسی شے کو نہیں پایا..... میرے نزدیک بندۂ مومن کی کرامت اس کا تقویٰ..... حلم..... صبر..... عقل..... مصائب پر صبر کرنا..... دوستی..... اور عفو و درگزر کرنا ہے..... اور اس کا شرف تو واضح اور نرمی ہے۔

یہ بات بھی جان لو کہ بندے کا غنی سے محبت رکھنا باوجود اس کے کہ اللہ عزوجل کی مشیت اس کو فقر میں رکھنا ہے اس کی ناراضی کو مول لینا ہے..... اسی طرح بندے کا فقر کو پسند کرنا باوجودیکہ اللہ عزوجل کی مشیت اس کو غنی میں رکھنا ہے یہ جور و ظلم ہے..... اور یہ دونوں صورتیں معرفت کی قلت کی وجہ سے ناشکری میں اور علم کی کمی کی وجہ سے اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہیں..... اس کی وجہ یہ ہے کہ غنی کے ایمان کو فقر اور فقیر کے ایمان کو غنی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے: ”اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے بعض بندوں کے لیے فقر ہی فائدہ مند ہے..... اگر میں ان کو مالدار کر دوں تو مالداری ان کے ایمان کو بگاڑ کر رکھ دے گی..... اور میرے بعض بندوں کے ایمان کے لیے مالداری ہی فائدہ مند ہوتی ہے اگر میں ان کو فقیری میں مبتلا کر دوں تو فقر ان کے ایمان کو بگاڑ کر رکھ دے گا۔“

اسی طرح کا فرمان صحت و مرض کے بارے میں وارد ہے۔ جو شخص اللہ عزوجل کی معرفت کی سعادت سے مشرف ہو وہ اس کی ذات پر کبھی بھی اعتراض نہ کرے گا اور جس کو اللہ عزوجل نے دولت فہم عطا فرمائی ہو وہ اس کے فیصلے پر راضی رہے گا۔ اگر

اہل علم کے لیے یہی ایک آیت ہوتی تو وہ ان کو کافی ہوتی (وہ آیت یہ ہے):
 وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ترجمہ کنز الایمان: ”اور تمہارا رب پیدا
 وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان
 (پ: ۲۰، القصص: ۶۸) کا کچھ اختیار نہیں۔“

(امام مجاہد فرماتے ہیں:) جاہلوں کے اخلاق..... گناہ گاروں کے ساتھ مُجَالَسَة
 (اٹھنے بیٹھنے)..... نافرمانوں کی وصیت..... مغروروں کے دعووں..... دھوکہ میں مبتلا
 لوگوں کی امیدوں اور ناامید لوگوں کی مایوسی سے دور رہو۔ حق پر عمل کرو..... ذاتِ
 باری تعالیٰ پر اعتماد کرو..... نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرو..... کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی
 ذات سے سچا تعلق رکھتا ہوگا..... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحمت فرمائے گا..... اور جو
 غیر اللہ کے لیے زیب و زینت اختیار کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رسوا کر دے گا۔ جو
 اس کی ذات پر توکل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کافی ہوگا..... اور جو اس کے غیر پر اعتماد
 کرنے گا اسے وہ ناامید کر دے گا..... جو اس کا خوف دل میں رکھے.....

شانِ نزول: مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے
 کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لیے کیوں برگزیدہ کیا؟
 یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اتارا؟ اس کلام کا قائل ولید بن مغیرہ تھا اور
 بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ
 آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں ہے اللہ
 تعالیٰ کی مرضی ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے، انہیں اس کی مرضی میں دخل کی کیا مجال۔“

..... وہ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا..... جو اس کا شکر ادا کرے گا وہ اس کو مزید نعمتیں عطا فرمائے گا..... جو اس کی اطاعت کرے گا وہ اسے عزت عطا فرمائے گا..... جو اس کے حکم کو فوقیت دے گا اسے وہ اپنا محبوب بنا لے گا اور جسے اس کا مولا عزَّوَجَلَّ اپنا محبوب بنا لے وہ کامیاب ہو گیا۔“ (۱۸۹)

(189) منقول ہے کہ حضرت حامد لفاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا ادھر معاملہ یہ پیش آیا کہ آپ کا گدھا گم ہو گیا، آٹا چکی میں تھا اور زمین کو پانی لگانے کی باری بھی آچکی تھی۔ آپ نے دل میں سوچا کہ اگر میں جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہوں تو یہ کام نہ ہو سکیں گے، پھر دل ہی دل میں کہنے لگے: آخرت کا عمل پہلے ہے، اور آپ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کی زمین میں آب پاشی ہو چکی تھی، آپ کا گدھا اصطبل میں پہنچ چکا تھا اور آپ کی زوجہ محترمہ روٹیاں پکا رہی تھیں۔ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: گدھے کا معاملہ تو یہ ہوا کہ میں دروازے کی دستک سن کر باہر نکلی کیا دیکھتی ہوں کہ باہر گدھا کھڑا ہوا ہے میں نے دروازہ کھولا تو گدھا اندر داخل ہو گیا، کھیت کی آب پاشی کا معاملہ یہ ہوا کہ ہمارے پڑوسی نے اپنی زمین کی آب پاشی کا ارادہ کیا لیکن اس کو نیند نے آلیا اور وہ سو گیا اور پانی ہماری زمین میں آ گیا اور آٹے کا معاملہ یہ ہوا کہ ہمارے پڑوسی کا چکی میں آٹا تھا وہ اپنا آٹا لینے گیا تو غلطی سے ہمارا آٹا اٹھا لیا، گھر آ کر اس کو معلوم ہوا تو وہ آٹا ہمارے گھر چھوڑ گیا۔ یہ سن کر آپ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے مالک و مولا عزَّوَجَلَّ! میں نے ایک کام کیا تھا اور تو نے میری تین حاجتیں پوری فرمادیں اے مالک و مولا عزَّوَجَلَّ! تمام

تعریفیں تیرے لیے ہیں۔“ (کتاب القلیوبی، ص ۴۸، ایچ، ایم سعید کمپنی)

(اے طالب ہدایت!) اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ عقل والا معاملہ کرنے..... خواہشات پر عمل کرنے..... حق کو ترک کر دینے..... باطل کی طرف لوٹنے اور توبہ سے غفلت کی صورت میں مغفرت کی تمنا کرنے سے دور رہو۔ علم و عمل میں سے صرف اسی پر قناعت کرو جس کی اصل (جز) یقین سے ثابت ہو، جس کی فرع (شاخ) سچائی کے ساتھ بلند ہو اور جس کا تقویٰ کے پھل سے پھل دار ہو، جس کی دلیل خوف کے ساتھ قائم ہو، جس کی خلوت خشیت میں ڈوبی ہوئی ہو۔

پس تم اپنے نفس کی سستی پر راضی نہ ہونا..... کیونکہ عمل میں (جان بوجھ کر) کوتاہی کرنے والے کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا..... یہ بات بھی یاد رکھو: آدمی کی سعادت مندی یہ ہے کہ جو شے اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس کے بارے میں اسے اچھی نیت حاصل ہو جائے اور اس کے پسندیدہ کاموں کی اسے توفیق حاصل ہو جائے۔ جس کے ساتھ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو عقل عطا فرماتا ہے..... علم کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے..... اس کو اپنا خوف عطا فرماتا ہے..... اس کو نرمی کی توفیق عطا فرماتا ہے..... قناعت کے ذریعے اس کو غمّی عطا فرماتا ہے اور اس کے عیوب پر اسے مطلع فرماتا ہے۔

(اے طالب خیر!) اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے یہ بات یاد رکھ لو کہ صدق و اخلاص ہر حالت میں ضروری ہے..... صدق سے صبر، قناعت..... زہد..... رضا..... اور انس پیدا ہوتے ہیں جبکہ اخلاص سے یقین..... خوف..... محبت..... احترام..... حیا..... اور تعظیم پیدا ہوتی ہے۔

ان مقامات میں سے ہر مومن کے لیے ایک مقام ہے..... جس کے ذریعے اس کی حالت کی معرفت ہوتی ہے..... لہذا (امید) کی حالت میں اسے خائف.....

خوف کی حالت میں اسے امیدوار..... رضا کی حالت میں اس کو صابر..... اور
حیا کی حالت میں اس کو محبت کہا جائے گا..... اور اس کی حالت کا قوی و ضعیف
ہونا آدمی کے ایمان و معرفت کے مطابق ہوگا۔

ان تمام حالات میں سے ہر ایک حالت کے لیے تین علامات ہیں جن کے ذریعے
اس حال کی معرفت ہوگی۔

صدق تین چیزوں میں منحصر ہے کہ ان کے سوا صدق مکمل نہ ہوگا:

- (۱)..... سچے دل کے ساتھ ایمان قبول کرنا۔ (۲)..... اعمال میں نیت کا سچا ہونا اور
- (۳)..... کلام کے الفاظ کا سچا ہونا۔

اسی طرح صبر بھی تین چیزوں میں منحصر ہے کہ ان کے بغیر صبر مکمل نہ ہوگا:

- (۱)..... اللہ عز و جل کی رضا کی خاطر اس کی حرام کردہ اشیا سے صبر کرنا، (۲).....
- اس کے حکم کی اتباع پر صبر کرنا، اور (۳)..... مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

اسی طرح قناعت بھی تین اشیا میں منحصر ہے: (۱) دافر غذا کے باوجود کم کھانا، اور
(۲) اسباب کی قلت اور خوراک کے نہ ہونے کے وقت دل کے فقر کی حفاظت کرنا،
اور (۳) فاقہ مستی کے باوجود یا دباری تعالیٰ سے سکون حاصل کرنا۔

قناعت کا ابتدائی اور انتہائی درجہ اس کا ابتدائی درجہ تو یہ ہے کہ وسعت کے باوجود
فضولیات کو ترک کر دیا جائے اور اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ اسباب نہ ہونے کے
باوجود بندہ غمی میں رہے۔ اسی وجہ سے بعض نے فرمایا: ”قناعت رضا سے اعلیٰ ہے۔“

اس ارشاد میں قناعت سے اس کا انتہائی درجہ مراد ہے..... کیونکہ اللہ عز و جل کی رضا
پر راضی رہنے والا شخص منع اور عطا میں بدلتا نہیں ہے..... اور جس کو قناعت کا انتہائی
درجہ نصیب ہو وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے..... اور خواہش

نفس کی بنا پر زیادتی کا طالب نہیں رہتا۔

زہد تین اشیا میں منحصر ہے..... ان کے سوا کسی کو زہد نہیں کہا جائے گا: (۱)..... مال سے ہاتھ خالی رکھے (۲)..... حلال اشیا سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے اور (۳)..... اکثر وغالب دنیا کو بھولا رہے۔

آدمی ان تین اشیا کے ذریعے بھی زہد بن سکتا ہے: (۱)..... فاسد ارادوں کے وارد ہونے کے وقت نفس کو گناہوں سے بچانا، (۲)..... غشی کے مقامات کو چھوڑ دینا، اور (۳)..... حاجت کے وقت غیر مشتبہ اشیا کو اختیار کرنا۔

انس بھی تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)..... خلوت میں ذکر و علم سے انسیت حاصل کرنا، (۲)..... خلوت کے ساتھ ساتھ یقین و معرفت سے انس حاصل کرنا اور (۳)..... ہر حالت میں اللہ عزوجل کی ذات سے انس رکھنا۔

اسی طرح رضا بھی تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)..... اللہ عزوجل کے احکام کو قبول کرنا، (۲)..... اس کے حکم کی اتباع کرنا اور (۳)..... اس کے فیصلے میں اپنی پسند کو ترک کر دینا۔

(اے طالبِ رشد و ہدایت!) رضا محبت کا سلسلہ، نفس توکل، اور یقین کی روح ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا ایوب جستانی و فضیل بن عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما سے مروی ہے کہ: رضا توکل ہی کا نام ہے۔“

پس یہ صدق کے درجات ہیں جو کہ اوصافِ علم ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے: جب صادق کا صدق کمال ہو جائے تو وہ اپنے ہاتھ کی چیز کا بھی مالک نہیں رہتا۔ بہر حال اخلاص کی شاخیں یہ ہیں: کسی بھی شخص کو اس وقت تک مخلص نہیں کہا جاسکتا کہ جب تک وہ اللہ عزوجل کو مثل، شریک، بیوی اور اولاد

سے پاک نہ مانے، توحید پر ثابت قدم نہ رہے اور اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی مراد نہ بنا لے۔
 یقین کی صحت تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)..... اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرنے
 میں دل کو سکون ملنا، (۲)..... اس کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اور (۳)..... علم پڑھ کر
 علم کے مقتضی کے مطابق اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے خائف رہے۔

یقین کا ابتدائی اور انتہائی درجہ ہے..... اس کا ابتدائی درجہ طمانینت ہے..... اور
 انتہائی درجہ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کو اپنے لیے کافی جاننا ہے اس کے اس فرمان کی وجہ سے:

آلِيسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ . ترجمہ کنز الایمان: ”کیا اللہ اپنے

بندے کو کافی نہیں۔“ (الزمر: ۳۶)

اور اس فرمان کی وجہ سے:

بَيَّأْتِهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 ترجمہ کنز الایمان: ”اے غیب کی خبریں
 بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ

جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔“ (الانفال: ۶۴)

مذکورہ آیت میں مذکور ”حَسْبُ“ کا معنی ہے کفایت فرمانے والا اور ”مُكْتَفِي“
 (تابع) وہ بندہ ہے کہ جو اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی ہے۔ ہم نے جو یقین کا آخری
 درجہ کہا تو مقام یقین میں بندے کے اوصاف مراد ہیں، علم میں یقین کا انتہائی درجہ اس
 سے مراد نہیں ہے کیونکہ اس درجہ تک مخلوق خدا میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

جیسا کہ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب موضوع) روایت میں ہے: ”تم
 میں سے کوئی بھی شخص اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ عرض کی گئی ہمیں تو یہ خبر
 پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پانی پر چلا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

اگر ان کے یقین اور خوف خدا میں مزید ترقی ہوتی تو وہ ہوا پر چلا کرتے۔“

(جامع الاحادیث: ج ۹، ص ۸۳، حلیہ، ج ۸، ص ۱۵۶، نواشر الاصول، ج ۳، ص ۱۷۰، کنز العمال، ج ۳،

ص ۴۳۹، احیاء العلوم، ج ۴، ص ۹۷-۲۵۰)

(مذکورہ روایت کو ”رسالة المسترشدين“ کے محقق نے موضوع قرار دیا ہے اور کہا کہ حافظ زین الدین عراقی نے اسے بکر بن عبد اللہ مزنی کا قول قرار دیا ہے۔)

(اے طالب ہدایت!) خوف یقین کے بعد ہی حاصل ہوگا کیا تم نے کسی ایسے شخص کو خائف پایا ہے کہ جسے یقین کے بغیر خوف حاصل ہو؟

خوف تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)..... ایمان کا خوف: اس کی علامت یہ ہے کہ بندہ گناہوں کو ترک کرنے میں اپنی تمام تر کوشش صرف کر دے اور یہ مریدین کا خوف ہے۔

(۲)..... سلبِ ایمان کا خوف: اس کی علامت خشیت، ڈر اور پرہیزگاری ہے، یہ معرفت باری تعالیٰ رکھنے والے علما کا خوف ہے۔

(۳)..... مقامِ قرب کے فوت ہونے کا خوف: اس کی علامت یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت و جلال کے سبب اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش صرف کرنا اور یہ صدیقین کا خوف ہے۔

(۴)..... خوفِ اعظام: خوف کا ایک چوتھا درجہ بھی ہے جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ملائکہ و انبیاء علیہم السلام کو خاص فرمایا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و بزرگی کا خوف ہے۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ان کو امان حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی و عبادت کرنا صرف اس کی جلالت و عظمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

محبت تین اشیا میں منحصر ہے ان کے بغیر کسی کو محبت نہیں کہا جاسکتا: (۱)..... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر مومنوں سے محبت رکھنا اور اس کی علامت یہ ہے کہ مخلوق خدا کو ایذا نہ

پہنچائے اور شریعتِ محمدیہ کے طریق پر ان کو نفع پہنچائے۔

(۲)..... اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا اس کی علامت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کی جائے، اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ .
لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے
فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے۔“
(آل عمران: ۳۱)

(۳)..... گناہوں پر اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت کو ترجیح دے کر اس کی ذات سے محبت کرنا اور کہا جاتا ہے کہ نعمت کا تذکرہ محبت کا باعث ہے۔

(اے طالب ہدایت!) محبت کا ابتدائی، وسطانی اور انتہائی درجہ ہے۔

ابتدائی درجہ: اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمتوں اور احسانات کے سبب اس کی ذات سے محبت رکھنا۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سعادت بنیاد ہے: ”دلوں کو ان پر احسان کرنے والوں کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے۔ وعدہ، رحمت، مہربانی اور درگزر کرنے میں اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ حلیم و کریم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟

وسطانی درجہ: اَللّٰهُمَّ عَزَّ وَجَلَّ کے اوامر (احکامات) کی پیروی کرنا اور اس کے نواہی

(منع کی ہوئی اشیاء) سے اجتناب کرنا اس طرح کہ رب تعالیٰ تجھے صرف مامور بہ (جس چیز کو

کرنے کا حکم دیا گیا ہو) میں مشغول پائے اور منہی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا ہے) سے دور

پائے اور جب مخالفت پائی جائے گی تو اوامر کا اعتراف اور نواہی سے اجتناب

جاتا رہے گا۔

انتہائی درجہ: **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** کے حق کی وجہ سے اس سے محبت کرنا، حضرت علی بن فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: ”**اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** سے صرف اس لیے محبت رکھتا ہوں کہ وہ **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** ہے۔“

ایک شخص نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی مجھے وصیت کیجئے اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** سے خوب محبت رکھنا حتیٰ کہ تمہارے نزدیک اس کی ذات سے کوئی شے محبوب نہ رہے اور اس کا خوب خوف رکھنا حتیٰ کہ تجھے اس کی ذات سے زیادہ کسی شے کا خوف نہ رہے اور **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** سے ایسی امید رکھنا کہ جو تمہارے اور خوف کے درمیان حائل رہے، لوگوں کے لیے وہ پسند کرنا جو تم اپنے لیے پسند کرو، (اس کے بعد اس سے فرمایا) کھڑے ہو جاؤ! میں نے تمہارے لیے تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید کے علوم کو جمع کر لیا ہے۔

(اے طالب ہدایت!) حیا میں اکرام و تعظیم کا وہی رتبہ ہے کہ جو جسم میں سرکار تبتہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتا اور جب بندہ رب **عَزَّوَجَلَّ** سے حیا کرتا ہے تو **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** عزت و عظمت عطا فرماتا ہے اور افضل حیا **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** کا خوف رکھنا ہے۔

مراقبہ تین اشیا میں منحصر ہے: (۱) عمل کے ذریعے **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** کی اطاعت میں اس کا خوف رکھنا، (۲) گناہوں کو ترک کرتے ہوئے دوبارہ معصیت میں مبتلا ہو جانے کا خوف رکھنا اور (۳) ہر ارادے و خیال میں **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** کا خوف رکھنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ **اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ** کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

بندے کا اللہ عزوجل سے خوف رکھنا یہ جسم پر رات کے قیام اور دن کے روزوں سے سخت تر ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے: ”اللہ عزوجل کی طرف سے زمین میں کچھ برتن ہیں ان میں سے بعض میں دل ہیں ان میں سے اس کی بارگاہ میں صرف وہی مقبول ہیں جو صاف، پختہ اور نرم ہیں۔“

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے، اس طرح کہ اس کے امر و نہی کی اتباع کرے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے اس طرح کہ قولاً، عملاً اور نیتاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہوئے احکامات کو قبول کرے اور مومنوں کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے اس طرح کہ ان میں سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچائے بلکہ ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کرے۔

(حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فرمان میں وارد لفظ) ”وَرَقٍ“ کے دو معانی ہو سکتے ہیں: (۱) بگلاء، (آہ وزاری) اور (۲) رَافَةُ (دل کی زری) کے ساتھ رقت۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ حَسْبُنَا وَنَعْمَ الْوَكِیْلُ

23.11.2011 ۲۶ ذوالحجہ الحرام ۱۴۳۲ھ بروز بدھ شب 11:40

ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی ڈیروی

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا مدینۃ الاولیاء ملتان

03006759125

03155952526

khizarattari1112@gmail

ماخذ و مراجع کی فہرست

کتاب تفسیر

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
1	روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ
2	تفسیر الصادق	احمد بن محمد صاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ	مکتبہ غوثیہ کراچی
3	احکام القرآن	ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار عالم الکتب ریاض
4	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی
5	تفسیر ابن کثیر	اسماعیل بن عمر بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ	دار طیبہ
6	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی
7	خزانة العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرثا آبادی، متوفی ۱۳۷۶ھ	مکتبہ المدینہ

کتاب احادیث

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
8	صحیح البخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار ابن کثیر
9	صحیح المسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، متوفی ۲۶۱ھ	دار احیاء التراث العربی
10	سنن ابو داؤد	ابو داؤد سلیمان بن احمد جغتائی، متوفی ۲۷۵ھ	دار الکتب العربی بیروت
11	سنن الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث العربی
12	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العربی بیروت
13	شعب الایمان	احمد بن حسین بن علی بابو بکر بیہقی، متوفی ۳۵۸ھ	مکتبہ الرشدریاض

١٤	ابن عساكر	علي بن الحسن المعروف ابن عساكر، متوفى ٥٤١ هـ	قديمي كتب خانة
١٥	جامع الصغير	جلال الدين سيوطي شافعي، متوفى ٩٤٥ هـ	دار الفكر بيروت
١٦	الترغيب والترهيب	عبد العظيم بن عبد القوي، متوفى ٦٥٦ هـ	دار الفكر بيروت
١٧	السنن للنسائي	احمد بن شعيب نسائي، متوفى ٣٠٣ هـ	دار الكتب العلمية بيروت
١٨	القاصد الحسنة	محمد بن عبد الرحمن سخاوي، متوفى ٩٠٢ هـ	دار الكتب العربية
١٩	تهذيب التهذيب	احمد بن علي عسقلاني، متوفى ٨٥٢ هـ	دار الفكر بيروت
٢٠	الزهد لابن مبارك	ابو عبد الرحمن عبد الله بن مبارك، متوفى ٨٨١ هـ	دار الكتب العلمية
٢١	رياض الصالحين	عقبي بن شرف الدين نووي، متوفى ٦٤٦ هـ	كراچی
٢٢	مسند امام احمد	احمد بن محمد بن حنبل شيباني، متوفى ٢٤١ هـ	مؤسسة قرطبة
٢٣	البدایة والنہایة	اسماعيل بن عمر بن كثير، متوفى ٤٤٣ هـ	دار احیاء التراث العربی بیروت
٢٤	المستدرک للحاکم	امام حاکم محمد بن عبد الله، متوفى ٣٠٥ هـ	دار الكتب العلمية بيروت
٢٥	الفردوس بما ثور الاخبار	ابوشجاع شيرازي بن شهر دار، متوفى ٥٠٩ هـ	دار الكتب العلمية بيروت
٢٦	كنز العمال في سنن الاقوال	علامه ابن علي بن حسان مدين، متوفى ٩٤٥ هـ	مؤسسة الرسالة
٢٧	كشف الخفاء للعجلوني	اسماعيل بن محمد بن عبد الهادي، متوفى ١١٦٢ هـ	دار احیاء التراث العربی
٢٨	كتاب الصمت	ابن ابي عمير، متوفى ٣٨١ هـ	دار الكتب العربية
٢٩	مجمع الزوائد	علي بن ابي بكر بن سليمان اعمش، متوفى ٨٠٤ هـ	دار الفكر بيروت
٣٠	الزواجر، مترجم	احمد بن محمد بن علي بن عمر اعمش، متوفى ٩٤٣ هـ	مكتبة المدينة
٣١	معرفة السنن والآثار	ابوبكر احمد بن حسين بن يحيى، متوفى ٣٥٨ هـ	دار الكتب العلمية بيروت
٣٢	المعجم الكبير للطبراني	سليمان بن احمد طبراني، متوفى ٣٦٠ هـ	دار الحرمين قاهرة

کتاب شروح احادیث

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
33	نزہۃ القاری	علامہ شریف الحق امجدی، متوفی ۱۳۲۰ھ	فرید بک سٹال
34	فیض القدر	علامہ عبد رکوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
35	مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان، متوفی ۱۳۹۱ھ	قادیسی پبلی کیشنز لاہور
36	شرح النووی علی مسلم	محیی بن شرف الدین نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار احیاء التراث العربی
37	شرح مؤطا امام محمد	قاطع رافضیہ حضرت علامہ مولانا محمد علی	فرید بک سٹال لاہور

کتاب تصوف

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
38	رسائل لاجد بن عجیبہ	شیخ احمد بن عجیبہ حسی شازلی، متوفی ۱۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
39	احیاء العلوم	جمہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت
40	منہاج العابدین	جمہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	ابن القیم دمشق
41	اتعلیقات علی رسالہ امیر شہین	عبد الفتاح ابو نعیم، متوفی ۱۳۱۷ھ	دار السلام
42	مثنوی روم	مولانا جلال الدین رومی	غدی پبلی کیشنز لاہور
43	الحقیقۃ الندیۃ	شیخ عبد الغنی نابلسی، متوفی ۱۱۳۳ھ	مکتبۃ الحقیقۃ ترکی
44	بحر الدموع	ابوالفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتبۃ الشامیہ
45	احسن الوعاء	مولانا تقی علی خان، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ البدیۃ
46	عیون الحکایات	ابوالفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ

47	بدگمانی	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
48	تکبر	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
49	الروض الفائق	شیخ شعیب حنیفیش، متوفی ۱۰۸۱ھ	مکتبۃ المدینہ
50	ایہا الولد، مترجم	جوزہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ
51	فیضان سنت	امیر فلسط مولا الیاس قادری دامت برکاتہم	مکتبۃ المدینہ
52	شیطان کا بڑا ابھائی	ابو الحسن خضر حیات عطاری غنی عنہ	میلا دو پبلی کیشنز
53	مقاصد الرعاۃ	ابو عبد اللہ حارث بن سعد عاصی، متوفی ۴۳۳ھ	دار الفکر بیروت
54	کتاب القلوبی	علامہ احمد شہاب الدین قلیو نسوئی، ۱۰۶۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی
55	اتر ف لمدہب ال تصوف	ابو بکر محمد کلابازی، متوفی ۴۸۰ھ	دار صادر بیروت
56	جامع بیان العلم وفضلہ	یوسف بن عبد اللہ نمری، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
57	خطبات محرم	جلال الدین امجدی	اکبر بک سیلز لاہور
58	تعلیم المعلم	امام برہان الاسلام ابراہیم زر نوچی	مکتبۃ المدینہ
59	بصائر ذوی التسمیہ	محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ	المکتبۃ الشاملہ

کتاب لغت

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
60	کتاب التعریفات	علی بن محمد سید شریف جرجانی، متوفی ۱۳۳۱ھ	دار الکتب العربیہ بیروت
61	لسان العرب	محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری، ۷۱۱ھ	دار صادر بیروت
62	الفردات للراغب	ابو الحسن بن محمد رافضی، متوفی ۵۰۲ھ	دار العلم دمشق

کتاب فقہ

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
63	المسوط للسرخسی	ابو بکر محمد بن احمد بن ابی اہل مرخسی، متوفی ۳۹۰ھ	دار الفکر، بیروت
64	لاختیار للتعلیل الخار	عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی، متوفی ۲۸۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
65	موسوعہ فقہیہ کویتیہ	متحدہ علماء	وزارۃ الاوقاف، الکویت
66	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
67	بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۸ھ	مکتبہ المدینہ
68	المملووظ	مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان، متوفی ۱۳۲۰ھ	مکتبہ المدینہ
69	وقار الفتاویٰ	مفتی محمد وقار الدین، متوفی ۱۳۱۳ھ	بزم وقار الدین کراچی
70	فتاویٰ نوریہ	فقیر اعظم مفتی نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۳۰۳ھ	فقیر اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور
71	حبیب الفتاویٰ	مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی، متوفی ۱۹۷۵ء	شبیر برادرز لاہور
72	فتاویٰ خلیجہ	مفتی خلیل احمد قادری برکاتی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
73	مقالات مفتی اعظم	مفتی عبدالقیوم ہزاروی	جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتاب سیرت

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
74	الطبقات الصغری	عبدالوہاب بن احمد شعرائی، متوفی ۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
75	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی ۹۷۵ھ	مصر
76	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین محدث بہاری	برکاتی پبلیشرز کراچی
77	سیرت صد الشریعہ	حافظ محمد عطاء الرحمن قادری	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
78	حالات زندگی حکیم ہلامت	شیخ بلال احمد صدیقی	نعیمی کتب خانہ گجرات

مکتبہ اوسیہ رضویہ بہاولپور	ملتی فیض احمد اوسی، متوفی ۱۳۳۱ھ	ذکر سیرانی	79
نوری کتب خانہ لاہور	شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری	نور نور چہرے	80
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور	حافظ محمد عطاء الرحمن قادری	حیات فقیرِ زماں	81
منہاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد	نور الزماں نوری	روشن ستارے	82
جلالیہ پبلی کیشنز بجلی شریف	محمد نعیم اللہ خان	انوار حافظ الحدیث	83
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز	محبوب ملت مفتی محبوب علی خان	سولح شیر پیشہ سنت	84
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور	اسید الحق قادری بدایونی	خیر آبادیات	85
مکتبہ مہر یہ کاظمیہ ملتان	حافظ امانت علی سعیدی	حیات غزالی زماں	86
شبیر برادرز لاہور	مختلف علما	جہان مفتی اعظم	87
مکتبہ المدینہ	المدینہ العلمیہ	تعارف امیر اہلسنت	88
فقیر اعظم پبلی کیشنز بصیر پور	مولانا محبت اللہ نوری	مفتی اعظم سید ابوالبرکات	89
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	علامہ ارشد القادری	شخصیات	90
کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز	مولانا عبدالحق رضوی	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	91
مکتبہ الحقیقہ ترکی	علامہ احمد بن حجر کی متوفی ۹۷۳ھ	الخیرات الحسان، مترجم	92
دارالاسلام لاہور	علامہ غلام رسول سعیدی	حیات استاذ العلماء	93
اوسی بک شال گجرانوالہ	شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری	تذکرہ اکابر اہلسنت	94

کتب متفرقہ

مطبوعہ	مصنف	کتاب	نمبر شمار
شبیر برادرز لاہور	امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ	حدائق بخشش	95
اکبر بک پبلرز	مولانا حسن رضا خان	رسائل حسن	96

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

پ ۱۳۷ ع ۲۲

اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

خطباتِ محمدانی

المحافظ القاری مولانا محمد قاسم صدیقی ایم اے اسلامیات مدنی

خطیب جامع مسجد نوشیہ نیو کارڈن ٹاون فیصل آباد

زبیر سنٹر، ۴۰، اربو بازار لاہور
042-7246006

شبیر برادرز



نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ کے بارے میں علماء اہلسنت کے تاثرات

مولانا خضر حیات عطاری مدنی نے اس رسالہ کا ترجمہ بنام نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ کر کے عوام و خواص سب کے لیے آسانی کر دی بلکہ مزید جاشیہ لگا کر اس کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دلچسپی اور بڑھادی۔

(حضرت علامہ مولانا ایاز احمد صاحب)

(مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری نے) اس کتاب (رسالة المسترشدين) کا ترجمہ کر کے نُزْهَةُ الْمُتَّقِينَ کی شکل میں ملت اسلامیہ کو ایک ایسی سوغات پیش کی ہے جو یقیناً بے بدل ہے۔

(حضرت علامہ مولانا صدیق ہزاروی صاحب)

مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زید شرفہ نے اتنے بڑے امام کی کتاب کا ترجمہ کر کے اہل محبت پر بہت بڑا احسان کیا۔

(مفتی غلام حسن قادری صاحب)

زبیہ سنٹر ۴۰، ازو بازار لاہور
فون: 042-37246006

Email: shabbirbrother786@gmail.com



شعبہ برادرز®